إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَّهْدِيْ إِلَى الرُّشْدِ

تفسیر القرآن العظیم

www.KitaboSunnat.com

قرآناً عجباً

مختصر سوال وجواب کی صورت میں

تِلْكَ الرُّسُلُ -3

نگہت ہاشمی

ALNOOR-PUBLICATIONS
النور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ

تفسیر القرآن العظیم

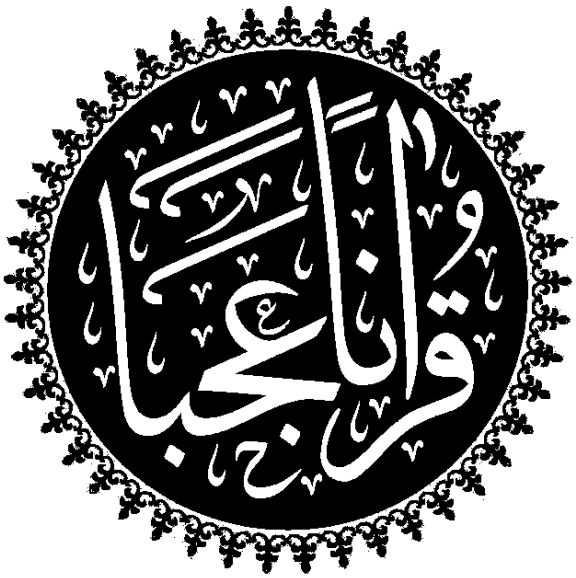

مختصر سوال و جواب کی صورت میں

تِلْكَ الرُّسُلُ - 3

نگہت ہاشمی

AL-NOOR-PUBLICATIONS
النور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب : قُرْآنًا عَجَبًا (پارہ: 3)

مصنفہ : نگہت ہاشمی

طبع اول : مئی 2020ء

طبع دوم : نومبر 2021

طبع سوم : نومبر 2023

تعداد : 1100

ناشر : النور انٹرنیشنل

لاہور : 59-C2، فیروز پور لنک روڈ، لاہور

فون نمبر : 0336-4033045, 042-37500049, 042-37500048

کراچی : گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن بلاک III، کراچی

فون نمبر : 0336-4033034 - 021-35292341-42

فیصل آباد : 121-A فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ، فیصل آباد

فون نمبر : 03364033050, 041-8759191

ای میل : sales@alnoorpk.com

ویب سائٹ: www.alnoorpk.com

فیس بک : Nighat Hashmi, Alnoor International

پرنٹنگ اینڈ ڈیزائننگ

دارالسلام قرآن پرنٹنگ کمپلیکس، کوٹ عبدالمالک انٹرچینج، لاہور

+92-321-8484569 | +92-300-1001345

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عرض ناشر

الحمدلله رب العلمين و الصلاة و السلام على النبي الكريم و على آله و صحبه أجمعين.

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے اور بہترین انجام متقین کے لیے ہے۔ قارئین کرام! ہمیں جو زندگی عطا کی گئی وہ نہایت مختصر ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے: ؎ آ کے بیٹھے بھی نہ تھے کہ نکالے بھی گئے

دلی تمنا ہے کہ زندگی گزارنے کی جو مہلت ملی ہے، اس میں ایسا کام کر جاؤں کہ جب اس جہان سے چلی جاؤں، اگلی زندگی کے انتظار میں قبر میں رکھ دی جاؤں تو میری کتابِ زندگی، میرا نامہ اعمال بند نہ ہو، ایسی نیکیوں کے لیے کھلا رہے جو باقی رہنے والی زندگی کے کام آئیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: «أَحَبُّ النَّاسِ إِلَى اللهِ أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ» ''لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ وہ ہے جو لوگوں کے لیے نفع مند ہو۔'' (سلسلہ احادیث صحیحہ: 906)

دنیا کا سب سے قیمتی علم ''قرآن مجید'' کا ہے۔ فرمانِ نبوی ہے: «خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ» ''تم میں سے سب سے بہترین وہ ہے جو قرآن مجید کو خود سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔'' (صحیح البخاری: 5027)

معلوم ہوا کہ قرآن مجید کو سیکھنے اور سکھانے سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں اور سب سے بڑا تعاون ''طالب علم'' کے لیے آسانیاں پیدا کرنا ہے۔ جدید دور کے تقاضوں کے مطابق قرآن مجید کی تفسیر کو عام فہم انداز میں پیش کرنا نہایت ضروری ہے۔ جہاں آسان الفاظ کا انتخاب ضروری ہے، وہیں اس کے مضامین کو عام فہم اسلوب میں پیش کرنا بھی ضروری ہے۔

تفسیر «قرآنًا عجبًا» میں سوال و جواب کے انداز میں ایسے نکات پر روشنی ڈالی گئی ہے جن پر غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ اس تفسیر میں سوال اٹھا کر اور جواب کو سادگی کے ساتھ مختلف نکات میں بانٹ کر جو آسانی پیدا کر دی گئی ہے اس کی وجہ سے معزز قارئین کے لیے قرآن مجید کو سیکھنے اور سکھانے میں سہولت پیدا ہوگی۔ وللہ الحمد!

اللہ تعالیٰ کا پیغام «قرآنًا عجبًا» کی صورت میں ''گھر گھر تک، دنیا بھر تک'' پہنچانا چاہتے ہیں اور اجر کی امید بھی اسی سے رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رسی ''قرآن مجید'' کو ہر ہاتھ میں تھمانا چاہتے ہیں جس کا ایک سرا بندے کے ہاتھ میں اور دوسرا سرا ہمارے ''رب'' کے ہاتھ میں ہے۔ کیا آپ اللہ تعالیٰ کی رسی کو خود تھام کر دوسروں کو نہیں تھمائیں گے؟

قرآن سیکھیں ـــــ دوسروں کو سکھائیں   خود پڑھیں ـــــ دوسروں کو پڑھوائیں

ایک آیت روزانہ گھر والوں میں بیٹھ کر، کسی آفس میں، کسی بھی مقام پر پڑھنا مشکل نہیں۔ ذوق ہو تو زیادہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ آیئے! بے مثال زندگی کے لیے آج ہی سے اس کا آغاز کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

دعاؤں کی طلب گار: فائزہ خان (مینیجنگ ڈائریکٹر النور پبلیکیشنز)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

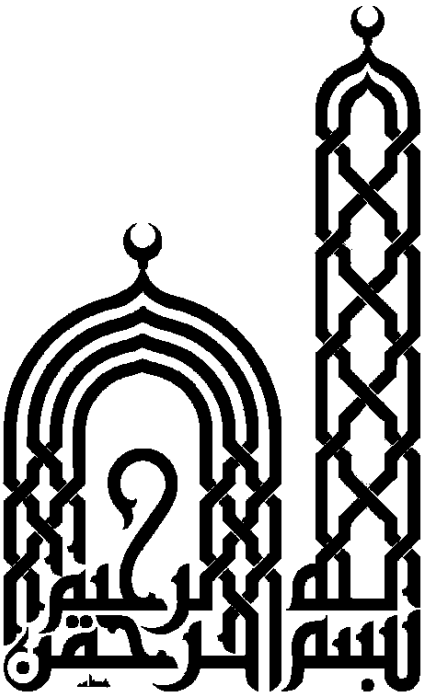

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ

"یہ سب رسول ہیں ان کے بعض کو ہم نے بعض پر فضیلت دی ہے۔ان میں سے کچھ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا اور بعض کو اس نے

دَرَجٰتٍ ؕ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَ اَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ

درجات میں بلند کیا اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو واضح نشانیاں دیں اور ہم نے روحِ پاک کے ساتھ اس کو قوت عطا کی

وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ

اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ لوگ جو ان کے بعد تھے آپس میں نہ لڑتے، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح نشانیاں آئیں،

الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ

لیکن انہوں نے اختلاف کیا تو ان میں سے کوئی ایمان لایا اور ان میں سے کسی نے کفر کیا اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا

مَا اقْتَتَلُوْا ۟ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ﴾

تو وہ آپس میں نہ لڑتے لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے" (253)

سوال 1: بعض رسولوں کو بعض پر فضیلت دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿تِلْكَ الرُّسُلُ ... الْقُدُسِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ "یہ سب رسول ہیں ان کے بعض کو ہم نے بعض پر فضیلت دی ہے" اللہ تعالیٰ نے بعض رسولوں کو بعض پر فضیلت دی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ﴾ "یقیناً ہم نے بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت دی ہے۔" (بنی اسرائیل:55)

(2) رسول اللہ تعالیٰ کی طرف سے منتخب کردہ انسان تھے۔رب العزت نے فرمایا: ﴿اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ﴾ "اللہ تعالیٰ فرشتوں اور انسانوں میں سے پیغام پہنچانے والے منتخب فرماتا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔" (الحج:75)

(3) سب رسولوں کے اعمال صالح تھے اور وہ انسانوں کو نفع پہنچاتے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4) رسول براہ راست اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی پاتے تھے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ ''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر ہم اس کی طرف وحی کرتے رہے کہ بلاشبہ میرے سوا کوئی معبود نہیں چنانچہ تم میری ہی عبادت کرو۔'' (الانبیاء:25)

(5) رسولوں کو فضیلت دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے بندوں کا نہیں، بندوں کا کام سن کر ایمان لانا اور اطاعت کرنا ہے۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''انبیاء کرام کو ایک دوسرے پر فضیلت نہ دو۔'' (مسلم:2373)

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مسلمان اور یہودی میں جھگڑا ہو گیا کیونکہ یہودی نے مسلمان کے سامنے اس طرح قسم کھائی کہ اس کی قسم جس نے موسیٰ کو دنیا والوں میں منتخب کیا۔مسلمان سے ضبط نہ ہو سکا اور یہودی کے چانٹا مارا اور بولا کیا رحمت عالم ﷺ پر بھی! یہودی نے رحمت عالم ﷺ سے شکایت کی، آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر فوقیت نہ دو، کیونکہ قیامت کے دن تمام لوگ بے ہوش ہو جائیں گے پھر مجھے سب سے پہلے ہوش آئے گا اور میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو عرش کا پایہ پکڑے ہوئے پاؤں گا۔معلوم نہیں وہ مجھ سے پہلے ہوش میں آئیں گے یا طور والی بے ہوشی کے بدلے میں بے ہوش ہی نہیں ہوں گے۔'' (صحیح بخاری:3408)

(7) اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو فضیلت دی ہے اور یہ حق ہے اس لیے انبیاء علیہم السلام کی فضیلت کے بارے میں اس کے مطابق اعتقاد رکھا جائے لیکن نبی ﷺ کی فضیلت اس طرح بیان نہیں کی جا سکتی جس کی وجہ سے کسی نبی کی شان میں کمی ہو۔

(8) ﴿مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ﴾ ''ان میں سے کچھ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام سے کلام کیا، سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے طور پہاڑ پر اور سیدنا محمد ﷺ سے معراج والی رات میں کلام کیا۔(مختصر ابن کثیر:1/166)

(9) ﴿وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ﴾ ''اور بعض کو اس نے درجات میں بلند کیا'' اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو دوسرے انبیاء سے افضل بنایا اور آپ ﷺ میں وہ تمام فضائل جمع فرما دیے جو دوسرے رسولوں کو الگ الگ ملے تھے اور آپ ﷺ کو ایسے مناقب بخشے جن کی وجہ سے آپ اولین اور آخرین سے اشرف قرار پائے۔(تفسیر سعدی:1/302)

(10) صحیح ابن حبان کی ایک حدیث میں معراج کے بیان میں یہ بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے الگ الگ کس نبی کو کس آسمان میں پایا؟ یہ رسولوں کے مرتبوں کی کمی بیشی پر دلیل ہے۔

(11) صحیح بخاری میں اس وضاحت کے بغیر کہ رسول اللہ ﷺ نے کس آسمان پر کس نبی کو پایا، یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے مختلف آسمانوں پر مختلف انبیاء علیہم السلام کو پایا۔(بخاری:3342)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(12) ﴿وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ﴾ ''اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو واضح نشانیاں دیں'' اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو جو واضح نشانیاں دیں وہ ان کے معجزات تھے۔ اللہ تعالیٰ کی عطا سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے، اس کے رسول اور سیدہ مریم علیہا السلام کی طرف نازل ہونے والا اللہ تعالیٰ کا کلمہ اور اس کی جانب سے آنے والی روح ہیں۔ (13) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو یہ معجزات دیے گئے: (i) مردوں کو زندہ کرنا۔

(ii) اللہ تعالیٰ کے حکم سے مٹی کے پرندوں میں پھونک مار کر انہیں زندہ کرنا۔

(iii) پیدائشی اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرنا۔ (iv) لوگوں کو ان کے کھانے اور ذخیرہ کرنے کے بارے میں بتا دینا وغیرہ۔

(14) ﴿وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ﴾ ''اور ہم نے روح پاک کے ساتھ اس کو قوت عطا کی'' سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو قوت عطا کرنے سے مراد ایمان اور یقین ہے جس کے ذریعے انہوں نے وہ فریضہ ادا کیا جو ان پر عائد کیا گیا تھا۔

(15) یعنی اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام سے ان کی مدد فرمائی۔ (المصباح المنیر :523/1)

سوال 2: رسالت کا فریضہ کیسے ادا کیا جاتا ہے؟

جواب: (1) رسول اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی عبادت کی دعوت دیتے رہے اور شرک سے بچاتے رہے۔

(2) رسول چار کام کرتے رہے: (i) اللہ تعالیٰ کی کتاب کی آیات تلاوت کرتے رہے۔

(ii) کتاب کی تعلیم دیتے رہے۔ (iii) حکمت کی تعلیم دیتے رہے۔ (iv) انسانوں کے نفوس کا تزکیہ کرتے رہے۔

(3) رسولوں نے پاک باز افراد کی تربیت کی جو انسانیت کی راہ نمائی کرتے رہے۔

سوال 3: رسول کا مشن کیا ہوتا ہے؟

جواب: رسول کا مشن اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے دین کو تمام نظام ہائے زندگی کے مقابلے میں غالب کرنا ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے ہی رسولوں کو ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا جاتا ہے۔

سوال 4: اختلافات اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر کے مطابق ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَلَوْ ... يُرِيْدُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ لوگ جو ان کے بعد تھے آپس میں نہ لڑتے، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح نشانیاں آئیں'' اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو لوگوں میں اختلاف نہیں ہوتا یعنی اختلاف اور اتفاق دونوں تقدیری چیزیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔ (السراج المنیر :168,167/1)

(2) رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا﴾ ''اور اگر آپ کا رب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چاہتا تو جو زمین میں ہیں سب اکٹھے ضرور ایمان لاتے۔" (یونس:99)

(3) اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور گمراہی دونوں کے راستے واضح کر دیے اور انسانوں کو کوئی راستہ اختیار کرنے کے لیے مجبور نہیں کیا بلکہ انسان کو اختیار اور ارادے کی آزادی دی تا کہ انسان کا امتحان لے۔ اس طرح ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ہے کہ لوگ ہدایت یا گمراہی پر رہنے کا فیصلہ خود کریں۔

(4) ﴿وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ﴾ "لیکن انہوں نے اختلاف کیا تو ان میں سے کوئی ایمان لایا اور ان میں سے کسی نے کفر کیا" اللہ تعالیٰ نے چونکہ ہدایت کا راستہ اختیار کرنے کے لیے مجبور نہیں کیا اس لیے کوئی اپنے اختیار کا صحیح استعمال کر کے مومن بن جاتا ہے اور کوئی اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال کر کے کافر بن جاتا ہے۔ یہ اختیار انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مشیت سے ملا ہے ورنہ اس کی رضا تو اسی میں ہے کہ لوگ ہدایت کا راستہ اختیار کریں اور اس کے عذاب سے بچیں۔ اسی لیے اس نے کتابیں نازل کیں، انبیاء کا سلسلہ جاری کیا اور بعد والوں میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا سلسلہ جاری کیا تا کہ لوگ اس کی پسندیدہ راہ اختیار کریں۔

(5) ﴿وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا﴾ "اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ آپس میں نہ لڑتے" اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت یہ ہوتی کہ لوگوں میں اختلاف نہ ہو، ان کا معاملہ لڑائی تک نہ پہنچے تو وہ آپس میں نہ لڑتے۔

(6) ﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ﴾ "لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے" اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے کی کوئی رکاوٹ نہیں۔ وہ قدرت رکھتا ہے، بااختیار ہے، قوی ہے کوئی اس کے فیصلے بدل نہیں سکتا۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے لیکن وہ العادل ہے، وہ الحق ہے۔ اس کا ہر کام حق اور انصاف پر مبنی ہوتا ہے۔ وہ الحکیم ہے۔ اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

(7) آیت میں اس کی تعلیم ہے کہ چھوٹی بڑی، اچھی بری کوئی شے بھی ہو بہر حال مشیت الٰہی سے باہر نہیں۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہیں رزق دیا ہے، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ کوئی تجارت

وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ۭ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾

ہوگی اور نہ کوئی دوستی اور نہ کوئی سفارش اور کافر ہی ظالم ہیں" (254)

سوال 1: اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کے حکم کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ ... الظّٰلِمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہیں رزق دیا ہے'' اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو ایمان کا تقاضا پورا کرنے کا حکم دیا ہے کہ اس رزق میں سے خرچ کرنے میں جلدی کرو جو ہم نے تمہیں دیا ہے۔

(2)﴿مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ﴾ ''اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ کوئی تجارت ہوگی اور نہ کوئی دوستی اور نہ کوئی سفارش'' اللہ رب العزت نے قیامت کے دن سے پہلے خرچ کرنے کا حکم دیا ہے جب انسان کو نیکیوں کی شدید ضرورت ہوگی اور زمین بھر دولت خرچ کر کے بھی نہ نیکیاں ملیں گی نہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات ملے گی۔ اس دن نہ کوئی دوست کام آئے گا نہ سفارش اسی لیے فرمایا کہ اس دن کے آنے سے پہلے صدقہ کر لو۔﴿فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ﴾ ''پھر جب صور میں پھونکا جائے گا تو اُس دن اُن کے درمیان کوئی قرابت داریاں نہ رہیں گی اور نہ ہی وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔'' (المومنون:101)

(3) یہ ایک محبت بھری اپیل ہے کہ جو ہم نے تمہیں عطا کیا ہے اس کا ایک حصہ ہمیں دے دو، آخر ہم ہی دینے والے ہیں۔ ہم اپنے دیے ہوئے میں سے کچھ مانگ رہے ہیں۔ ایسے مواقع بار بار نہیں آتے۔ اگر تم نے اس سے فائدہ نہ اٹھایا تو پھر یہ مواقع نصیب نہیں ہوں گے۔ یہ آخری موقع ہے، اگر یہ ہاتھ سے نکل گیا پھر ہاتھ نہیں آئے گا۔ اس کے بعد کوئی دوستی، کوئی سفارش اس نقصان کی تلافی کے لیے نہیں ہے۔﴿وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ ''اور خرچ کرو اُس میں سے جو ہم نے تمہیں دیا ہے اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آ جائے تو وہ کہے: ''اے میرے رب! تو نے مجھے قریبی مدت تک مہلت کیوں نہ دی؟ کہ میں صدقہ کرتا اور نیک لوگوں میں شامل ہو جاتا۔'' (المنافقون:10)

(4) انسان کے شعور کو اس ہولناک دن میں پہنچا کر انفاق کرنے پر ابھارا گیا ہے کہ جب کوئی کام آنے والا نہیں ہوگا تب بندے کا صدقہ اس کا سایہ بنے گا۔ یوں انسان انفاق کا راستہ اختیار کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔

(5)﴿وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ''اور کافر ہی ظالم ہیں'' یعنی اس سے بڑھ کر اور کوئی ظالم نہیں ہو سکتا جو اس دن اللہ تعالیٰ کے پاس کافر بن کر آئے۔ (المصباح المنیر :524/1)

(6) ظلم سے مراد ہے حق دار کو اس کا حق نہ دینا۔ ایک چیز کو اس کے مقام سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھ دینا بھی ظلم ہے۔ کافروں نے اللہ تعالیٰ کا کفر کیا اور اپنے جیسی مخلوق کی عبادت کی، انہوں نے حلال کی بجائے حرام کو اختیار کر کے ظلم کیا۔ وہ خود بھی ہدایت کے راستے پر نہ چلے اور دوسروں کو بھی اس راستے سے روک کر ظلم کیا۔ انہوں نے آخرت کا انکار کر کے دنیا میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

من مانی زندگی اختیار کر کے آخرت میں ناکامی مول لے کر اپنے اوپر ظلم کیا۔حق یہ ہے کہ کافر ہی ظالم ہیں۔

سوال2:انفاق فی سبیل اللہ سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1)ابن جریج رحمہ اللہ نے کہا:اللہ تعالیٰ کے راستے میں جو مال خرچ کیا جائے خواہ وہ زکوٰۃ ہو یا صدقات انفاق فی سبیل اللہ کہلاتا ہے۔ (الدرالمنثور:571/1)

(2)انفاق فی سبیل اللہ سے مراد اپنے مال میں سے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق،اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنا ہے۔

(3)انفاق فی سبیل اللہ میں زکوٰۃ اور صدقات دونوں شامل ہیں۔زکوٰۃ کی ادائیگی بھی انفاق ہے،اہل وعیال کا نان ونفقہ بھی انفاق ہے اور اپنی حیثیت کے مطابق نیک کاموں پر مال خرچ کرنا بھی انفاق ہے۔

سوال3:انفاق کرنے کا مقصد کیا ہے؟

جواب:(1)انفاق کرنے کا بنیادی مقصد اپنے رب کو راضی کر کے اپنے دل کی تنگی کو دور کرنا ہے۔

(2)آخرت کی کامیابی کے لیے کوششیں کرنا ہے۔

(3)انفاق کرنے کا مقصد اسلام کی بقاء کے لیے کی جانے والی کوششوں میں اپنا حصہ ڈالنا ہے۔

(4)اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے علم کی ترویج واشاعت کے لیے مال لگا کر ماحول کی اصلاح کے لیے کی جانے والی کوششوں میں اپنا حصہ ڈالنا ہے۔

سوال4:رسول اللہ ﷺ کیسے انفاق کیا کرتے تھے؟

جواب:(1)سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ سے دو پہاڑوں کے درمیان کی بکریاں مانگیں تو آپ ﷺ نے اسے اتنی ہی بکریاں عطا فرما دیں۔وہ آدمی اپنی قوم کے پاس آیا اور کہنے لگا:اے قوم!اسلام قبول کر لو۔اللہ کی قسم! محمد ﷺ اس قدر عطا فرماتے ہیں کہ پھر محتاجی کا خوف ہی نہیں رہتا۔(مسلم:6021)

(2)نبی ﷺ نے ایک بار نماز پڑھائی۔سلام پھیرنے کے بعد جلدی سے اٹھ کھڑے ہوئے اور صفوں کو چیرتے ہوئے اپنی کسی بیوی کے حجرے میں گئے۔لوگ آپ ﷺ کی تیزی کی وجہ سے گھبرا گئے۔پھر جب آپ ﷺ باہر تشریف لائے اور جلدی کی وجہ سے لوگوں کے تعجب کو محسوس فرمایا تو فرمایا کہ ہمارے پاس ایک سونے کا ڈلا (تقسیم کرنے سے) بچ گیا تھا مجھے اس میں دل لگا رہنا برا معلوم ہوا،میں نے اس کے بانٹ دینے کا حکم دے دیا۔(بخاری:851)

سوال5:رسول اللہ ﷺ نے کیسے صدقہ کرنے کی ترغیب دلائی؟

جواب:(1)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں سوائے تین اعمال کے: صدقہ جاریہ، وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے یا صالح اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔" (صحیح مسلم:4223)

(2) سیدنا ابو برزہ نضلہ بن عبید اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قیامت والے دن کسی بندے کے قدم نہیں ہٹیں گے یہاں تک کہ اس سے (پانچ چیزوں کی بابت) نہ پوچھ لیا جائے: اس کی عمر کے متعلق کہ اس نے اسے کن کاموں میں ختم کیا؟ اس کے علم کے متعلق کہ اس کے مطابق کیا کیا؟ اس کے مال کے بارے میں اس نے اسے کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ اور اس کے جسم کے بارے میں کہ کن چیزوں میں اسے بوسیدہ کیا (کھپایا)؟" (جامع ترمذی:2417)

(3) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے کون ہے جسے اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہو؟" صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: "یا رسول اللہ ﷺ! ہم میں سے ہر شخص کو اپنا مال ہی سب سے زیادہ محبوب ہے۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "پس انسان کا مال تو وہی ہے جو اس نے (صدقہ وخیرات) کر کے آگے بھیجا اور اس کے وارث کا مال وہ ہے جو وہ پیچھے چھوڑ گیا۔" (بخاری:6442)

(4) سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ﴿اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ﴾ "تم آگ سے بچو اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے (کے صدقے) کے ساتھ ہی۔" (بخاری:6023)

(5) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ابن آدم! تو خرچ کر تو میں تجھ کو دیئے جاؤں گا۔" (بخاری:5352)

(6) سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا، سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی رسول اللہ ﷺ کی سالی نے کہا کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "خرچ کر اور گن گن کر نہ رکھ ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تجھے گن کر دے گا (یعنی کم دے گا)۔" (مسلم:1029)

سوال 6: انفاق (اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ) نہ کرنے کا نقصان کیا ہے؟

جواب: (1) انفاق (اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ) نہ کرنے والا ہمیشہ اندھیرے میں رہتا ہے، اسے اسلام کا مقصد ہی سمجھ نہیں آتا۔

(2) اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کرنے والے کو شیطان بہکا کر ایسے راستے پر چلاتا ہے جس کی آخری منزل جہنم ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کرنے والا آخرت کے معاملے کو سادہ معاملہ سمجھنے لگتا ہے اور چند ظاہری کاموں کو آخرت کی نجات کے لیے کافی سمجھنے لگتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4) انفاق (اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ) نہ کرنے سے انسان کے دل سے نیکیاں کرنے کی خواہش نکل جاتی ہے۔

﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۚ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا

''اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہمیشہ زندہ ہے، ہر چیز کو قائم رکھنے والا ہے، اس کو نہ اونگھ آتی ہے اور نہ ہی نیند،

فِي الْاَرْضِ ۭ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا

جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اسی کا ہے، کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کی جناب میں سفارش کرے،

خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَاۗءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ

وہ جانتا ہے جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا بھی احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے اس کی کرسی آسمانوں

وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَـــُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ﴾

اور زمین کو سموئے ہوئے ہے اور ان دونوں کی حفاظت اسے نہیں تھکاتی اور وہی سب سے بلند، سب سے بڑا ہے'' (255)

سوال 1: آیت الکرسی کا موضوع کیا ہے؟

جواب: آیت الکرسی اسلامی نظام زندگی کے بنیادی تصور توحید کے موضوع پر ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی صفات کریمہ اور عظیم مسائل کا ذکر کیا گیا ہے۔

سوال 2: آیت الکرسی کی فضیلت بیان کریں؟

جواب: (1) سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ان سے پوچھا: ''اے ابو منذر! کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے پاس کتاب اللہ کی سب سے زیادہ عظمت والی آیت کون سی ہے؟'' کہتے ہیں میں نے جواب دیا، اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ہی زیادہ جانتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے (دوبارہ) پوچھا: ''اے ابو منذر! کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے پاس کتاب اللہ کی سب سے زیادہ عظمت والی آیت کون سی ہے؟'' میں نے کہا: ﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ﴾ (یعنی آیت الکرسی) تو رسول اللہ ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: ''اللہ کی قسم! (تو نے درست کہا) اے ابو منذر! تمہیں علم مبارک ہو۔'' (مسلم: 81) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! آیۃ الکرسی کی زبان ہوگی اور ہونٹ ہوں گے اور یہ بادشاہ حقیقی کی تقدیس بیان کرے گی اور عرش کے پایہ سے لگی ہوگی۔'' (مسند احمد: 5/141، 142، سلسلہ احادیث صحیحہ: 385)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2) آیت الکرسی میں اسم اعظم ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: 351/1)

(3) بستر پر لیٹتے وقت آیت الکرسی پڑھنے والے کے ساتھ ایک محافظ فرشتہ مقرر کر دیا جاتا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صدقہ فطر کے غلہ کی حفاظت پر مجھے مقرر کیا، ایک شخص آیا اور دونوں ہاتھوں سے غلہ لپ بھر بھر کر لینے لگا۔ میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ اب میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کروں گا۔ پھر انھوں نے آخر تک حدیث بیان کی۔ اس چور نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ جب تم اپنے بستر پر سونے کے لیے لیٹنے لگو تو آیت الکرسی پڑھ لیا کرو، اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر ایک نگہبان مقرر ہو جائے گا اور شیطان تمہارے قریب صبح تک نہ آ سکے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بات تو اس نے سچی کہی ہے اگرچہ وہ خود جھوٹا ہے۔ وہ شیطان تھا۔" (صحیح بخاری: 3275)

(4) ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کا اپنا ایک احاطہ تھا اس میں کھجوریں رکھی ہوئی تھیں۔ جن آتا تھا اور اس میں سے اٹھا لے جاتا تھا، انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا: "جاؤ جب دیکھو کہ وہ آیا ہوا ہے تو کہو: بسم اللہ (اللہ تعالیٰ کے نام سے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مان"، ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے اسے پکڑ لیا تو وہ قسمیں کھا کھا کر کہنے لگا کہ مجھے چھوڑ دو، دوبارہ وہ ایسی حرکت نہیں کرے گا، چنانچہ انہوں نے اسے چھوڑ دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے ان سے پوچھا، "تمہارے قیدی نے کیا کیا؟!" انہوں نے کہا: اس نے قسمیں کھائیں کہ اب وہ دوبارہ ایسی حرکت نہ کرے گا۔ آپ نے فرمایا: "اس نے جھوٹ کہا: وہ جھوٹ بولنے کا عادی ہے"، راوی کہتے ہیں: انہوں نے اسے دوبارہ پکڑا، اس نے پھر قسمیں کھائیں کہ اسے چھوڑ دو، وہ دوبارہ نہ آئے گا تو انہوں نے اسے (دوبارہ) چھوڑ دیا، پھر وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے پوچھا: "تمہارے قیدی نے کیا کیا؟" انہوں نے کہا: اس نے قسم کھائی کہ وہ پھر لوٹ کر نہ آئے گا۔ آپ نے فرمایا: "اس نے جھوٹ کہا، وہ تو جھوٹ بولنے کا عادی ہے۔" (پھر جب وہ آیا) تو انہوں نے اسے پکڑ لیا، اور کہا: اب تمہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جائے بغیر نہ چھوڑوں گا۔ اس نے کہا: مجھے چھوڑ دو، میں تمہیں ایک چیز یعنی آیت الکرسی بتا رہا ہوں۔ تم اسے اپنے گھر میں پڑھ لیا کرو۔ تمہارے قریب شیطان نہ آئے گا اور نہ ہی کوئی اور آئے گا"، پھر سیدنا ابو ایوب رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے ان سے پوچھا: "تمہارے قیدی نے کیا کیا؟" تو انہوں نے آپ کو وہ سب کچھ بتایا جو اس نے کہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس نے بات تو صحیح کہی ہے، لیکن وہ ہے پکا جھوٹا۔" (ترمذی: 2880)

(5) سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: "جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھے اسے جنت میں داخلے سے سوائے موت کے کوئی چیز نہیں روک سکتی۔" (عمل الیوم واللیلۃ نسائی: 100) (سلسلہ احادیث صحیحہ: 704)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6) صبح کے وقت آیت الکرسی پڑھنے والا شام تک، شام کے وقت پڑھنے والا صبح تک شیطان کے شر سے محفوظ کر لیا جاتا ہے۔

سوال 3: آیت الکرسی کی اہمیت کیا ہے؟

جواب: آیت الکرسی میں اسلامی زندگی کی بنیاد بننے والے عقائد و تصورات کی وضاحت کی گئی ہے۔ جب تک بنیاد ٹھیک نہ ہو عمارت درست نہیں ہو سکتی، اسی طرح جب تک انسان کے ذہن میں صحیح عقیدہ نہیں جمتا اس وقت تک زندگی کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ آیت الکرسی میں اللہ تعالیٰ کی توحید و صفات کو نہایت خوب صورتی اور نزاکت سے بیان فرمایا ہے جس سے ایک طرف تو رب ذوالجلال کی عظمت و عزت دلوں میں پیدا ہوتی ہے اور دوسری طرف تمام شبہات جو اس کے متعلق یہودیوں اور عیسائیوں کے دلوں میں تھے، دور ہو جاتے ہیں۔ (سراج البیان: 99,98/1)

سوال 4: ﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ ''اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں'' اللہ تعالیٰ معبود برحق ہے لہٰذا ہر قسم کی عبادت اور اطاعت اسی کے لئے ہونی چاہئے کیونکہ وہ تمام صفات سے متصف اور عظیم نعمتیں دینے والا ہے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ﴾ ''اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں وسیع رحمت والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (البقرہ: 163)

(2) بندے کا حق یہ ہے کہ اپنے رب کا بندہ بن کر رہے، اس کے احکامات کی تعمیل کرتا رہے، اس کے منع کئے ہوئے کاموں سے بچتا رہے۔

(3) اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شے باطل ہے لہٰذا اس کے سوا ہر ایک کی عبادت باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز مخلوق اور ناقص، ہر لحاظ سے محتاج ہے لہٰذا کسی قسم کی عبادت کا حق نہیں رکھتی۔ (تفسیر سعدی: 304/1)

(4) اس جملے میں نفی اور اثبات ہے۔ نفی اس بات کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی عبادت کا مستحق نہیں اور اثبات اس بات کا ہے کہ ہر قسم کی الوہیت و عبودیت کے حق دار صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہیں۔

(5) حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں اس بات کی خبر ہے کہ وہ تمام مخلوقات کے لیے تنہا الوہیت والے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر: 330/1)

(6) رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا﴾ ''اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تم سب کو قیامت کے دن ضرور جمع کرے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گا جس میں کوئی شبہ نہیں اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ بات میں سچا اور کون ہے؟'' (النساء:87)

(7) رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ﴾ ''پھر اگر وہ منہ موڑیں تو آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ ہی مجھے کافی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہی عرشِ عظیم کا رب ہے۔'' (التوبہ:129)

(8) امام ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس آیت کریمہ میں عقیدہ توحید کا اثبات اور ان سب گروہوں کی تردید ہے، جن کے باطل عقائد پہلے تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں اس آیت میں سب سے جلیل القدر، سب سے بڑی عظمت والی، سب سے زیادہ عدل وانصاف والی اور سب سے سچی گواہی ہے جو کہ سب سے بڑی شان وعظمت والے اللہ تعالیٰ نے سب سے بڑی قدر ومنزلت والی بات عقیدہ توحید کی دی ہے۔ (بدائع التفسیر:217/1)

(9) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایمان کی ساٹھ سے کچھ اوپر یا ستر سے کچھ اوپر شاخیں ہیں۔ ان میں سے سب سے بڑی فضیلت والی ﴿لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ﴾ شاخ ہے اور سب سے کم رتبے والی راستے سے اذیت کو ہٹانا ہے اور حیا ایمان کی ایک شاخ ہے۔'' (صحیح مسلم:58)

(10) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب کبھی بھی بندہ کبائر سے اجتناب کرتے ہوئے اخلاص سے (یعنی ریاکاری اور دکھاوے کے لیے نہ کہا جائے ایمان ویقین کے ساتھ کہے) ﴿لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ﴾ کہتا ہے تو اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ کلمہ توحید عرش تک پہنچ جاتا ہے۔'' (ترمذی:3590)

(11) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''﴿لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ﴾ سب سے زیادہ فضیلت والا ذکر ہے۔'' (صحیحہ:1497)

(12) عبدالرحمن مبارک پوری لکھتے ہیں: کیونکہ یہ کلمہ توحید ہے اور توحید جیسی کوئی چیز نہیں۔ یہ کفر وایمان کے درمیان حد فاصل ہے۔ دل کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ سب سے زیادہ جوڑنے والا، غیر اللہ کی سب سے زیادہ نفی کرنے والا، تزکیہ نفس میں سب سے مؤثر، باطن کی صفائی میں سب سے قوی، خیالات کو نفس کی خباثت سے سب سے زیادہ دور کرنے والا اور شیطان کو سب سے زیادہ دفع کرنے والا ہے۔ (تحفۃ الاحوذی:229/9)

(13) ﴿عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ عِنْدَ الْكَرْبِ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْعَلِيمُ الْحَلِيمُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ رَبُّ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ پریشانی کے وقت یہ دعا کرتے تھے۔ ''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں جو بہت جاننے والا بڑا بردبار ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں جو عرش عظیم کا رب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رب نہیں جو آسمانوں کا رب ہے، زمین کا رب اور عرش کریم کا رب ہے۔'' (صحیح بخاری:7426)

سوال 5: اللہ تعالیٰ کے اسم ﴿اَلْحَیُّ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلْحَیُّ﴾ ''ہمیشہ زندہ ہے'' سے مراد وہ ہستی ہے جسے کامل حیات حاصل ہو اور یہ مستلزم ہے تمام صفات ذاتیہ کو مثلاً سننا، دیکھنا، جاننا اور قدرت رکھنا وغیرہ۔ (تفسیر سعدی:301/1)

(2) قتادہ رحمہ اللہ نے بیان کیا: ﴿اَلْحَیُّ﴾ ''وہ ذات ہے جو فوت نہیں ہوتی۔'' (تفسیر قرطبی:271/1)

(3) امام سدی رحمہ اللہ نے بیان کیا: ﴿اَلْحَیُّ﴾ ''سے مراد باقی رہنے والے۔'' (تفسیر قرطبی:271/3)

(4) امام طبری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''بلاشبہ ﴿اَلْحَیُّ﴾ سے مراد وہ ذات ہے کہ اسی کے لیے دائمی زندگی اور ایسی بقا ہے کہ نہ تو اس کے اول کے لیے کوئی حد ہے اور نہ آخر کے لیے کوئی انتہا، کیونکہ اس کے علاوہ ہر چیز اگرچہ زندہ ہو، اس کی زندگی کے اول کے لیے حد ہے اور آخر کے لیے انتہا ہے وہ اپنی مدت کے ختم ہونے سے ختم ہو جاتی ہے اور اپنے وقت کے پورے ہونے پر ناپید ہو جاتی ہے۔'' (تفسیر طبری:387،386/5)

(5) امام بغوی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے: ''وہ ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔'' (تفسیر بغوی:238/1)

(6) امام ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''اسی کے لیے زندگی اپنی انتہائی شکل میں ہے اسی لیے اس پر موت کا بالکل غلبہ نہیں۔'' (القصیدۃ النونیہ:538)

(7) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿هُوَ الْحَیُّ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ ''وہی زندہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، چنانچہ اسی کو پکارو کہ دین کو اس کے لیے خالص کرنے والے ہو، تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔'' (المومن:65)

(8) شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی رائے میں اسم مبارک تمام صفات کمال کو لازم کر دیتا ہے اور یہی اسم اعظم ہے۔ وہ لکھتے ہیں: ﴿اَلْحَیُّ﴾ بجائے خود تمام صفات کو لازم کرتا ہے اسی لیے قرآن کریم کی عظیم ترین آیت ﴿اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ﴾ ہے وہی اسم اعظم ہے کیونکہ ہر زندہ، شعور اور ارادے والا ہوتا ہے اسی لیے وہ تمام صفات کو لازم کرتا ہے اگر اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے کسی ایسی صفت پر اکتفا کرنا ہوتا جو دیگر صفات کو لازم کرے تو صفت ﴿اَلْحَیُّ﴾ سے کیا جاتا۔'' (مجموع الفتاوی:311/18)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(9) شیخ محمد بن صالح عثیمین نے بیان کیا: ﴿اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ﴾ اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارکہ میں سے دو نام ہیں اور وہ دونوں اپنے اندر تمام اوصاف اور افعال کو سموئے ہوئے ہیں کمال اوصاف ﴿اَلْحَیُّ﴾ میں اور کمال افعال ﴿اَلْقَیُّوْمُ﴾ میں ہیں کیونکہ ﴿اَلْحَیُّ﴾ کا معنی کامل زندگی والے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی زندگی کا کمال وجود و عدم اور کمال و نقص دونوں پہلوؤں سے ہے (یعنی وہ ہمیشہ سے موجود ہے اور ہمیشہ موجود رہے گا اور اس کی زندگی ہر قسم کے نقص، عیب، خلل اور کوتاہی سے یکسر خالی ہے۔) (تفسیر آیت الکرسی، ص 7)

(10) نبی ﷺ کی دعاؤں میں سے ہے: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے: ﴿اَللّٰهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْكَ أَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِعِزَّتِكَ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَنْ تُضِلَّنِي أَنْتَ الْحَيُّ الَّذِي لَا يَمُوتُ وَالْجِنُّ وَالْإِنْسُ يَمُوتُونَ﴾ ''یعنی اے پروردگار! میں تیرا فرمانبردار ہو گیا اور تجھ پر ایمان لایا اور تجھ پر بھروسا کیا اور تیری طرف رجوع کیا اور تیری مدد سے دشمنوں سے لڑا۔ اے مالک میرے! میں تیری عزت کی پناہ مانگتا ہوں کوئی برحق معبود نہیں سوائے تیرے، اس بات سے کہ تو بھٹکا دے مجھ کو، تو وہ زندہ ہے جو کبھی نہیں مرتا، جن اور آدمی مرتے ہیں۔'' (مسلم: 2717)

(11) سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہے اور اس سے پہلے کوئی چیز نہ تھی۔'' (بخاری: 7418)

سوال 6: اللہ تعالیٰ کے اسم ﴿اَلْقَیُّوْمُ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلْقَیُّوْمُ﴾ ''ہر چیز کو قائم رکھنے والا ہے'' سے مراد وہ ذات ہے جو خود قائم ہو اور دوسروں کا قیام اس سے ہو۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے وہ تمام افعال شامل ہو جاتے ہیں جن سے وہ متصف ہو، یعنی وہ جو چاہے کر سکتا ہے استوا، نزول، کلام، قول، پیدا کرنا، رزق دینا، موت دینا، زندہ کرنا اور دیگر نوع کی تدبیر سب اس کے قیوم ہونے میں شامل ہیں۔ اس لئے بعض محققین کا کہنا ہے یہی وہ اسم اعظم ہے جس کے ذریعے دعا رد نہیں ہوتی۔ (تفسیر سعدی: 305/1)

(2) ﴿اَلْقَیُّوْمُ﴾ ''ہر چیز کو قائم رکھنے والا ہے'' اس سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ ساری مخلوقات کی تخلیق، رزق، دیکھ بھال اور حفاظت کرنے والے ہیں۔ ہر چیز کا وجود، بقا اور تدبیر اس کے دست قدرت سے ہے۔

(3) امام طبری لکھتے ہیں: ﴿اَلْقَیُّوْمُ﴾ لفظ ﴿قِیَام﴾ سے ﴿فَیْعُوْلٌ﴾ کا وزن ہے اور اس کا اصلی لفظ ﴿اَلْقَیْوَوْمُ﴾ ہے۔ ''اپنی مخلوق کو رزق دینے اور اس کی حفاظت کا بندوبست فرمانے والے ہیں۔'' (تفسیر طبری: 388/5)

(4) اللہ تعالیٰ بذات خود قائم ہے اس کا قیام کسی دوسری چیز پر منحصر نہیں۔ قیام ذات کی عزت کا وہی مالک ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5) ہمیشگی اسی کو حاصل ہے۔ وہ ہر چیز پر قائم، موجود، لازوال اور غیر متغیر ہے۔

(6) امام ربیع سے نقل ہے کہ انہوں نے بیان کیا: ''ہر چیز کا نظم ونسق چلانے والا کہ وہ اس کی دیکھ بھال کرتا، اسے رزق دیتا اور اس کی حفاظت کرتا ہے۔'' (تفسیر طبری: 388/5)

(7) امام قتادہ رحمہ اللہ نے بیان کیا: ''اپنی مخلوق کے معاملات کی تدبیر کرنے والا ہے۔'' (البحر المحیط: 287/1)

(8) امام ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنے القصیدۃ النونیہ میں قلم بند کیا ہے: ''اس میں دو باتیں ہیں: ان دو میں سے ایک یہ کہ وہ از خود قائم ہے اور دوسری یہ کہ پوری کائنات کا قیام اس کے ساتھ ہے۔ وہ دو باتیں ہیں: (الف) وہ اپنے سوا ہر کسی سے مستغنی ہے۔ (ب) تمام مخلوق اس کی محتاج ہے۔ ﴿اَلْقَيُّوْمُ﴾ کی صفت والا ہونا بہت بڑی شان وعظمت والی بات ہے اس طرح اس صفت والا اللہ تعالیٰ بھی بہت بڑی شان والا ہے۔

(9) اپنے سوا دیگر سب چیزوں کو قائم رکھنے والا، اسی لیے سب موجود چیزیں اس کی محتاج ہیں اور وہ ان سے بے نیاز ہے۔ اس کے حکم کے بغیر ان سب چیزوں کا قیام نہیں یعنی نہ تو از خود وجود میں آسکتی ہیں اور نہ ہی وجود میں آنے کے بعد اپنے تئیں باقی رہ سکتی ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر: 330/1)

(10) کائنات کی تمام چیزوں کا وجود، بقا اور حفاظت حکم الٰہی ہی سے ہے، قرآن وسنت میں اس کے پختہ دلائل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بغیر ان چیزوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ۛ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ۭ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۢ بَصِيْرٌ﴾ ''اور کیا انہوں نے اپنے اوپر پرندوں کو نہیں دیکھا اس حال میں کہ وہ پر پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں اور کبھی سمیٹ لیتے ہیں رحمان کے سوا انہیں کوئی نہیں تھامتا، بلاشبہ وہ ہر چیز کو خوب دیکھنے والا ہے۔'' (الملک: 19) ﴿اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَاۗءِ ۭ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ ''کیا انہوں نے پرندوں کو نہیں دیکھا کہ آسمان کی فضا میں مسخر ہیں؟ انہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں تھامتا بلاشبہ اس میں یقینا نشانیاں ہیں ان کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں۔'' (النحل: 79)

(11) قاضی ابن ابی العز حنفی لکھتے ہیں: ''تمام اسمائے حسنیٰ کا مدار ان دو ناموں ﴿اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ﴾ پر ہے اور ان سب کے معنی ان دونوں ہی کی طرف پلٹتے ہیں اور اسم مبارک وہ اپنے اندر کمال غنیٰ اور کمال قدرت سموئے ہوئے ہے سو وہ بلاشبہ اپنی وجہ سے قائم ہیں، وہ اپنے علاوہ کسی کے بھی کسی بھی اعتبار سے محتاج نہیں ہیں۔ اپنے سوا سب کو قائم کرنے والے ہیں۔ ان کے علاوہ کسی کا بھی ان کے بغیر قیام نہیں۔ اس طرح ان دونوں ناموں نے اپنے اندر صفات کمال کو بہترین انداز میں سمو رکھا ہے۔'' (شرح العقیدۃ الطحاویۃ فی العقیدۃ السلفیۃ، ص: 78)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 7: ﴿لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کی حیات اور قیومیت کا ایک مظہر ہے کہ اسے اونگھ آتی ہے نہ نیند۔

(2) ﴿لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ﴾ ''اس کو نہ اونگھ آتی ہے اور نہ ہی نیند'' اس کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ اونگھ، غفلت، نیند اور بے خبری سے پوری طرح پاک ہے۔ اسی لیے وہ ہر چیز کا نگہبان ہے۔

(3) مولانا عبدالماجد دریابادی لکھتے ہیں: ''جاہلی مذہبوں کے دیوتا نیند سے جھوم بھی جاتے ہیں اور سونے بھی لگتے ہیں اور اسی غفلت کی حالت میں ان سے طرح طرح کی فروگذاشتیں ہوجاتی ہیں، مسیحیوں اور یہود کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ حق تعالیٰ نے جب چھ روز میں آسمانوں اور زمین کو بناڈالا تو ساتویں دن اسے سستانے اور آرام لینے کی ضرورت پڑگئی، اسلام کا خدا، دائم، بے دار، غفلت، سستی اور تھکن سب سے ماوراء خدا ہے۔'' (تفسیر ماجدی)

(4) سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ کھڑے ہوکر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پانچ باتیں بتائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تبارک وتعالیٰ سوتا نہیں، نہ نیند اس کی ذات کے لائق ہے، وہ ترازو کا حافظ ہے جس کے لیے چاہے جھکا دے، جس کے لیے چاہے نہ جھکائے، دن کے اعمال رات سے پہلے اور رات کے اعمال دن سے پہلے اس کی طرف لے جائے جاتے ہیں، اس کے سامنے نور یا آگ کے پردے ہیں۔'' ابوبکر کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''اس کا پردہ آگ ہے اور اگر وہ اس پردے کو کھول دے تو اس کے چہرے کی تجلیاں ان تمام چیزوں کو جلا دیں جن تک اس کی نگاہ پہنچے۔'' (مسلم:179)

سوال 8: اللہ تعالیٰ زمین وآسمان کا مالک ہے، اس کی وضاحت ﴿لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ ''جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اسی کا ہے'' اللہ تعالیٰ زمین وآسمان کا مالک ہے اور باقی سب مملوک ہیں۔ وہ خالق ہے اور باقی مخلوق، وہ رازق ہے اور باقی سب مرزوق۔

(2) ''جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اسی کا ہے'' سورج، چاند، ستارے، فرشتے اور آسمان میں موجود ہر چیز اور زمین میں موجود ہر چیز، اپنی تخلیق، ملکیت، بندگی، تدبیر اور انتظام وانصرام کے اعتبار سے تنہا اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اس میں کوئی اس کا شریک نہیں۔

(3) زمین وآسمان میں کسی کو نہ اپنے معاملے میں خود اختیار ہے نہ دوسرے اختیار رکھتے ہیں۔ امام طبری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''وہ ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تمام چیزوں کے کسی شریک اور مدمقابل کے بغیر مالک اور دیگر تمام معبودان باطلہ کے بغیر خالق ہیں۔'' (تفسیر طبری:5/395)

(4) قاضی ابن عطیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''ملکیت کے ساتھ لہٰذا وہ تمام چیزوں کے مالک اور رب ہیں۔'' (المحرر الوجیز:2/276)

(5) امام بغوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''ملکیت اور تخلیق کے اعتبار سے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے ان ہی کے لیے ہے۔'' (تفسیر بغوی:1/239)

سوال 9: اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا مالک ہے، اس عقیدے کا انسان کی زندگی پر کیا اثر پڑتا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ ہر چیز کا مالک ہے، اس کی ملکیت کسی حد میں محدود نہیں، اس کی ملکیت کسی شرط کے ساتھ مشروط نہیں، اس کی ملکیت میں کوئی اس کا شریک نہیں، اس کی ملکیت کبھی ختم ہونے والی نہیں۔ اس عقیدے کا مومن کی زندگی پر گہرا اثر پڑتا ہے۔ وہ شعوری طور پر اپنی ہر چیز کو مالک کی ملکیت سمجھنے لگتا ہے۔

(2) اس عقیدے کی وجہ سے مومن کے دل سے لالچ، حرص، بخل اور رات دن جمع کرنے کی فکر ختم ہو جاتی ہے۔

(3) اس عقیدے کی وجہ سے مومن کے اندر صبر، قناعت اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہونے کی صفات پیدا ہو جاتی ہیں اور وہ فیاض اور سخی ہو جاتا ہے۔ اس کے دل میں سکون اور اطمینان پیدا ہو جاتا ہے۔

(4) اس عقیدے کی وجہ سے مومن کے دل میں کسی چیز کے نہ ملنے پر حسرت، جلن یا گھٹن پیدا نہیں ہوتی۔

سوال 10: اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر سفارش ممکن نہیں، اس کی وضاحت ﴿مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ﴾ ''کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کی جناب میں سفارش کرے'' اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال اور کبریائی کا بیان ہے۔ روز قیامت کوئی اس کی اجازت کے بغیر اس کے حضور شفاعت کرنے کی جسارت بھی نہیں کر پائے گا۔ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَلَا یَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی﴾ ''اور وہ سفارش نہیں کرتے مگر اس کے لئے جسے اللہ تعالیٰ پسند کرے۔'' (الانبیاء:28)

(2) کوئی شفاعت نہیں کر سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ شفاعت کا مالک ہے لیکن جب وہ چاہے گا تو جس بندے پر رحم کرے گا اس کے حق میں اجازت دے گا۔ اجازت ملنے سے پہلے کوئی شفاعت نہیں کر سکے گا۔

(3) اللہ تعالیٰ کی جانب سے شفاعت کی خاطر اجازت کا حاصل ہونا ثابت ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسی طرح جیسے ہم دنیا میں جمع ہوتے ہیں، مومنوں کو اکٹھا کرے گا (وہ گرمی وغیرہ سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پریشان ہوکر) کہیں گے: کاش ہم کسی کی سفارش اپنے مالک کے پاس لے جاتے تاکہ ہمیں اپنی اس حالت سے آرام ملتا۔ چنانچہ سب مل کر سیدنا آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے۔ ان سے کہیں گے: سیدنا آدم علیہ السلام آپ لوگوں کا حال نہیں دیکھتے کس بلا میں گرفتار ہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے (خاص) اپنے ہاتھ سے بنایا اور فرشتوں سے سجدہ کرایا اور ہر چیز کے نام آپ کو بتلائے، کچھ سفارش کیجیے تاکہ ہم کو اس جگہ سے نجات ہو کر آرام ملے۔ کہیں گے میں اس لائق نہیں، ان کو وہ گناہ یاد آجائے گا جو انہوں نے کیا تھا (ممنوع درخت میں سے کھانا) مگر تم لوگ ایسا کرو سیدنا نوح علیہ السلام پیغمبر کے پاس جاؤ وہ پہلے پیغمبر ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کی طرف بھیجا تھا۔ آخر وہ لوگ سب نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے، وہ بھی یہی جواب دیں گے کہ میں اس لائق نہیں۔ اپنی خطا جو انہوں نے (دنیا میں) کی تھی یاد کریں گے۔ کہیں گے تم لوگ ایسا کرو سیدنا ابراہیم علیہ السلام پیغمبر کے پاس جاؤ جو اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں (ان کے پاس جائیں گے) وہ بھی اپنی خطائیں یاد کر کے کہیں گے: میں اس قابل نہیں، تم سیدنا موسیٰ علیہ السلام پیغمبر کے پاس جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو تورات عنایت فرمائی، ان سے بول کر باتیں کیں۔ یہ لوگ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے وہ بھی یہی کہیں گے میں اس لائق نہیں اپنی خطا جو انہوں نے دنیا میں کی تھی یاد کریں گے مگر تم ایسا کرو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پیغمبر کے پاس جاؤ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے، اس کے رسول، اس کے خاص کلمہ اور خاص روح ہیں۔ یہ لوگ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے وہ کہیں گے میں اس لائق نہیں تم ایسا کرو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ وہ اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے ہیں جن کی اگلی پچھلی سب خطائیں بخش دی گئی ہیں۔ آخر یہ سب لوگ جمع ہو کر میرے پاس آئیں گے۔ میں چلوں گا اور اپنے پروردگار کی بارگاہ میں حاضر ہونے کی اجازت مانگوں گا، مجھ کو اجازت ملے گی۔ میں اپنے پروردگار کو دیکھتے ہی سجدے میں گر پڑوں گا اور جب تک اس کو منظور ہے وہ مجھ کو سجدے میں ہی پڑا رہنے دے گا۔ اس کے بعد حکم ہوگا "محمد اپنا سر اٹھاؤ اور عرض کرو، تمہاری عرض سنی جائے گی، تمہاری درخواست منظور ہوگی، تمہاری سفارش مقبول ہوگی۔" اس وقت میں اپنے مالک کی ایسی تعریفیں کروں گا جو وہ مجھ کو سکھا چکا ہے۔ (یا سکھلائے گا) پھر لوگوں کی سفارش شروع کروں گا۔ سفارش کی ایک حد مقرر کر دی جائے گی۔ میں ان کو بہشت میں لے جاؤں گا، پھر لوٹ کر اپنے پروردگار کے پاس حاضر ہوں گا اور اس کو دیکھتے ہی سجدے میں گر پڑوں گا جب تک پروردگار چاہے گا مجھ کو سجدے میں پڑا رہنے دے گا۔ اس کے بعد ارشاد ہوگا: "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنا سر اٹھاؤ! جو تم کہو گے سنا جائے گا اور سفارش کرو گے تو قبول ہوگی۔" پھر میں اپنے پروردگار کی ایسی تعریفیں کروں گا جو اللہ تعالیٰ نے مجھ کو سکھلائیں (یا سکھلائے گا) اس کے بعد سفارش کروں گا لیکن سفارش کی ایک حد مقرر کر دی جائے گی میں ان کو بہشت میں لے جاؤں گا، پھر لوٹ کر اپنے پروردگار کے پاس حاضر ہوں گا۔ اس کو دیکھتے ہی سجدے میں گر پڑوں گا جب تک پروردگار چاہے گا مجھ کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سجدے میں پڑا رہنے دے گا اس کے بعد ارشاد ہوگا: ''محمد اپنا سر اٹھاؤ جو تم کہو گے سنا جائے گا اور سفارش کرو گے تو قبول ہو گی۔'' پھر میں اپنے پروردگار کی ایسی تعریفیں کروں گا جو اس نے مجھ کو سکھلائیں (یا سکھلائے گا) اس کے بعد سفارش شروع کر دوں گا لیکن سفارش کی ایک حد مقرر کر دی جائے گی۔ میں ان کو بہشت میں لے جاؤں گا پھر لوٹ کر اپنے پروردگار کے پاس حاضر ہوں گا عرض کروں گا: یا پاک پروردگار! اب تو دوزخ میں ایسے ہی لوگ رہ گئے ہیں جو قرآن کے بموجب دوزخ ہی میں ہمیشہ رہنے کے لائق ہیں (یعنی کافر اور مشرک) انس رضی اللہ عنہ نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دوزخ سے وہ لوگ بھی نکال لیے جائیں گے جنہوں نے لا الہ الا اللہ کہا ہوگا اور ان کے دل میں چیونٹی برابر (یا بھنگے برابر) ایمان ہوگا۔'' (صحیح بخاری:7410)

(4) انسان اللہ تعالیٰ کے دربار میں غلاموں کی طرح کھڑا ہوگا۔ نہ اپنے مقام سے آگے بڑھ سکے گا نہ سفارش کی جرأت کر سکے گا الّا یہ کہ پیشگی اس کی اجازت دی گئی ہو۔

(5) اذن الٰہی کے بغیر شفاعت کی نفی پر دلالت کرنے والی آیات کے مقابلے میں اس آیت یعنی آیت الکرسی کے حصے سے حاصل ہونے والی بات کہیں درجے زیادہ زوردار ہے۔

(6) علامہ شوکانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''اس میں اس شخص کے لیے انتہا درجے کی ڈانٹ ڈپٹ اور زجر و توبیخ ہے جو کہ یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی شخص کسی کو شفاعت کے ذریعے نفع پہنچا سکتا ہے۔ اس میں قبروں کے پجاریوں کے سینوں پر ایسی ضرب کاری، چہروں پر ایسا زوردار طمانچہ اور بازوؤں کا اس قدر توڑنا ہے کہ اس کا کما حقہ اندازہ کرنا محال اور اس کی انتہا کو پہنچنا ناممکن ہے۔''

(7) قاضی بیضاوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ کی شان کبریائی کا بیان ہے کہ یہ تو بہت دور کی بات ہے کہ کوئی عناد یا دشمنی یا جھگڑے سے اس کے ارادے کی راہ میں رکاوٹ بنے بلکہ صورت حال یہ ہے کہ ایسا بھی نہیں ہے کہ کوئی اس کے مساوی یا رتبے میں قریب ہونے کی بنا پر شفاعت یا اس کے روبرو عاجزی کر کے، اس کے ارادے کو ٹال دے۔'' (تفسیر بیضاوی:134/1)

(8) ابوحیان اندلسی رحمہ اللہ نے تحریر کیا ہے: اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی بادشاہت اور کبریائی عظمت کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ کسی کے لیے یہ بھی ممکن نہیں کہ وہ اس کے حضور اس کی اجازت کے بغیر شفاعت کرنے کی خاطر آگے بڑھے۔ یہ آیت اللہ تعالیٰ کے اذن سے شفاعت کے ہونے پر دلالت کرتی ہے اور اذن کا یہاں معنی حکم ہے۔ (البحر المحیط:288/1) اس انداز سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آخر یہ کیسے ہو سکتا ہے، کون ہے جو یہ جرأت کرے؟

(9) اس حقیقت کی روشنی میں سارے غلط نظریات واضح ہو جاتے ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ رب رب ہے اور بندہ بندہ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 11: اللہ تعالیٰ کے علم کی وضاحت ﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ ''وہ جانتا ہے جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے'' اللہ تعالیٰ انسانوں کے ماضی اور مستقبل کے حالات اور معاملات کی تفصیلات جانتا ہے یعنی اگلے پچھلے حاضر غائب سب کا علم رکھتا ہے۔ ان میں بندوں کو کوئی اختیار حاصل نہیں۔

(2) اس میں مخلوق کی بغیر اجازت کے شفاعت سے محرومی کا سبب بتایا گیا ہے۔ شفاعت کرنے اور شفاعت پانے کی اہلیت کا علم صرف اللہ رب العزت کو ہے۔ اس لیے شفاعت کرنے کا اختیار بھی صرف وہی دے سکتا ہے۔

(3) ﴿مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ﴾ سے مراد ان سے پہلے دنیا کے معاملات اور ﴿وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ سے مقصود ان کے بعد آخرت کا معاملہ۔ (تفسیر بغوی: 239/1)

(4) ﴿مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ﴾ سے مراد آخرت ہے، کیونکہ وہ ان کے آگے ہے اور وہ اس کی جانب پیش قدمی کر رہے ہیں اور ﴿وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ سے مقصود دنیا ہے کیونکہ وہ اسے اپنے پیچھے چھوڑ رہے ہیں۔ (تفسیر کبیر: 11,10/7)

(5) ﴿مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ﴾ جو خیر و شر وہ کر چکے ہیں اور ﴿وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ جو وہ اس کے بعد کریں گے۔ (تفسیر کبیر: 11/7)

(6) ﴿مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ﴾ جو کچھ وہ محسوس کرتے ہیں اور ﴿وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ جو کچھ وہ سمجھتے ہیں۔ (تفسیر بیضاوی: 134/1)

(7) اللہ تعالیٰ اپنے علم سے ہر اس چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے جو تھی اور جو ہے اور جو ہوگی۔ کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے مخفی اور چھپی ہوئی نہیں وہ ساری مخلوقات کے تمام حالات سے خوب آگاہ ہے۔ جابر بن سلمی رضی اللہ عنہ نے خبر دی، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کو اپنے ہر مباح کام میں استخارہ کرنا سکھاتے تھے جس طرح آپ ﷺ قرآن کی سورت سکھاتے تھے۔ آپ ﷺ فرماتے کہ جب تم میں سے کوئی کسی کام کا قصد کرے تو اسے چاہیے کہ فرض کے سوا دو رکعت نفل نماز پڑھے، پھر سلام کے بعد یہ دعا کرے ''اے اللہ! میں تیرے علم کے طفیل اس کام میں خیریت طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت کے طفیل طاقت مانگتا ہوں اور تیرا فضل۔ کیونکہ تجھے قدرت ہے اور مجھے نہیں، تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا اور تو غیوب کا بہت جاننے والا ہے۔ اے اللہ! پس اگر تو یہ بات جانتا ہے (اس وقت استخارہ کرنے والے کو اس کام کا نام لینا چاہیے) کہ اس کام میں میرے لیے دنیا و آخرت میں بھلائی ہے یا اس طرح فرمایا کہ ''میرے دین میں اور گزران میں اور میرے ہر انجام کے اعتبار سے بھلائی ہے تو اس پر مجھے قادر بنا دے اور میرے لیے اسے آسان کر دے، پھر اس میں میرے لیے برکت فرما۔ اے اللہ! اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے لیے برا ہے میرے دین اور گزارہ کے اعتبار سے اور میرے انجام کے اعتبار سے، یا فرمایا کہ میری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دنیا و دین کے اعتبار سے تو مجھے اس کام سے دور کر دے اور میرے لیے بھلائی مقدر کر دے جہاں بھی وہ ہو اور پھر مجھے اس پر راضی اور خوش رکھ۔'' (صحیح بخاری:7390)

(8) حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: کائنات کی تمام چیزوں کے ماضی حال اور مستقبل کے متعلق اللہ تعالیٰ کے علم کے احاطہ کرنے کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''اور غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں، اس کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا، اور وہ خشکی اور سمندر کی ہر چیز کو جانتا ہے اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اسے بھی جانتا ہے اور زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ نہیں گرتا اور نہ کوئی تر چیز اور نہ کوئی خشک چیز مگر سب کھلی کتاب میں ہے۔'' (الانعام:59) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''غیب کی پانچ کنجیاں ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا کہ رحم مادر میں کیا ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا، اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب آئے گی، اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا کہ کس جگہ کوئی مرے گا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب ہوگی۔'' (صحیح بخاری:7379)

سوال 12: اللہ تعالیٰ کے علیم ہونے کا تصور انسان پر کیسے اثرات مرتب کرتا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کے علیم ہونے کے عقیدے کی وجہ سے مومن اس ذات سے قلبی اور ذہنی تعلق میں بندھ جاتا ہے، وہ ہر لمحے اللہ تعالیٰ کو خود پر نگران محسوس کرتا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ کے علیم ہونے کے عقیدے کی وجہ سے مومن یہ یقین رکھتا ہے کہ اس سے کچھ بھی چھپایا نہیں جا سکتا۔

(3) اللہ تعالیٰ کے علیم ہونے پر یقین سے مومن کی روح کانپتی ہے پھر وہ ہر ایسے کام سے بچتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہو۔ (4) مومن تکلیف میں اسی کو پکارتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میرا رب میرے حالات سے واقف ہے، وہ قدرت رکھنے والا ضرور میری مدد فرمائے گا۔

(5) مومن یقین رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ظاہر و باطن کا علم رکھتا ہے، ہر حاضر و غائب کا علم رکھتا ہے، وہ ساری جزویات پر حاوی علم رکھتا ہے۔ وہ یقین رکھتا ہے کہ اس نے زندگی گزارنے کے لیے جو طور طریقے، اصول، ضابطے اور قوانین دیے ہیں وہی اصل حق ہے، ان ہی کی پابندی کرنی ہے۔

(6) مومن یقین رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو ہمارے لیے نمونہ بنایا ہے تو پوری زندگی ان کے نقش قدم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر چلنا ہے۔

(7) اس لیے مومن اپنے اعمال میں حد درجہ محتاط ہو جاتا ہے۔ وہ اپنی ہر سوچ، اپنی گفتگو، اپنے تعلقات، حقوق و فرائض کی ادائیگی میں اپنے آپ کو اپنے رب کے سامنے محسوس کرتا ہے کیونکہ وہ یقین رکھتا ہے کہ میرا مولا علیم ہے مجھ سے حساب لے گا۔ یوں مومن متقی بن جاتا ہے کیونکہ وہ نہیں چاہتا کہ اس کا مولا اسے وہاں دیکھے جہاں سے اس نے روکا ہے۔

(8) اللہ تعالیٰ کے علیم ہونے کے عقیدے کی وجہ سے مومن کو اللہ تعالیٰ کی رضا عزیز ہو جاتی ہے۔

(9) اللہ تعالیٰ کے علیم ہونے کا عقیدہ مومن کو ہر بدی اور ہر ظلم سے روکتا ہے۔

سوال 13: ﴿وَلَا ۔۔۔ شَآءَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ﴾ ''اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا بھی احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے'' اللہ تعالیٰ کی معلومات کے بارے میں کوئی علم نہیں رکھتا۔ اس کے بارے میں انسان اتنا ہی جانتے ہیں جتنا اس نے خود علم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علم سے کوئی چیز انسان کو تب ملتی ہے جب وہ خود دینا چاہے۔

(2) انسان کا علم محدود ہے اس لیے کوئی بھی اپنے علم سے اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کا احاطہ نہیں کر سکتا ماسوائے اس کے جو اس نے خود علم دیا ہے۔

(3) کائنات کی ہر چیز کا کامل اور محیط علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اس کے سوا کسی اور کو نہیں۔ اللہ تعالیٰ جس قدر مناسب سمجھتا ہے اتنا علم انسان کو عطا کر دیتا ہے۔

(4) علامہ ابو حیان اندلسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''احاطہ کا تقاضا تمام اطراف سے چیز کو گھیرنا اور اس پر مشتمل ہونا ہے۔'' (البحر المحیط: 1/289)

(5) علامہ ابن ابی العز حنفی اس کی شرح میں تحریر کرتے ہیں: ''اور اس کا معنی یہ ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا احاطہ کرنے والا اور ہر چیز کے اوپر ہے۔'' (العقیدۃ الطحاویہ: 259)

(6) امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''اور وہ ہر چیز کا احاطہ کرنے والا اور اس کے اوپر ہے۔'' (العقیدۃ الطحاویہ: 257)

(7) علامہ راغب اصفہانی نے تحریر کیا ہے: ''کسی چیز کے علم کے اعتبار سے احاطہ یہ ہے کہ اس کے وجود، جنس، کیفیت، غرض و غایت، اس کی ایجاد کس چیز کے ساتھ اور کس سے ہوئی اور ان سب باتوں کے بارے میں علم ہو۔'' (المفردات: 136، 137)

(8) صرف اللہ تعالیٰ کا علم کامل ہے، بے قید ہے۔ (9) اس طرح یہ دو باتیں کہ ﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ ''وہ جانتا ہے جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے'' اور ﴿وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿بِمَا شَآءَ﴾ ''اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا بھی احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے'' ﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ کے لیے دلیل ہیں کہ الوہیت وعبودیت کا مستحق وہی ہوسکتا ہے جسے کائنات کی ہر چیز کے بارے میں کامل اور محیط علم ہو اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی ایسا نہیں۔ اس لیے اس کے علاوہ کوئی بھی الوہیت وعبودیت کا حق دار نہیں۔

سوال 14: ﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾ ''اس کی کرسی آسمانوں اور زمین کو سموئے ہوئے ہے'' ﴿كُرْسِيُّهُ﴾ ''اس کی کرسی'' اس بارے میں علامہ شوکانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''حقیقی معنی چھوڑ کر کسی دوسرے معنی کی طرف جانے کا کوئی معقول سبب نہیں۔'' (فتح القدیر: 412/1)

(2) ﴿وَسِعَ﴾ سے مراد جیسے کہ امام بغوی نے بیان کیا ہے ''بھر دیا'' اور ''احاطہ کیا''۔ (تفسیر بغوی: 239/1)

(3) علامہ شوکانی رحمہ اللہ نے تحریر کیا ہے: یعنی (سارے) آسمان اور زمین اس (یعنی الکرسی) میں ہیں اور بلاشبہ وہ ان کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور وہ (الکرسی) ان کا احاطہ کرنے میں کوتاہ نہیں، کیونکہ وہ بہت فراخ اور وسیع ہے۔ (فتح القدیر: 412/1)

(4) سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں مسجد الحرام میں داخل ہوا اور رسول اللہ ﷺ کو اکیلے دیکھ کر آپ ﷺ کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کون سی آیت افضل ہے، جو آپ ﷺ پر نازل ہوئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''آیۃ الکرسی ہے۔ (اللہ تعالیٰ کی اس وسیع) کرسی کے مقابلے میں سات آسمان اس طرح ہیں، جیسے بیابان زمین میں کوئی چھلا پڑا ہو اور پھر کرسی کے مقابلے میں (اللہ تعالیٰ کے) عرش کی ضخامت اس طرح ہے جیسے اس چھلے کے مقابلے میں بیابان کا وجود ہے۔'' (صحیحہ: 109)

(5) شیخ البانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: یہ حدیث ﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾ کی تفسیر کی غرض سے بیان کی گئی ہے اور یہ واضح طور پر بیان کرتی ہے کہ الکرسی مخلوقات میں سے عرش کے بعد سب سے بڑی مستقل موجود چیز ہے اور وہ کوئی معنوی چیز نہیں۔ اس میں ان لوگوں کا رد ہے جو اس کی تاویل بادشاہت اور وسیع حکمرانی سے کرتے ہیں جیسا کہ بعض تفسیروں میں ذکر کیا گیا ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ تفسیر کہ اس سے مراد ''علم'' ہے، اس کی سند درست نہیں۔

(سلسلہ احادیث صحیحہ: 109)

(6) شیخ ابن عاشور رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾ ''اس کی کرسی آسمانوں اور زمین کو سموئے ہوئے ہے'' ﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ کی تائید کرتا ہے کہ عبودیت والوہیت کے حق دار صرف اللہ جل جلالہ ہیں۔

(تفسیر التحریر والتنویر: 23/3)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال15:﴿وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا﴾ ''اوران دونوں کی حفاظت اسے نہیں تھکاتی'' اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اورزمین کی حفاظت کے بارے میں ذکر فرمایا ہے کہ اس پر گراں نہیں لیکن ان دونوں میں جو کچھ موجود ہے ان کی حفاظت کے متعلق کچھ نہیں فرمایا۔قاضی ابوسعود رحمہ اللہ اس بارے میں لکھتے ہیں:''اللہ تعالیٰ نے ان دونوں میں موجود چیزوں کا ذکر نہیں فرمایا کیونکہ ان دونوں کی حفاظت کے ضمن میں ان میں موجود چیزوں کی بھی حفاظت ہے۔''(تفسیرابی سعود:248/1)

(2)اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کی حفاظت کے بارے میں ذکر فرمایا:﴿وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚ وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ﴾ ''اورہم نے آسمان کوایک محفوظ چھت بنایااوروہ اس کی نشانیوں سے منہ موڑنے والے ہیں۔'' (الانبیاء:32)

(3)اللہ تعالیٰ کوزمین وآسمان کی حفاظت کے لیے کوئی جدوجہد نہیں کرنی پڑتی۔﴿اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا﴾ ''یقیناًاللہ تعالیٰ آسمانوں اورزمین کوتھامے ہوئے ہے کہ وہ دونوں ٹل نہ جائیں۔'' (فاطر:41)

(4)اللہ تعالیٰ کوحفاظت سے تھکاوٹ نہیں ہوتی۔سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بھراہوا ہے۔اسے رات دن کی بخشش بھی کم نہیں کرتی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''کیاتمہیں معلوم ہے کہ جب سے اس نے آسمان وزمین پیدا کیے ہیں اس نے کتنا خرچ کیا ہے۔اس نے بھی اس میں کوئی کمی پیدانہیں کی جواس کے ہاتھ میں ہے اور فرمایا:''اس کاعرش پانی پر ہےاوراس کے دوسرے ہاتھ میں ترازو ہے جسے وہ جھکاتااوراٹھاتارہتا ہے۔'' (صحیح بخاری:7411)

(5)اپنی کتاب عزیز کی حفاظت کے بارے میں فرمایا:﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ ''بے شک ہم ہی نے اس ذکرکونازل کیاہےاور بلاشبہ ہم ضرور اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔'' (الحجر:9)

سوال16:﴿وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ ﴿الْعَلِيُّ﴾ ''سب سے بلند ہے'' اپنی ذات کے اعتبار سے بہت بلند ہے۔

(2)اللہ تعالیٰ اس لئے بھی ﴿الْعَلِيُّ﴾ ہے کہ وہ عرش عظیم پر مستوی ہے۔

(3)اللہ تعالیٰ اس لئے بھی ﴿الْعَلِيُّ﴾ ہے کہ تمام مخلوقات اس کی زیرنگیں ہیں۔

(4)اللہ تعالیٰ اس لئے بھی بلندشان والا ہے کہ اس کی صفات کامل ہیں۔(تفسیرسعدی:306/1)

(5)امام بغوی رحمہ اللہ ﴿الْعَلِيُّ﴾ کے بارے میں لکھتے ہیں:اس سے مراداپنی مخلوق سے بہت بلنداورسب چیزوں اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شرکاء سے بہت اونچا اور یہ بھی کہا گیا ہے بادشاہت اور اقتدار کے ساتھ بہت بلند و بالا۔ (تفسیر بغوی:240/1)

(6) امام ابن قیم رحمہ اللہ اپنے القصیدہ النونیہ میں لکھتے ہیں: ''وہ ہی ﴿الْعَلِيُّ﴾ ہے، پس بلندی کی تمام اقسام اسی کے لیے بلا انکار ثابت ہیں۔'' (القصیدہ النونیہ:3233) ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں: ''اسی کے لیے ذات، غلبہ اور اونچے مقام و مرتبہ کے تمام اعتبارات سے بلندی ہے۔'' (القصیدہ النونیہ:3233)

(7) شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''اور اس کے نام ﴿الْعَلِيُّ﴾ کی تفسیر، ان دو معنوں سے کی گئی ہے: وہ مقام و مرتبہ میں سب سے برتر ہے اسی لیے کمال کی صفات کا سب سے زیادہ حق دار ہے۔ وہ ان سے قہر و غلبہ کے اعتبار سے بلند ہے اس بنا پر وہ ان سب پر کمال قدرت رکھنے والا اور وہ سب اس کے زیر اقتدار ہیں اور اس کے ضمن میں یہ بھی ہے کہ وہ ان کا خالق اور رب ہے۔ ان دونوں معنوں میں ضمنی طور پر یہ بھی ہے کہ وہ خود ہر چیز سے بلند و بالا ہے اور کوئی چیز اس سے اوپر نہیں۔'' (مجموع الفتاوی:358/16)

(8) شیخ صالح بن عبدالعزیز آل الشیخ نے تحریر کیا ہے: ﴿الْعَلِيُّ﴾ پس وہ ذات کہ اسی کے لیے ﴿الْعُلُوُّ﴾ بلندی کی یہ ساری انواع و اوصاف ہیں۔ اس ہی کے لیے ذات کی بالادستی، غلبہ کی برتری اور شان و عظمت کی فوقیت ہے ﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ﴾ ''اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے۔'' (الانعام:18) (عقیدۃ الواسطیہ:251/1)

(9) اللہ تعالیٰ العلی ہے جو اپنے خالص اور برگزیدہ بندوں کے لیے تعریف کو دنیا میں قائم فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ العلی ہے اپنی حکمت، کبریائی اور عظمت کے ساتھ۔

(10) شیخ ابوبکر جزائری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ﴿الْعَلِيُّ﴾ وہ ذات ہے کہ اس کے اوپر کوئی چیز نہیں اور وہ ﴿الْقَاهِرُ﴾ ہے کہ جس پر کوئی چیز غالب نہیں۔ (ایسر التفاسیر:203/1)

(11) شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب اور اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اپنے بارے میں بالا ہونے، عرش پر بلند ہونے اور اوپر ہونے کا وصف بیان کیا ہے۔ انہوں نے یہ بات اپنی کتاب کی بہت زیادہ آیات میں بیان فرمائی ہے یہاں تک کہ امام شافعی کے بعض اکابر شاگردوں نے کہا: ''قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے مخلوق سے بالا اور اپنے بندوں سے اوپر ہونے کے ایک ہزار یا اس سے زیادہ دلائل ہیں۔'' (مجموع الفتاوی:121/5)

(12) اللہ تعالیٰ ﴿الْعَظِيْمُ﴾ ''سب سے بڑا ہے'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا: ﴿الْعَظِيْمُ﴾ ''وہ ذات جو اپنی عظمت و شان میں درجہ کمال پر ہے۔'' (تفسیر طبری:405/5)

(13) حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا ہے: ''وہ بہت بڑے سب سے عالی شان کی مانند ہے۔'' (ابن کثیر:333/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(14)امام طبری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ''وہ عظمت والا ہے۔ ہر چیز ان سے فروتر ہے اور کوئی چیز بھی اس سے زیادہ عظمت والی نہیں۔'' (تفسیر طبری:5/405) (15)امام بغوی رحمہ اللہ نے تحریر کیا ہے:''بہت بڑی ہے وہ ذات کہ کوئی چیز اس سے زیادہ عظمت والی نہیں۔'' (تفسیر بغوی:1/134)

(16)شیخ ابوبکر الجزائری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ''وہ ذات کہ اس کی عظمت کے سامنے ہر چیز چھوٹی اور معمولی ہے۔'' (ایسر التفاسیر:1/203)

(17)اللہ تعالیٰ العظیم ہے۔عرش عظیم پر مستوی ہے جس کی عظمت کے سامنے بڑے سے بڑے جبار، متکبر اور زبردست بادشاہوں کی کوئی حیثیت نہیں۔اس آیت میں توحید الوہیت بھی ہے اور توحید ربوبیت بھی ہے اور توحید اسماء وصفات بھی۔اس میں بادشاہت کا محیط ہونا بھی مذکور ہے اور علم کا بھی، اس کی سلطنت کی وسعت بھی ہے۔اس کا جلال، مجد اور اس کی عظمت وکبریائی کا بھی بیان ہے۔لہٰذا یہ آیت اکیلی ہی اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء وصفات اور تمام اسماء حسنیٰ کے معنی کی جامع ہے۔ (تفسیر سعدی:1/306)

سوال 17:﴿وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ﴾ یہ عقیدہ مومن پر کیا اثرات مرتب کرتا ہے؟

جواب:(1)﴿وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ﴾ ''اور وہی سب سے بلند، سب سے بڑا ہے'' اس عقیدے کی وجہ سے مومن سرکشی چھوڑ دیتا ہے۔

(2)اللہ تعالیٰ کے ﴿الْعَظِيمُ﴾ ''سب سے بڑا'' ہونے پر یقین ہونے کی وجہ سے مومن کی طبیعت میں جھکاؤ پیدا ہو جاتا ہے۔(3)اللہ تعالیٰ کے ''سب سے بلند، سب سے بڑا'' ہونے پر یقین کی وجہ سے مومن کے دل میں اللہ تعالیٰ کی ہیبت اور خوف بیٹھ جاتا ہے۔(4)اس عقیدے کی وجہ سے مومن کا طرزِ عمل مؤدبانہ ہو جاتا ہے۔

(5)اللہ تعالیٰ کے ''سب سے بلند، سب سے بڑا'' ہونے پر یقین کی وجہ سے مومن اللہ تعالیٰ کے بندوں کے مقابلے میں بھی غرور وتکبر کا رویہ چھوڑ دیتا ہے۔

(6)اللہ تعالیٰ کے ''سب سے بلند، سب سے بڑا'' ہونے پر یقین کی وجہ سے اس کی روح پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے پھر وہ ہر ایسے کام سے بچتا ہے جس سے اس نے روکا ہو۔

(7)اللہ تعالیٰ کے ﴿الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ﴾ ہونے کا عقیدہ مومن کو ہر برائی اور ظلم سے روکتا ہے۔

﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ

''دین میں کوئی زبردستی نہیں، یقیناً ہدایت گمراہی سے صاف واضح ہو چکی، چنانچہ جو باطل معبود کا انکار کرے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴾

اس نے مضبوط کڑا تھام لیا جس نے کبھی ٹوٹنا ہی نہیں اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' (256)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: (1) انصار کے کچھ لوگ یہودی یا عیسائی ہو گئے بعد میں انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو انہوں نے اپنی اولاد کو بھی جو یہودی یا عیسائی ہو چکے تھے زبردستی مسلمان بنانا چاہا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(2) اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ مدینہ کی مشرکہ عورتیں جب انہیں اولاد نہ ہوتی تھی تو نذر مانتی تھیں کہ اگر ہمارے ہاں اولاد ہوئی تو ہم اسے یہود بنا دیں گے یہودیوں کے سپرد کر دیں گے، اسی طرح ان کے بہت سے بچے یہودیوں کے پاس تھے۔ جب یہ لوگ مسلمان ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے دین کے انصار بنے، یہودیوں سے جنگ ہوئی اور ان کی اندرونی سازشوں اور فریب کاریوں سے نجات پانے کے لئے سرور رسل علیہ السلام نے یہ حکم جاری فرمایا کہ بنی نضیر کے یہودیوں کو جلاوطن کر دیا جائے، اس وقت انصاریوں نے اپنے بچے جوان کے پاس تھے ان سے طلب کئے تا کہ انہیں اپنے اثر سے مسلمان بنالیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جبر اور زبردستی نہ کرو۔ (تفسیر ابن کثیر: 354/1) (ابوداؤد: 2682)

سوال 2: دین کو قبول کرنے میں زبردستی نہیں، اس کی وضاحت ﴿لَآ اِكْرَاهَ ... مِنَ الْغَيِّ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ﴾ ''دین میں کوئی زبردستی نہیں، یقیناً ہدایت گمراہی سے صاف واضح ہو چکی'' دین اسلام میں داخل کرنے کے لئے کسی کو مجبور نہ کرو کیونکہ یہ ایک روشن اور واضح دین ہے اس کے دلائل و براہین بے حد جلی ہیں یہ دین اس بات کا قطعاً محتاج نہیں ہے کہ کسی کو زبردستی اس میں داخل کیا جائے بلکہ جسے اللہ تعالیٰ اسلام کی ہدایت عطا فرمائے اور اس کے لئے اسے شرح صدر اور نور بصیرت سے نوازے تو اسے دین میں داخل ہونا چاہیے اور جس کے دل کو اللہ تعالیٰ اندھا کر دے اور اس کے کانوں اور آنکھوں پر مہر لگا دے تو دین میں زبردستی داخل ہونا اس کے کسی کام نہیں آ سکتا۔ (المصباح المنیر: 532/1)

(2) زبردستی اس کام میں کی جاتی ہے جس کے حقائق واضح نہ ہوں یا جو کام انتہائی ناپسندیدہ ہو۔ اس صراط مستقیم کا تو ہر گوشہ واضح ہے۔ اس کا چپہ چپہ روشن ہے۔ کوئی بھی سمجھ دار آدمی معمولی سا غور و فکر کرے تو اسے قبول کرنے پر آمادہ ہو جائے گا۔ لیکن جس کی نیت درست نہ ہو، غلط ارادے رکھتا ہو، ایسا بدظن آدمی حق دیکھ کر بھی باطل کو اختیار کر لیتا ہے۔ اچھی چیز کو دیکھ کر پھر گندی چیز کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرورت نہیں کہ اسے دین قبول کرنے پر مجبور کرے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ اس کا کوئی فائدہ نہیں اور زبردستی قبول کرایا گیا ایمان معتبر نہیں۔ اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ جو کافر مسلمانوں سے لڑتے ہیں ان کے خلاف جہاد نہ کیا جائے۔ (تفسیر سعدی:306/1)

(3) دین قبول کرنے میں زبردستی نہیں لیکن دین قبول کرنے کے بعد اطاعت کرنا لازم ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ نے اس اصول سے ''دین کے معاملے میں زبردستی مجبور نہیں کیا جائے گا'' انسان کو ذمہ دار ٹھہرایا ہے کہ اس سے اس کے اعمال کا حساب لیا جائے گا۔

(5) اللہ تعالیٰ نے انسان کے ارادے، اس کی فکر اور شعور کا احترام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس اصول سے انسان کو عزت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس اصول سے ہدایت اور گمراہی اختیار کرنے میں انسان کو آزادی دی ہے۔

(6) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا غلام اسبق نصرانی تھا، آپ اس پر اسلام پیش کرتے، وہ انکار کرتا آپ کہہ دیتے کہ خیر تیری مرضی اسلام جبر سے روکتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر:354/1)

سوال 3: توحید پر ایمان مضبوط سہارا ہے، اس کی وضاحت ﴿فَمَنْ ... عَلِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ﴾ ''چنانچہ جو باطل معبود کا انکار کرے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے'' جو شخص اللہ تعالیٰ کے تمام شریکوں، بتوں اور تمام معبودان باطلہ کو ترک کر دے جن کی عبادت کی شیطان دعوت دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی توحید کو اختیار کرے صرف اور صرف اس کی عبادت کرے اور صدق دل سے اس بات کی گواہی دے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو ﴿فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى﴾ ''تو اس نے مضبوط کڑا تھام لیا'' یعنی وہ اپنے معاملے میں ثابت قدم ہے اور صراط مستقیم پر گامزن ہے۔ (المصباح المنیر:533/1)

(2) ہر عقیدہ جس کا تعلق اللہ تعالیٰ سے نہ ہو طاغوت ہے۔

(3) ہر وہ قوت جو اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے سے روکے طاغوت ہے۔

(4) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا: طاغوت شیطان ہے۔ (تفسیر طبری:27/3)

(5) محمد نے کہا: طاغوت ساحر ہے۔ (تفسیر طبری:20/3) جو طاغوت کا انکار کر کے اللہ تعالیٰ پر صحیح ایمان لے آئے تو وہ صحیح معنوں میں اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت پر قائم ہو جائے گا۔

(6) ﴿فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى﴾ ''تو اس نے مضبوط کڑا تھام لیا'' یعنی ایسا پختہ دین اختیار کیا جس کی بنیادیں بھی مضبوط ہیں اور عمارت بھی۔ وہ پورے اعتماد سے اس پر قائم رہتا ہے کیونکہ اس نے ایسا مضبوط کڑا تھام لیا ﴿لَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿انْفِصَامَ لَهَا﴾ ''جس نے کبھی ٹوٹنا ہی نہیں'' (تفسیر سعدی:307/1)

(7) سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول: ﴿فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى﴾ ''تو اس نے مضبوط کڑا تھام لیا'' کے بارے میں کہا: لا الہ الا اللہ ہے۔ (تفسیر طبری:22/3)

(8) سدی نے کہا: عروۃ الوثقیٰ اسلام ہے۔ (تفسیر طبری:29/3)

(9) سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کے عہد میں ایک خواب دیکھا جو آپ ﷺ سے بیان کیا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں ایک باغ میں ہوں اور اس کی کشادگی اور سرسبزی کی تعریف کی، اور اس کے درمیان میں ایک لوہے کا ستون ہے جس کا پایہ زمین میں ہے اور سر آسمان میں، اس کے اوپر کی طرف ایک کڑا لگا ہے۔ تو مجھے کہا گیا کہ اس کے اوپر چڑھ۔ میں نے کہا کہ میں اتنی طاقت نہیں رکھتا (نہیں چڑھ سکتا) پھر ایک خدمت گار آیا اور اس نے پیچھے کی طرف سے میرے کپڑے اٹھا دیے، پس میں چڑھنے لگا یہاں تک کہ چوٹی پر پہنچ گیا اور میں نے وہ کڑا پکڑ لیا تو مجھ سے کہا گیا کہ مضبوطی سے تھامے رکھ۔ جب تک میں نیند سے اٹھا یہ کڑا تھامے رہا۔ میں نے یہ خواب نبی ﷺ سے بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''باغ سے دین اسلام مراد ہے اور ستون سے مراد اسلام کا ستون (کلمہ شہادت یا پانچوں ارکان) اور کڑا عروۃ الوثقیٰ ہے اور تو اپنی موت تک اسلام پر قائم رہے گا۔'' (صحیح بخاری:7014)

(10) دین کو مضبوط کڑے سے تشبیہ دی گئی کہ جیسے مضبوط کڑا بے خوف ہو کر پکڑ لیا جاتا ہے کیونکہ اس کے ٹوٹنے کا ڈر نہیں ہوتا اسی طرح توحید بے خوف ہو کر قبول کر لی جائے۔ یہ ایسی راہ ہے جس میں گمراہی کا ڈر نہیں اور پھر پکڑا بھی اس قدر مضبوط کہ اب ہاتھ ہی بازو سے جدا ہو جائے تو یہ کڑا چھوٹے ورنہ ہاتھ سے اس کا چھوٹنا ممکن نہیں۔ اسی طرح توحید کی امانت کسی قیمت پر بھی جدا نہیں کی جا سکتی خواہ جان چلی جائے مگر مسلمان توحید کی آن پر آنچ نہیں آنے دیتا۔

(11) مضبوط کڑے سے اسلام، ایمان، توحید، قرآن اور اللہ تعالیٰ کے لئے عداوت و محبت مراد ہے۔ (السراج المنیر:171/1)

(12) ﴿وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ طاغوت کا انکار کرنے والے کے انکار اور ایمان لانے والے کے اقرار کو سننے والا سمیع ہے۔ انسانوں کے کفر اور اپنی ذات پر ایمان کی حقیقت کا علم رکھنے والا علیم ہے۔

(13) اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور گمراہی کے معاملے کو واضح کیا۔ اسی نے ہدایت اور گمراہی کی حقیقت سے آگاہ کیا، یقیناً وہ انسانوں کے معاملات کا جاننے والا علیم ہے۔ وہ ہر شخص کے اعمال کو جانتا ہے وہ اپنے علم کے مطابق بدلہ دے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا

''اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے وہ ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا

اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ

ان کے دوست باطل معبود ہیں، وہ ان کو روشنی سے نکال کر تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں، یہی لوگ

ع 34 4 2 اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾

جہنمی ہیں اور اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' (257)

سوال 1: اللہ تعالیٰ کن لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لاتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿اَللّٰهُ ... خٰلِدُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ﴾ ''اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے وہ ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے'' جو لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کی پیروی کرتے ہیں، وہ رب سے محبت رکھتے ہیں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے، وہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے دشمنی رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں کفر، جہالت اور نافرمانیوں کے اندھیرے سے نکال کر ایمان اور علم کی روشنی میں پہنچاتے ہیں اور اس کے نتیجے میں وہ قبر کے اور حشر کے اندھیروں سے محفوظ رہ کر جنت میں پہنچ جاتے ہیں۔

(2) اللہ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ﴾ ''یقیناً تمہارے دوست اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اور ایمان والے ہی ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ رکوع کرنے والے ہیں۔'' (المائدۃ:55)

(3) سیدنا براء رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ احد کے موقع پر ابوسفیان نے کہا: ''ہبل بلند رہے۔'' نبی ﷺ نے فرمایا کہ ''اس کا جواب دو۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ''کیا جواب دیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''کہو، اللہ تعالیٰ سب سے بلند اور بزرگ و برتر ہے۔'' ابوسفیان نے کہا: ''ہمارے پاس عزیٰ (بت) ہے اور تمہارے پاس کوئی عزیٰ نہیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کا جواب دو۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''کیا جواب دیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''کہو، اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و مددگار ہے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اور تمہارا کوئی حامی نہیں۔" (صحیح بخاری:4043)

(4)﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ﴾ "اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے دوست باطل معبود ہیں" کفر کرنے والوں کے دوست شیاطین ہیں۔ (تفسیر بیضاوی:1/558،559)

(5)﴿يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ﴾ "وہ ان کو روشنی سے نکال کر تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں" شیاطین کافروں کی جہالتوں اور گمراہیوں کو خوب صورت بنا کر ان کے سامنے لاتے ہیں اور انہیں حق کے راستے سے ہٹا کر کفر کے راستوں پر چلاتے ہیں۔

(6) مقاتل بن حیان نے اس آیت کے بارے میں کہا: اس سے مراد اہل کتاب ہیں جو محمد ﷺ کو پہچان گئے کہ وہ رسول اللہ ﷺ ہیں کیونکہ وہ اپنی کتابوں میں ان کے بارے میں لکھا ہوا پاتے تھے۔ وہ نبی ﷺ کی بعثت سے پہلے ان پر ایمان رکھتے تھے پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا تو انہوں نے کفر کیا، یہ ان کا نور سے نکلنا تھا یعنی محمد ﷺ پر ایمان لانے سے نکلنا جن پر وہ پہلے ایمان رکھتے تھے، اور ظلمات سے مراد ان کا کفر ہے۔ (ابن ابی حاتم:2/496)

(7)﴿اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ "یہی لوگ جہنمی ہیں اور اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں" اہل ظلمات جن کے دلوں میں حق کا نور باقی نہ رہا ہو ان کے لیے وہ گھر ہوگا جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے۔ (تفسیر مراغی:1/389)

(8) ظلمات "اندھیروں" سے مراد گمراہی کی حالت ہے اور "نور" سے مراد ہدایت ہے۔ اس آیت سے یہ سمجھ آتی ہے کہ گمراہی کے راستے بہت سے ہیں جب کہ حق کا راستہ ایک ہے کیونکہ ایمان ایک ہے۔ (البحر المحیط:2/618) اسی جانب اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے:﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ "اور بلاشبہ یہی میرا راستہ ہے جو سیدھا ہے چنانچہ تم اس کی پیروی کرو اور دیگر راستوں کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے جدا کر دیں گے یہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم بچ جاؤ۔" (الانعام:153)

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِيْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ

کیا آپ نے اس کو نہیں دیکھا جس نے ابراہیم سے اس کے رب کے بارے میں جھگڑا کیا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حکومت دی تھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّيَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْيٖ وَاُمِيْتُ ؕ

جب ابراہیم نے کہا "میرا رب تو وہ ہے جو زندگی دیتا ہے اور موت دیتا ہے۔" اس نے کہا: "میں بھی زندگی دیتا ہوں اور موت دیتا ہوں"

قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ

ابراہیم نے کہا: "اللہ تعالیٰ تو بلاشبہ سورج کو مشرق سے لاتا ہے پھر تم اس کو مغرب سے نکال لاؤ"

فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿

تو وہ حیران رہ گیا جس نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔" (258)

سوال 1: سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کے درمیان ہونے والے مناظرے کی وضاحت ﴿اَلَمْ ... الظّٰلِمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کے درمیان ہونے والے مناظرے کی خبر دی گئی ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَمْ تَرَ﴾ "کیا آپ نے اس کو نہیں دیکھا" یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ نے غور نہیں فرمایا؟

(2) ﴿اِلَى الَّذِيْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِيْ رَبِّهٖٓ﴾ "اس کو جس نے ابراہیم سے اس کے رب کے بارے میں جھگڑا کیا" جھگڑا کرنے والے بادشاہ کا نام نمرود بن کنعان بن سام بن نوح تھا۔ (ابن کثیر) اس نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے وجود کے بارے میں جھگڑا کیا تھا کیونکہ وہ اپنے سوا کسی اور معبود کا قائل نہیں تھا۔

(3) قدیم بادشاہ لوگوں کو یہ یقین دلا کر ان پر حکومت کیا کرتے تھے کہ وہ خدا کا انسانی پیکر ہیں۔ نمرود کی قوم سورج کو دیوتاؤں کا سردار مانتی تھی اور اس کی پوجا کرتی تھی۔ نمرود نے کہا کہ وہ سورج دیوتا کا اوتار ہے اس لیے وہ لوگوں پر حکومت کرنے کا خدائی حق رکھتا ہے۔ اس کے بعد فرعون نے بھی اپنی قوم سے کہا تھا: ﴿مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ﴾ "میں تو اپنے سوا تمہارے لئے کسی معبود کو نہیں جانتا۔" (القصص:38)

(4) ﴿اَنْ اٰتٰهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ﴾ "یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حکومت دی تھی" بادشاہت کی وجہ سے شکر گزاری کا رویہ اختیار کرنا چاہیے تھا لیکن اس نے کفر اور طغیانی کا رویہ اختیار کیا۔ ایک مدت تک بادشاہت کرنے کی وجہ سے کبر و غرور میں مبتلا ہو گیا تھا اور شیطان نے اس کے دماغ میں یہ خیال بٹھا دیا تھا کہ وہی لوگوں کا رب ہے۔ اس نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے بارے میں بحث کی اور یہ دعویٰ کیا کہ وہ بھی وہی کام کر سکتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5)﴿اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ﴾ ''جب ابراہیم نے کہا'' جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب کے بارے میں واضح فرمایا۔

(6)﴿رَبِّيَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ﴾ ''میرا رب تو وہ ہے جو زندگی دیتا ہے اور موت دیتا ہے'' میرا رب تو وہ ہے جسے ہر کام کا اختیار حاصل ہے اسے زندگی اور موت پر اختیار ہے۔ زندگی اور موت کی مثال اس لیے دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا سب سے عظیم کام ہے۔ زندگی دنیا کی ابتداء اور موت آخرت کی ابتداء ہے۔

(7) اللہ تعالیٰ زندگی عطا کرتا ہے، اس نے زندگی کو پیدا کیا، روح کو پیدا کیا، جسموں میں روح پھونک کر زندگی عطا کی۔ وہی اللہ تعالیٰ دلوں کو زندگی عطا کرتا ہے۔ وہی اللہ تعالیٰ مردہ دلوں کو ایمان عطا کر کے زندگی دیتا ہے۔ وہی اللہ تعالیٰ عدم سے وجود میں لا کر ساری قوتیں اور صلاحیتیں عطا کرتا ہے۔ وہی موت سے ہم کنار کرتا ہے کیونکہ وہ موت کا مالک ہے، وہی موت کا خالق ہے، اسی کے فیصلے موت اور حیات کے لیے نافذ ہوتے ہیں۔

(8) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے چونکہ توحید کی دعوت دی تھی کہ اللہ تعالیٰ ہی واحد معبود ہے تو اس کے لیے ایجاد کائنات کی عقلی دلیل دی کہ چیزوں کی ایجاد اور فنا کے لیے کسی ذات کے وجود کی ضرورت ہے یعنی کوئی ایسا ہو جو موت اور حیات پر قادر ہو۔ یہی اس کلی اختیار رکھنے والے، کلی تصرف رکھنے والے کے لیے دلیل ہے کہ کائنات میں تبدیلیاں یوں ہی نہیں آجاتیں وہی اللہ تعالیٰ جو زندگی اور موت پر قادر ہے تمہارا معبود ہے جس کی عبادت کی تمہیں دعوت دی جا رہی ہے۔

(9) جھگڑا کرنے والے نمرود نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دلیل سن کر کہا:﴿قَالَ اَنَا اُحْيٖ وَاُمِيْتُ﴾ ''اس نے کہا: ''میں بھی زندگی دیتا ہوں اور موت دیتا ہوں'' اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ نمرود سمجھتا تھا کہ وہ اپنی قوم کا خود مختار حاکم ہے اس کے فیصلے قوم پر نافذ ہوتے ہیں۔ وہ سمجھتا تھا کہ میں سزائے موت بھی دے سکتا ہوں اور معاف بھی کر سکتا ہوں تو گویا میں رب ہوں۔

(10) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ اس نے اسی مجلس میں دو قیدی منگائے ایک کو قتل کر دیا اور دوسرے کو چھوڑ دیا۔ وہ موت اور زندگی کے راز کے بارے میں شبہ میں تھا۔ (تیسیر الرحمن: 1/180)

(11) جب نمرود نے یہ کہا تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اسے دوسری دلیل دی:﴿قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ﴾ ''ابراہیم نے کہا: ''اللہ تعالیٰ تو بلاشبہ سورج کو مشرق سے لاتا ہے پھر تم اس کو مغرب سے نکال لاؤ'' یعنی اللہ تعالیٰ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے، اسی کے حکم سے روزانہ سورج مشرق سے نکلتا ہے، اگر تم معبود ہونے اور زندگی اور موت کے مالک ہونے کا دعویٰ کرتے ہو تو سورج کو مغرب سے نکال کر دکھاؤ۔

(12) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے یہ دلیل اس لیے دی کہ جو موت اور حیات پر قادر ہو وہ ہر تصرف پر بھی قدرت رکھتا ہے وہی ذرّوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو پیدا کرتا ہے اور اپنے ارادے سے ان کی حرکات کو قائم کرتا ہے۔ اس لیے انہوں نے نمرود کو دعوت دی کہ سارے ستاروں کو چھوڑ کر ایک سورج کی حرکت پر اپنے تصرف کو ثابت کر دو۔ اگر تم سورج کی حرکت کنٹرول کر لو تو تم واقعی خدا ہو ورنہ جھوٹے ہو۔ ہماری آنکھ روزانہ فطرت کا یہ نظارہ دیکھتی ہے کہ کبھی اس نظام میں کوئی خلل نہیں آیا۔ کائنات کی گواہی انسان کی فطرت کو اپیل کرتی ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فطرت انسانی کا ہاتھ پکڑ کر چیلنج کیا تو نمرود کے پاس کوئی جواب نہیں رہ گیا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے لیے نمرود حریف نہیں تھا اس لیے وہ چاہتے تھے ایسی دلیل دیں جو اس کے دل کو اپیل کرے اس وجہ سے انہوں نے دل لگتی دلیل کا انتخاب کیا۔

(13) ﴿فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ﴾ ''تو وہ حیران رہ گیا جس نے کفر کیا'' اس دلیل پر نمرود حیران رہ گیا، اس کے پاس اس دلیل کا کوئی توڑ موجود نہیں تھا، اس طرح اس پر حجت قائم ہوگئی۔ جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا دیا ہوا چیلنج سامنے آیا تو حق واضح ہو گیا، اب انکار کی گنجائش نہیں تھی۔ چاہیے تو یہ تھا کہ وہ ایمان لے آتا لیکن اس نے انکار کیا اور کافرانہ رویہ اختیار کیا۔ کافر تکبر میں مبتلا ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ حق کی طرف نہیں آپاتا، وہ حیران و پریشان رہ جاتا ہے، اسے نہیں سوجھتا کہ وہ کیا کرے اور کیا نہ کرے، یہی کیفیت نمرود کی تھی۔ اس سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ اس کی دلیل غلط ثابت ہوگئی اور اس کا پیش کردہ شبہ کالعدم ہو گیا۔ جو جھوٹا بھی حق اور عناد کے ذریعے سے حق کا مقابلہ کرنا چاہے وہ اسی طرح مغلوب اور شکست خوردہ ہو جایا کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 308/1)

(14) ﴿وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' یعنی اللہ تعالیٰ ظالموں کے دلوں میں قطعی دلائل کے لیے گنجائش نہیں بناتا، اس لیے کہ انہیں نہ ہدایت کے راستے کی تلاش ہوتی ہے نہ اس پر چلنے کا شوق ہوتا ہے۔

(15) سیدھے راستے پر آنا انسان کا حق ہے اور ظالم اپنے آپ کو اس حق سے محروم کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اسے حق کا راستہ نہیں سجھاتے۔

(16) اللہ تعالیٰ ظالموں کو کفر اور گمراہی میں مبتلا رہنے دیتے ہیں کیونکہ وہ خود اپنے لیے اسی کو پسند کرتے ہیں۔ اگر کسی کا مقصد ہدایت حاصل کرنا ہو تو اللہ تعالیٰ ہدایت دے دیتا ہے اور ہدایت تک پہنچنے کے اسباب بھی مہیا کر دیتا ہے۔

سوال 2: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی گفتگو سے انبیاء علیہم السلام کے طریقہ دعوت کے کون سے نکات پتہ چلتے ہیں؟

جواب: (1) انبیاء علیہم السلام سوالوں کا تسلی بخش جواب دیتے ہیں، مناظرانہ انداز اختیار نہیں کرتے۔

(2) وہ فطرت انسانی کا ہاتھ پکڑ کر حکیمانہ دلائل دیتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کائنات کی گواہی پیش کرتے ہیں جو انسانی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فطرت کو اپیل کرتی ہے۔(3) انبیاء مخالفین کو اپنا حریف نہیں بلکہ مدعو سمجھتے ہیں۔

سوال 3: سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کی گفتگو سے پتہ چلتا ہے کہ ایک ہی چیز کو انسان مختلف معنوں میں لے سکتا ہے، واضح کریں؟

جواب: (1) دنیا امتحان کی جگہ ہے اور امتحان میں دونوں پہلو سامنے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ ایک ہی چیز کو دو مختلف معنوں میں لیا جا سکے تا کہ امتحان کا مقصد پورا ہو سکے۔ مثال کے طور پر ایک شخص کے پاس دولت ہے وہ اس کو ایسے رخ سے بھی دیکھ سکتا ہے کہ اسے یہ اپنی صلاحیت اور محنت کا نتیجہ نظر آئے اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اس کو اللہ تعالیٰ کا انعام سمجھے۔ ایسے ہی کسی شخص کو اقتدار ملا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی کامیابی کو اپنی محنت کا نتیجہ سمجھے لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اسے اللہ تعالیٰ کا انعام سمجھے۔ دونوں مثالوں میں پہلی صورت ظلم کی ہے اور دوسری شکر کی۔

(2) جو شخص ظالمانہ مزاج رکھتا ہے اس کو ہر واقعے سے تکبر اور خود پسندی کی غذا ملے گی جس کی وجہ سے وہ مزید گمراہ ہوگا۔ گمراہی کی غذا تکبر اور خود پسندی ہے۔ شکر گزار کے لیے ہر واقعے میں ہدایت کا سامان ہوتا ہے۔ اس کے لیے ہر واقعے میں اللہ تعالیٰ کی ذات کی پہچان ہوتی ہے۔ اس طرح اس کے ایمان میں ترقی ہوتی ہے اس کے لیے ہر واقعے میں عاجزی کا سامان ہوتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و بڑائی کو پاتا ہے۔ دنیا اور اس کی ساری وسعتیں شکر گزار انسان کے لیے ایمانی رزق کا دسترخوان ہیں۔

سوال 4: اس آیت کے کیا اسباق ہیں؟

جواب: (1) یہ آیت قطعی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق اور وہی مختار کل ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ عبادت اور ہر حال میں توکل اس کا حق ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ﴾ ''سو آپ اسی کی عبادت کریں اور اسی پر بھروسہ رکھیں۔'' (ہود:123)

(2) ابن قیم رحمہ اللہ نے فرمایا: اس مناظرے میں ایک باریک نقطہ ہے کہ دنیا میں شرک کا دارومدار ستاروں اور قبروں کی عبادت پر ہے۔ بعد میں ان ہی کے نام سے بت تراشے گئے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جو دلائل پیش کیے ہیں ان میں ان سب کی الوہیت کی اجمالاً تردید موجود ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہی زندہ کرتا اور موت دیتا ہے وہ زندہ جسے مرجانا ہے وہ زندگی میں معبود بننے کی اہلیت رکھتا ہے اور نہ مرنے کے بعد کیونکہ اس کا ایک رب ہے، پھر جو قادر ہے، زبردست ہے، وہ اس کی زندگی اور موت کا فیصلہ کرتا ہے۔ جو ایسا مجبور ہو وہ معبود کیسے ہو سکتا ہے کہ اس کی صورت کا بت بنایا جائے اور اس کی پوجا کی جائے۔ اسی طرح ستاروں کا حال ہے ان میں سے بڑا نظر آنے والا سورج ہے۔ یہ بھی حکم کا پابند ہے، اپنے بارے میں آزادی سے فیصلہ نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرسکتا بلکہ اس کا خالق و مالک ہی اسے مشرق سے لاتا ہے تو اس کے حکم اور مرضی کے مطابق اطاعت کرتا ہے یعنی یہ بھی مربوب اور مسخر یعنی حکم کا پابند غلام ہے معبود نہیں کہ اس کی عبادت کی جائے۔" (مفتاح دار السعادۃ: 211,210/1)

(3) حقیقت یہ ہے کہ ایمان انسان کے لیے اتنا اہم اور ضروری ہے جس قدر زندگی کے لیے کھانا، پینا اور ہوا ضروری ہے۔

﴿اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ

"یا اس شخص کی مانند جس کا گزر ایک بستی پر ہوا جو اپنی چھتوں کے اوپر اوندھی پڑی تھی، اس نے کہا: "اس کی موت کے بعد اللہ تعالیٰ اس

مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ۭ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ۭ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ

کو کیسے زندہ کرے گا؟" تو اللہ تعالیٰ نے اس کو سو سال تک موت دے دی، پھر اس کو زندہ کیا اور پوچھا: "تم کتنی دیر رہے؟" اس نے

بَعْضَ يَوْمٍ ۭ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ

کہا: "میں ایک دن یا اس کا کچھ حصہ رہا" اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "بلکہ تم سو سال تک رہے، سو اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھو وہ بالکل بھی

وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ

خراب نہیں ہوئیں اور اپنے گدھے کو بھی دیکھو اور تاکہ ہم تمہیں لوگوں کے لیے نشانی بنائیں اور ہڈیوں کی طرف دیکھو کیسے ہم ان کو اٹھا کر

نَكْسُوْهَا لَحْمًا ۭ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ

جوڑتے ہیں پھر ان کو گوشت پہناتے ہیں" پھر جب اس پر خوب واضح ہو گیا تو اس نے کہا: "میں جانتا ہوں کہ

اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر واقعتاً پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے" (259)

سوال 1: اللہ تعالیٰ ہی خالق ہے اور موت اور زندگی اسی کے ہاتھ میں ہے، اس کے ثبوت کے لیے جو دوسرا واقعہ بیان کیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿اَوْ كَالَّذِيْ ... قَدِيْرٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) یہ واقعہ ایک اور دلیل ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی خالق ہے، وہی سارے فیصلے کرتا ہے اور زندگی اور موت اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿اَوْ كَالَّذِيْ﴾ "یا اس شخص کی مانند" نمرود کو تم نے دیکھا۔ کیونکہ دلائل ہی سے گھبرا گیا۔ اب اس شخص کا قصہ سنو جس نے جب تک موت و زندگی کو تجربۃً نہ دیکھ لیا یقین نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا۔(سراج البیان:101/1)(2)غالباً وہ سیدنا عزیر علیہ السلام تھے جن کا دور پانچویں صدی قبل مسیح کا ہے۔

(3)کسی نے کہا کہ وہ خضر علیہ السلام تھے۔مجاہد کا قول ہے کہ وہ بنی اسرائیل کا ایک فرد تھا۔اور یہی قول اقرب الی الصواب معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ واقعہ کے سیاق وسباق سے پتہ چلتا ہے کہ وہ آدمی اللہ تعالیٰ کی اس قدرت میں شبہ کرتا تھا کہ وہ دوبارہ مردوں کو زندہ کرے گا اس لیے قرین قیاس یہی ہے کہ وہ نبی نہ تھا بلکہ ایک عام انسان تھا جسے بعث بعد الموت میں شبہ تھا۔ (تیسیر الرحمن:150/1)(4)﴿مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ﴾"جس کا گزر ایک بستی پر ہوا" وہ بستی بیت المقدس تھی جسے بخت نصر نے اجاڑا تھا۔

(5)﴿وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا﴾"جو اپنی چھتوں کے اوپر اوندھی پڑی تھی" خاوی یعنی خالی جگہ جہاں کوئی رفیق نہ ہو۔﴿عُرُوْشِهَا﴾سے مراد اس کی عمارتیں ہیں۔(بخاری کتاب التفسیر)

(6)ایک بستی ہے جو گر کر اپنی بنیادوں پر پڑی ہے،ریزہ ریزہ ہو چکی ہے۔موت،بوسیدگی اور ٹوٹ پھوٹ کا نقشہ پر تاثیر انداز میں نہایت رقت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔یوں لگتا ہے سب کچھ آنکھوں کے سامنے ہے۔

(7)﴿قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا﴾"اس نے کہا:"اس کی موت کے بعد اللہ تعالیٰ اس کو کیسے زندہ کرے گا؟"اس شخص نے بیت المقدس کو ویران دیکھ کر یہ سوچا کہ یہ شہر کتنا پر رونق تھا اس کی رونق خاک میں مل گئی۔اب اجڑنے کے بعد کیسے آباد ہوگا؟نہ کوئی انسان ہے،نہ مکان۔کھنڈرات کیسے آباد ہوں گے؟بیت المقدس کی ویرانی کے بارے میں سوچتے سوچتے یہ خیال آیا کہ اب یہ آباد کیسے ہوگا؟اسے یہ چیز ناممکن محسوس ہوئی،اس نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا صحیح اندازہ نہیں کیا۔

(8)﴿فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ﴾"تو اللہ تعالیٰ نے اس کو سو سال تک موت دے دی"اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو سو سال کے لیے سلا دیا جس کے دل میں یہ خیال آیا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس کو کیسے زندہ کرے گا۔

(9)﴿ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ﴾"پھر اس کو زندہ کیا اور پوچھا:"تم کتنی دیر رہے؟"پھر اٹھایا اور پوچھا کتنا عرصہ اس حال میں رہے؟

(10)﴿قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ﴾"اس نے کہا:میں ایک دن یا اس کا کچھ حصہ رہا"وہ دن نکلتے ہی فوت ہو گیا تھا اور غروب آفتاب کے وقت زندہ ہوا اس لیے سمجھا کہ ایک دن گزرا اور ابھی سورج غروب نہیں ہوا تھا اس لیے کہا کہ دن کا بھی کچھ حصہ رہا ہوں۔دوسرے یہ کہ اس کے احساسات ختم ہو چکے تھے۔اسے صرف اپنی موت سے پہلی والی حالت یاد تھی۔

(11)﴿قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ﴾"اللہ تعالیٰ نے فرمایا:"بلکہ تم سو سال تک رہے"اللہ تعالیٰ نے جواب دیا بلکہ تم سو برس اس حال میں رہے ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(12)﴿فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ﴾ ''سو اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھو وہ بالکل بھی خراب نہیں ہوئیں'' اس شخص کے پاس انگور، انجیر اور کچھ پھلوں کا رس تھا ان میں سے کچھ خراب نہیں ہوا تھا نہ انگور خراب ہوئے نہ پھلوں کا رس خراب ہوا حالانکہ وہ جلد خراب ہونے والی چیزیں ہیں اور سو سال گزر چکے تھے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی بہت بڑی دلیل ہے کہ سو سالوں کی مدت گزر جانے کے باوجود اس نے کھانے پینے کی چیزوں کو تبدیل یا خراب ہونے سے بچائے رکھا۔

(13) ﴿وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ﴾ ''اور اپنے گدھے کو بھی دیکھو اور تاکہ ہم تمہیں لوگوں کے لیے نشانی بنائیں'' اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے گدھے کو زندگی کے بعد موت کی نشانی بنا دیا۔ اس کا گدھا مر چکا تھا ہڈیاں بکھری ہوئی تھیں۔ اس کی طرف توجہ دلائی اپنے گدھے کو دیکھو کیسے بوسیدہ ہو رہا ہے حالانکہ کھانے کی نسبت زندہ مخلوق دیر سے گلتی سڑتی ہے۔

(14)﴿وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا﴾ ''اور ہڈیوں کی طرف دیکھو کیسے ہم ان کو اٹھا کر جوڑتے ہیں پھر ان کو گوشت پہناتے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی آنکھوں کے سامنے گدھے کو زندہ کیا۔ گدھے کی ہڈیاں اٹھا کر اس میں جوڑیں پھر ان کے سامنے گدھے کا ڈھانچہ تیار کر دیا۔ پھر ان ہڈیوں پر گوشت پوست، رگیں اور پٹھے پیدا کر دیے پھر فرشتہ بھیجا اور اس نے گدھے کے نتھنوں سے روح پھونک دی اور گدھا اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہنہنانے لگا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک شخص اور اس کے گدھے کو سو سال بعد زندہ کر دیا اور اس کے کھانے پینے کی چیزوں کو خراب نہیں ہونے دیا اس سے اللہ تعالیٰ نے دوبارہ زندہ کرنے کو ثابت کیا ہے۔

(15)﴿فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ﴾ ''پھر جب اس پر خوب واضح ہو گیا'' اس شخص کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کا علم ہو گیا۔ اس کے سامنے گدھے کو زندہ کیا گیا۔ اس کے سامنے زندگی کے بعد موت کا معاملہ واضح ہو گیا۔

(16)﴿قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''اس نے کہا: میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر واقعتاً پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' یعنی زندگی کے بعد موت کا عقیدہ رکھتا ہوں آنکھوں سے دیکھ کر تو سب سے بڑھ کر جانتا ہوں۔ یہ یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والے ہیں۔

(17) یعنی اللہ تعالیٰ ''القدیر'' ہے کہ وہ تقدیر کا مالک ہے۔ اس نے ہر چیز کو اندازے سے پیدا کیا۔ وہ موت اور زندگی کو اندازے کے مطابق رکھتا ہے۔ کوئی انسان اس کی قدرت کا اندازہ نہیں لگا سکتا نہ اس کی شان کے مطابق اس کی تعظیم کر سکتا ہے۔

(18) آیت کے الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص موت کے بعد زندگی کا منکر تھا۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوئی کہ اسے ہدایت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دے کر لوگوں کے لیے نشانی اور قیامت کی دلیل بنا دے۔ اس موقف کے تین دلائل ہیں:

(الف) اس نے کہا "اس کی موت کے بعد اللہ تعالیٰ اسے کس طرح زندہ کرے گا؟" اگر وہ نبی یا نیک بندہ ہوتا تو یوں نہ کہتا۔ (ب) اللہ تعالیٰ نے اس کی خوراک، اس کے مشروب، اس کے گدھے اور اس کی ذات میں اپنی نشانی دکھا دی، تاکہ وہ جس چیز کا انکار کرتا ہے اسے آنکھوں سے دیکھ کر اقرار کر لے۔ آیت میں یہ ذکر نہیں کہ وہ بستی بعد میں پہلے کی طرح آباد ہو گئی تھی۔ نہ سیاق کلام سے اس کا اشارہ ملتا ہے۔ نہ اس کا کوئی خاص فائدہ ہی ہے۔ ایک بستی جو بے آباد ہو گئی۔ بعد میں اس کے باشندوں نے واپس آ کر یا دوسرے لوگوں نے رہائش اختیار کر کے اسے آباد کر دیا تو اس سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرے گا؟ اصل دلیل تو خود اسے اور اس کے گدھے کو زندہ کرنے میں اور اس کے سامان خورد و نوش کو اصلی حالت میں باقی رکھنے میں ہے۔ (ج) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "جب اس کے لیے ظاہر ہو گیا" یعنی جو چیز اسے معلوم نہیں تھی، اس سے مخفی تھی، وہ ظاہر اور واضح ہو گئی۔ اس سے معلوم ہوا ہمارا قول صحیح ہے۔ واللہ اعلم۔ (تفسیر سعدی: 311,310/1)

﴿وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ

"اور جب ابراہیمؑ نے کہا: "اے میرے رب! مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟" اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اور کیا تو یقین نہیں رکھتا؟"

قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ

اس نے کہا: "کیوں نہیں؟ لیکن اس لیے کہ میرا دل مطمئن ہو جائے۔" اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "تو پرندوں میں سے چار لے کر انہیں اپنے سے مانوس کر لو

ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ؕ وَاعْلَمْ

پھر ہر پہاڑ پر ان کا ایک ٹکڑا رکھ دو پھر انہیں بلاؤ وہ تمہاری طرف بھاگتے چلے آئیں گے۔" اور جان لو کہ

اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾

یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے" (260)

سوال 1: خلیل اللہ نے زندگی بعد موت کا مشاہدہ کرنے کے لیے رب العزت سے جو درخواست کی، اس کی وضاحت ﴿وَاِذْ قَالَ... قَلْبِيْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى﴾ "اور جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا: "اے میرے رب! مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟" سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے نمرود سے کہا تھا کہ میرا رب زندہ بھی کرتا ہے اور مارتا بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے اس لیے آپ علم الیقین سے عین الیقین کی طرف جانا چاہتے تھے اور مشاہدہ کی طرف ترقی کرنا چاہتے تھے کہ کہیں نمرود یہ نہ پوچھ لے کہ کبھی رب کو مارتا اور جلاتا ہوا دیکھا بھی ہے اس لیے انہوں نے مشاہدہ زندگی بعد موت کے لیے دعا کی تھی۔ (مختصر ابن کثیر:176/1)

(2) یہ ذوق وشوق ایک فطری امر ہے۔ اس شوق کا تعلق ایمان کی پختگی کے ساتھ نہیں ہے۔ ایمان کے نتیجے میں مومن کے دل میں کئی قسم کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ قدرت کے رازوں میں جھانکے۔ یہ شوق بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

(3) ﴿قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور کیا تو یقین نہیں رکھتا؟'' اس نے کہا: ''کیوں نہیں؟ لیکن اس لیے کہ میرا دل مطمئن ہو جائے'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو یقین تو تھا لیکن حق الیقین کا مقام چاہتے تھے تاکہ ایمان میں اضافہ ہو یعنی دلائل سے انسان کا دل مطمئن ہو جاتا ہے کیونکہ دلائل سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور یقین کامل ہو جاتا ہے۔

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''شک کرنے کا ہمیں ابراہیم علیہ السلام سے زیادہ حق ہے، جب انہوں نے عرض کیا تھا کہ اے میرے رب! مجھے دکھا دے کہ تو مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا، کیا تجھ کو یقین نہیں ہے؟ عرض کی یقین ضرور ہے، لیکن میں نے یہ درخواست اس لئے کی ہے کہ میرے دل کو اور اطمینان حاصل ہو جائے۔'' (صحیح بخاری:4537)

(5) اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر سیدنا ابراہیم علیہ السلام شک میں مبتلا ہوتے تو ہم لوگ اس کے زیادہ قریب تھے اور جب ہم شبہ نہیں کرتے تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کیسے شبہ کر سکتے تھے؟ قرطبی نے لکھا ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے لیے اس قسم کا شبہ جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا﴾ ''میرے بندوں پر بلاشبہ تجھے کوئی غلبہ نہیں اور آپ کا رب ہی کارساز کافی ہے۔'' (الاسراء:65) (تیسیر الرحمٰن)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی درخواست کا جو جواب دیا، اس کی وضاحت ﴿قَالَ فَخُذْ... حَكِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا'' رب العزت نے ابراہیم علیہ السلام کی درخواست کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ﴾ ''تو پرندوں میں سے چار لے کر'' اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ چار پرندے لیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)﴿فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ﴾ ''انہیں اپنے سے مانوس کرو'' ان کی خصوصیات اور نشانیاں اچھی طرح سے جان لیں۔

(3)﴿ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا﴾ ''پھر ہر پہاڑ پر ان کا ایک ٹکڑا رکھ دو پھر انہیں بلاؤ وہ تمہاری طرف بھاگتے چلے آئیں گے'' ابراہیم علیہ السلام نے ایسے ہی کیا۔ اس طرح سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے تخلیق کے راز کو پالیا۔ انہیں مردوں کے زندہ ہونے کا مشاہدہ حاصل ہو گیا۔

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ ''اور جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے پرندوں کی زندگی پر غلبے سے اپنے ''عزیز'' ہونے کا شعور دلایا ہے یقیناً جو ٹکڑے ٹکڑے گوشت کو پورے وجود کی شکل میں زندگی دیتا ہے وہ غالب ہے۔ ہر چیز اس کی قدرت کے دائرے میں ہے کوئی اس کا حکم نہیں ٹال سکتا۔ جو وہ چاہتا ہے بغیر کسی رکاوٹ کے ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے اقوال وافعال، اپنی شریعت میں بڑی حکمت والا ہے۔

سوال 3: کیا زندگی اور موت کی حقیقت اور موت کے بعد زندگی کے راز کو انسان اپنی عقل سے پا سکتا ہے؟

جواب: (1) انسان کثرت سے پیدا ہوتے ہیں اور کثرت سے جہان سے جاتے ہیں لیکن عقل موت اور حیات کی حقیقت کو پانے سے عاجز ہے۔ (2) انسانی عقل کے پاس موت اور حیات کی حقیقت کو پانے کے لیے زیادہ سے زیادہ جو ذریعہ ہے وہ زندگی کے آثار ہیں جن کو دیکھ کر انسان زندگی کا اندازہ لگاتا ہے۔ انسان مرنے والوں کی موت کے آثار دیکھ کر موت کا اندازہ لگاتا ہے۔ (3) موت کے بعد زندگی کو اللہ تعالیٰ نے ذہن پر نقش کیا ہے۔ عقلی دلائل نہیں دیئے گئے، ماضی کا کوئی واقعہ نہیں سنایا گیا، ذاتی تجربے سے گزار کر شعور دیا گیا۔ سب سے زیادہ ذاتی تجربہ انسان کے شعور اور احساسات پر چھایا رہتا ہے، اور دل مطمئن ہو جاتا ہے مزید یقین دہانی کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔

سوال 4: انبیاء علیہم السلام کو غیب کے پردے کے پیچھے چھپے حقائق دکھانے کا خصوصی معاملہ کیوں ہوتا ہے؟

جواب: انبیاء علیہم السلام کو غیب کا پردہ ہٹا کر اس لیے سب کچھ دکھایا جاتا ہے تاکہ وہ لوگوں کو ان چھپی ہوئی حقیقتوں سے باخبر کر سکیں اور ان کے بارے میں کہہ سکیں کہ ہم دیکھی ہوئی چیز سے باخبر کر رہے ہیں نہ کہ سنی ہوئی چیز سے۔

﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ

''جو اپنے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایک دانے جیسی ہے جو سات خوشے اگاتا ہے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۭ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾

ہر خوشے میں سو دانے ہیں اور اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے کئی گنا بڑھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے" (261)

سوال 1: اس آیت کا سبب نزول کیا ہے؟

جواب: یہ آیت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے غزوۂ تبوک میں انفاق کے بارے میں نازل ہوئی۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے جب ایک ہزار اونٹ اور ایک ہزار دینار نبی ﷺ کے سامنے لا کر رکھے تو آپ ﷺ ان کو الٹتے پلٹتے رہے اور فرمایا: آج کے بعد عثمان کا کوئی فعل اسے نقصان نہیں دے گا۔

سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس چار ہزار درہم لے کر آئے اور کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے پاس آٹھ ہزار درہم تھے۔ میں نے چار ہزار اپنے اور اپنے گھر والوں کے لیے روک لیے اور چار ہزار میں نے اپنے رب کو قرض دے دیے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيمَا أَمْسَكْتَ وَفِيمَا أَعْطَيْتَ﴾ "اللہ تعالیٰ آپ کو اس میں برکت دے جو آپ نے روک دیا اور جو آپ نے عطا کر دیا" اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ﴾

(اسباب النزول للواحدی: 47، صفوۃ التفاسیر: 152/1)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کی برکت اور ثواب کی جو مثال دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ۔۔۔عَلِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ﴾ "جو اپنے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایک دانے جیسی ہے جو سات خوشے اگاتا ہے، ہر خوشے میں سو دانے ہیں" اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس کی رضا کے حصول کے لیے جو مال خرچ کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بڑھا دیتے ہیں۔ اس مال کی برکت اور اجر و ثواب کو واضح کرنے کے لیے ایک دانے کی مثال دی گئی ہے جس کو بونے سے سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں۔ اس سے اللہ تعالیٰ یہ سمجھا رہے ہیں کہ اس کی راہ میں مال خرچ کرتے ہوئے جتنا خلوص ہوگا اسی کے مطابق اس کا اجر زیادہ ہوگا۔ جو رب ایک دانے سے سات سو دانے نکال سکتا ہے، وہ ایک روپے کو ترقی دے کر سات سو بھی کر سکتا ہے۔

(2) انفاق فی سبیل اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور خوشنودی کے لیے خرچ کیا جانے والا مال ہے۔ فی سبیل اللہ سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مراد ہر وہ راستہ ہے جو اللہ تعالیٰ تک پہنچائے۔ جہاد فی سبیل اللہ، مسلمانوں کو نفع پہنچانے والے اعمال، نفع مند علوم کی نشر و اشاعت اور فقراء و مساکین پر خرچ کرنا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا ہے۔

(3) اس مثال سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نیک عمل بڑھتے رہتے ہیں جیسے زرخیز زمین میں کاشت سے غلہ بڑھتا رہتا ہے۔ (السراج المنیر: 177/1)

(4) حدیث سے ثابت ہے کہ نیکی کو سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے۔ سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی ایک اونٹنی لے کر آیا جس کو مہار ڈالی ہوئی تھی۔ عرض کیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں (صدقہ) ہے تو اسے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تیرے پاس قیامت کے دن اس کے بدلے سات سو اونٹنیاں ہوں گی جن کی مہار ڈالی ہوئی ہوگی۔'' (صحیح مسلم: 4897)

(5) سیدنا خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتا ہے اس کے لیے سات سو گنا اجر لکھا جاتا ہے۔'' (جامع ترمذی: 1625)

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ابن آدم کے ہر عمل کو اس طرح بڑھا دیا جاتا ہے کہ ایک نیکی کا سات سو گنا یا اس سے بھی زیادہ جس قدر اللہ تعالیٰ چاہے ثواب ملتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: مگر روزہ، وہ میرے لیے ہے اور میں خود ہی اس کی جزا دوں گا۔'' (مسند احمد: 433/2) (مسلم: 1151)

(7) ﴿وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے کئی گنا بڑھاتا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ بے حساب اجر عطا فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انفاق کو خرچ کرنے والے کے حالات، اس کے اخلاص یا خرچ کی کیفیت، منافع اور موقع پر ہونے کی مناسبت سے بڑھاتا ہے۔

(8) ﴿وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا ہے، اس کی عطا میں کمی نہیں۔ اس کا ہاتھ تنگ نہیں کہ کسی مومن کا عمل جتنی ترقی کر سکتا ہو اتنی ترقی نہ دے۔ اس کا فضل وسیع ہے، اس کی وسعت کبھی ختم ہونے والی نہیں، اس کی عطا بے حساب ہے لہٰذا خرچ کرنے والے کو یہ نہیں سوچنا چاہئے کہ اس کے لیے کوئی انعام مشکل ہے۔

(9) اللہ تعالیٰ کے ﴿عَلِيْمٌ﴾ ''سب کچھ جاننے والا'' ہونے سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ بے خبر نہیں ہے کہ جو خرچ کیا جائے اسے معلوم ہی نہ ہو کہ کون دوگنے چوگنے ثواب کا مستحق ہے۔ اس سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں ہے کہ اسے انسان کے سچے جذبوں کی خبر ہی نہ ہو اور ان کا اجر مارا جائے۔ وہ نیتوں کا حال جانتا ہے، وہ اپنے علم کی وجہ سے نیکی اور نیتوں پر اجر دیتا ہے کیونکہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کا علم اور حکمت کامل ہے۔

سوال 3: انفاق کو بیج سے تشبیہ دے کر رب العزت نے کس طرح انسانی فطرت کو جھنجوڑا ہے؟

جواب: (1) اس مثال کے ذریعے عمل کے ثواب میں اضافے کی تصویر کشی کی گئی ہے۔ رب العزت نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کو ایک زندہ حقیقت کے طور پر پیش کیا ہے۔

(2) اس حقیقت کے خوب صورت اظہار کی وجہ سے انسانی شعور میں جوش وخروش پیدا ہوتا ہے اور انسانی ضمیر جاگ اٹھتا ہے۔ انسان کے سامنے زندہ ہری بھری فصل آتی ہے۔ انسان کے سامنے عام لیکن عجیب تجربہ آتا ہے۔

(3) اس زندہ منظر کی وجہ سے انسان کا ضمیر بھی سخاوت کی طرف مائل ہوجاتا ہے اور انسان اپنا سب کچھ لگانے کے لئے تیار ہوجاتا ہے۔

(4) انسان کو اپنے کیے کا اتنا پھل ملنے کا یقین ہوجاتا ہے۔ اس طرح وہ اور زیادہ خرچ کے لیے تیار ہوجاتا ہے۔

انفاق کو بیج سے تشبیہ دے کر یہ سمجھایا گیا ہے کہ انسان کا عمل بیج کی طرح ہے جو اچھا بھی ہوسکتا ہے اور برا بھی۔ انسان دنیا کی زمین میں ڈالے گا تو یہیں پھل پائے گا، آخرت کی زمین میں انفاق کا بیج ڈالے گا تو آخرت میں کئی گنا پھل پائے گا۔

سوال 4: انفاق کے لیے نبی ﷺ نے کیسے ترغیب دلائی ہے؟

جواب: (1) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ﴿أَنْفِقْ أُنْفِقْ عَلَيْكَ﴾ (میری راہ میں) خرچ کرو تو میں بھی تم پر خرچ کروں گا'' اور فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے، رات اور دن کے مسلسل خرچ سے بھی یہ کم نہیں ہوتا'' اور فرمایا: ''تم نے دیکھا نہیں جب سے اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو پیدا کیا ہے، مسلسل خرچ کیے جارہا ہے لیکن اس کے ہاتھ میں کوئی کمی نہیں ہوئی، اس کا عرش پانی پر تھا اور اس کے ہاتھ میں میزان عدل ہے جسے وہ جھکاتا اور اٹھاتا رہتا ہے۔'' (صحیح بخاری: 4684)

(2) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص حلال کمائی سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کرے اور اللہ تعالیٰ صرف حلال کمائی کے صدقہ کو قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے داہنے ہاتھ سے قبول کرتا ہے پھر صدقہ کرنے والے کے فائدے کے لیے اس میں زیادتی کرتا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے کوئی اپنے جانور کے بچے کو کھلا پلا کر بڑھاتا ہے تا آنکہ اس کا صدقہ پہاڑ کے برابر ہوجاتا ہے۔'' (بخاری: 1410)

﴿اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى﴾

''وہ جو اپنے مال اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں پھر جو انہوں نے خرچ کیا اس کے پیچھے نہ کسی طرح کا احسان جتلاتا لاتے ہیں اور نہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾

ہی کوئی تکلیف پہنچانا، ان کے لئے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے" (262)

سوال 1: اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر کے احسان جتلانے اور تکلیف دینے سے اجتناب کرنے والوں کی کیا فضیلت ہے، اس کی وضاحت ﴿اَلَّذِيْنَ ... يَحْزَنُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى﴾ "وہ جو اپنے مال اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں پھر جو انہوں نے خرچ کیا اس کے پیچھے نہ کسی طرح کا احسان جتلانا لاتے ہیں اور نہ ہی کوئی تکلیف پہنچانا" اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تعریف فرمائی ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں اور صدقہ دینے کے بعد اس شخص پر جس کو صدقہ دیا ہو نہ تو احسان جتلاتے ہیں اور نہ ہی کوئی ایسی تکلیف دیتے ہیں جس سے ان کا سابقہ احسان ضائع ہو جائے۔

(2) احسان جتلانے سے مراد ہے جس پر صدقہ کیا ہو اس کے سامنے صدقے اور اس کی تعداد کا ذکر کرنا اور اس پر اپنی بڑائی ثابت کرنا۔ احسان جتلانا ایک ناپسندیدہ، گھٹیا اور مکروہ کام ہے۔ جس پر احسان جتلایا جاتا ہے اس کے لیے باعث اذیت ہے اور جو احسان جتلاتا ہے وہ تکبر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

(3) احسان جتلانا کبیرہ گناہوں میں سے ہے اور احسان جتلانے والا ان تین لوگوں میں سے ہے جن کی طرف قیامت کے دن نہ اللہ تعالیٰ دیکھے گا نہ انھیں پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ (صحیح مسلم: 293)

(4) تکلیف پہنچانے سے مراد یہ کہنا ہے کہ میں نے تمہیں فلاں فلاں چیز نہیں دی اور یہ کہ کیا میں نے تم پر اس اس طرح سے خرچ نہیں کیا؟

(5) اللہ تعالیٰ نے احسان جتلانے اور تکلیف دینے سے اجتناب کرنے والوں سے اجر و ثواب کا وعدہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ "ان کے لئے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے" یعنی جو لوگ انفاق فی سبیل اللہ میں احسان نہیں جتلاتے اور تکلیف نہیں دیتے، ان کو اللہ تعالیٰ ان کے شایان شان اجر عطا فرمائیں گے کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے ایسا نیک کام کیا جو اس کو ضائع کرنے والے اسباب سے پاک تھا۔

(6) ﴿وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ "اور ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے" یعنی قیامت کی ہولناکیوں کا انہیں خوف نہیں ہوگا اور نہ ہی انہیں دنیا میں چھوڑی ہوئی اولاد اور دولت کا کوئی غم ہوگا کیونکہ انہیں دنیا کی نعمتوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے بہت بہتر نعمتیں مل چکی ہوں گی۔

سوال 2: انفاق کے فوائد حاصل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ ذہن کو کیسے تیار کرتے ہیں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ یہ واضح فرماتے ہیں کہ سب کچھ اسی کا دیا ہوا ہے اور مال و دولت اسی کی ملکیت میں ہے۔

(2) دولت کے حصول کے قریبی اور دور کے سارے اسباب اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ ہیں۔

(3) دولت کے حصول کا کوئی ذریعہ انسان کے کنٹرول میں نہیں ہے۔

(4) دولت والے اس رزق کے جو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے محافظ اور امین ہیں۔

(5) دولت والا اگر خرچ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے میں سے خرچ کرتا ہے۔

(6) اگر کوئی مال خرچ کر کے نیکی کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو قرض دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے کئی گنا بڑھا چڑھا کر دیں گے۔

(7) صدقہ دینے والے کے لیے صدقہ لینے والا اجر کا باعث بنتا ہے۔

(8) صدقہ کرنے سے نہ مال کم ہوتا ہے نہ ضائع ہوتا ہے۔ (9) انفاق کرنے کی بیش بہا فوائد سے ترغیب دی گئی ہے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مال خرچ کرتے ہیں اور اس کے بعد ایسے کام نہیں کرتے جس سے عمل ضائع ہو جائے یا اس میں کوئی خرابی پیدا ہو جائے مثلاً احسان جتلانا اور زبانی اور عملی طور پر ایذا دینا تو ایسے لوگوں کا اجر ان کے رب کے پاس ہے۔

سوال 3: انفاق فی سبیل اللہ کے معاشرے کو کیا فوائد حاصل ہوتے ہیں؟

جواب: (1) انفاق فی سبیل اللہ سے معاشرے کے افراد کے درمیان اچھے تعلقات پروان چڑھتے ہیں۔

(2) وہ ایک دوسرے کے ہمدرد ہو جاتے ہیں۔

(3) وہ ایک دوسرے کے لیے فراخ دل ہو جاتے ہیں۔

(4) وہ ایک دوسرے کے لیے عالی ظرف ہو جاتے ہیں۔

(5) وہ ایک دوسرے کے لیے خود غرضی، بخل، تنگدلی اور سنگدلی کا مظاہرہ نہیں کرتے۔

(6) وہ ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہیں۔

(7) اسلامی معاشرے میں وحدت پیدا ہوتی ہے۔

(8) اسلامی معاشرے کے رجحانات ایک جیسے ہو جاتے ہیں۔

(9) افراد معاشرہ میں ہم آہنگی ہو جاتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(10)اسلامی معاشرے کے افراد کے فرائض اور ذمہ داریوں میں یک سوئی پیدا ہوجاتی ہے۔

(11)وہ ایک دوسرے کی ضروریات کی کفالت کرتے ہیں۔

سوال4:انفاق کے انفرادی، معاشی، اخلاقی اور معاشرتی فوائد کیا ہیں؟

جواب:**انفاق کے انفرادی فوائد یہ ہیں:**(1)انسان اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے کو اپنا ذاتی فائدہ سمجھنے لگتا ہے۔ ﴿وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ﴾ ''اور خیر میں سے جو کچھ تم خرچ کرو گے وہ تمھارے ہی لیے ہے۔''(البقرہ:272)

(2)انفاق فی سبیل اللہ برائیوں کو دور کرنے کا ذریعہ ہے۔﴿وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ﴾ ''اور وہ (اللہ تعالیٰ) تمہاری کچھ برائیاں تم سے دور کردے گا۔''(البقرہ:271)

(3)انسان اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیے گئے مال کو پھلتا پھولتا محسوس کرنے لگتا ہے۔

انفاق کے معاشی فوائد یہ ہیں:(1)اللہ تعالیٰ سود کا مٹھ مار دیتا ہے اور صدقات کو نشوونما دیتا ہے۔

(2)جس معاشرے کے خوش حال افراد ضرورت سے زائد غریبوں کو دے دیں تاکہ وہ اپنی ضروریات پوری کرسکیں یا کاروباری لوگوں کو بلاسود قرضے دے دیں یا شراکت کے اصول پر نفع ونقصان کے حصہ دار بن جائیں یا حکومت کے پاس جمع کروائیں کہ وہ اجتماعی خدمات کے لیے استعمال کرے، اس سوسائٹی کی تجارت، صنعت اور زراعت میں بے انتہا اضافہ ہوگا۔

انفاق کے اخلاقی فوائد یہ ہیں:(1)انفاق کی وجہ سے انسان کے اخلاق اچھے ہوجاتے ہیں۔

(2)انسان ہمدرد ہوجاتا ہے۔(3)انفاق کرنے والوں میں فراخ دلی پیدا ہوجاتی ہے۔

(4)اچھی صفات پروان چڑھتی ہیں۔

انفاق کے معاشرتی فوائد یہ ہیں:(1)انفاق کی وجہ سے معاشرے میں بے روزگاری ختم ہوجاتی ہے۔

(2)معاشرے میں جرائم پروان نہیں چڑھتے۔(3)معاشرے کے افراد کے اخلاق بہتر ہوتے ہیں۔

(4)اللہ تعالیٰ سے تعلق میں اضافہ ہوتا ہے اور دین کے کام ہونے لگتے ہیں۔

(5)معاشرتی تعلقات میں بہتری آتی ہے۔

(6)جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعے دشمن قوموں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا جاتا ہے۔

﴿قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ۭ

''اچھی بات کہنا اور درگزر کرنا اس صدقے سے بہتر ہے جس کے پیچھے کسی طرح کی اذیت پہنچانا ہو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ﴾

اور اللہ تعالیٰ بہت بے پرواہ، بے حد بردبار ہے" (263)

سوال 1: صدقہ دے کر ایذاء پہنچانے سے بہتر ہے کہ معروف بات کی جائے اور درگزر کیا جائے، اس کی وضاحت ﴿قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ... حَلِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى﴾ "اچھی بات کہنا اور درگزر کرنا اس صدقے سے بہتر ہے جس کے پیچھے کسی طرح کی اذیت پہنچانا ہو" یعنی بھلی بات، اچھا کلمہ، دعائے خیر اور ظلم سے درگزر کرنا اس صدقہ سے بہتر ہے جسے دینے کے بعد ایذاء پہنچائی جائے۔

(2) وہ صدقہ بیکار ہے جس پر احسان جتا دیا جائے یا اسے قول و فعل سے ستایا جائے جس پر صدقہ کیا ہے اس سے تو بہتر یہی تھا کہ بجائے صدقہ کے اس کے حق میں دعائے خیر ہی کر دی جاتی کیونکہ پاکیزہ کلمہ اور قولی یا فعلی زیادتی پر صبر کر کے معاف کر دینا احسان وایذا والے صدقے سے بہتر ہے۔ (السراج المنیر: 178/1)

(3) ﴿قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ﴾ "اچھی بات کہنا" قول معروف سے مراد سوال کرنے والے سے نرمی اور شفقت سے بات کرنا اور دعائیہ کلمات سے جواب دینا ہے۔

(4) قول معروف جس کو دل پہچانتے ہیں اور اسے ناپسند نہیں کرتے۔ اس میں ہر اچھی بات شامل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان کے دل کی خوشی کا باعث بننا کارِ ثواب ہے۔ اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ سائل کو جواب دینا ہو تو اچھے الفاظ سے جواب دیا جائے اور اسے دعا دی جائے۔ (تفسیر سعدی: 314/1)

(5) ﴿وَّمَغْفِرَةٌ﴾ "اور درگزر کرنا" مغفرت سے مراد ہے سوال کرنے والے کے فقر اور اس کی ضرورت کا لوگوں کے سامنے اظہار نہ کرنا اور اس کی پردہ پوشی کرنا۔ اسی طرح سوال کرنے والے کے منہ سے اگر کوئی بات نکل جائے تو اس سے چشم پوشی کرنا۔ سائل برابر پیچھے پڑا رہے اور اس کی باتیں نفس پر گراں گزریں تو اس وقت اس سے درگزر کرنا اور اسے معاف کر دینا ہی خوبی کی بات ہے۔ (تفسیر مراغی)

(6) سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "ہر مسلمان پر صدقہ کرنا ضروری ہے۔" لوگوں نے پوچھا: "اے اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ! اگر کسی کے پاس کچھ نہ ہو؟" آپ ﷺ نے فرمایا: "پھر اپنے ہاتھ سے کچھ کما کر خود کو بھی نفع پہنچائے اور صدقہ بھی کرے۔" لوگوں نے کہا کہ "اگر اس کی طاقت نہ ہو؟" فرمایا: "پھر کسی حاجت مند

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فریادی کی مدد کرے۔'' لوگوں نے کہا کہ ''اگر اس کی بھی سکت نہ ہو؟'' فرمایا: ''پھر اچھی بات پر عمل کرے اور بری باتوں سے باز رہے، اس کا یہی صدقہ ہے۔'' (صحیح بخاری:1445)

(7) ﴿وَاللّٰهُ غَنِيٌّ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بے پرواہ ہے'' وہ کبھی کسی چیز کا محتاج نہیں ہوتا۔ وہ اپنی مخلوق سے بے پرواہ ہے اسی لیے انہیں سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ وہ کسی بھی دیئے جانے والے صدقے سے بے پرواہ ہے۔ وہ ایسے صدقے سے بے پرواہ ہے جس کے ساتھ ایذا دینا شامل ہو۔

(8) اللہ تعالیٰ ﴿حَلِيْمٌ﴾ ''بے حد بردبار ہے'' وہ انسان کو وجود دیتا ہے، رزق دیتا ہے، اور وہ اس کا شکر ادا نہیں کرتے لیکن اللہ تعالیٰ فوراً سزا نہیں دیتا۔ انسانوں کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بردباری سیکھیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے میں سے کچھ دیں تو جتلانا نہ شروع کر دیں اور اذیت دینا نہ شروع کر دیں کہ احسان مند تو شکر ادا کر رہا ہو اور اس کی کسی ناپسندیدہ بات کی وجہ سے یہ اذیت دے رہے ہوں۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا الحلیم وہ ہے جو اپنے حلم میں کامل ہے۔ (الدر المنثور:1/599)

(9) اللہ تعالیٰ ﴿حَلِيْمٌ﴾ ''بے حد بردبار ہے'' جو اس کی نافرمانی کرے اسے فوراً سزا نہیں دیتا حالانکہ وہ اس کی قدرت رکھتا ہے لیکن اس کی رحمت، احسان اور بردباری اسے گناہ گاروں کو فوری سزا دینے سے مانع ہو جاتی ہے۔ بلکہ وہ انہیں مہلت دیتا ہے انہیں مختلف انداز سے اپنی آیات سناتا اور دکھاتا ہے تاکہ وہ اس کی طرف رجوع کریں۔ البتہ جب یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ ان لوگوں میں خیر کی کوئی رمق نہیں رہی اور انہیں آیات سے کوئی فائدہ نہیں ہو رہا پھر ان پر عذاب نازل فرما دیتا ہے اور اپنے عظیم ثواب سے محروم فرما دیتا ہے۔ (تفسیر سعدی:1/314)

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے صدقات احسان جتلانے اور تکلیف پہنچانے سے ضائع نہ کرو اس شخص کی طرح جو اپنا

يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ فَمَثَلُهٗ

مال لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا، تو اس کی مثال

كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ۭ لَا يَقْدِرُوْنَ

ایک صاف چٹان کی مثال جیسی ہے جس پر کچھ مٹی ہو، پھر اس پر زوردار بارش پڑے تو اس کو ایک سخت چٹان چھوڑ جائے، جو انہوں نے

عَلٰي شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ﴾

کمایا اس میں سے کسی چیز پر وہ قدرت نہیں رکھیں گے اور اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' (264)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: احسان جتلا کر اور ایذا دے کر صدقات کو ضائع نہ کیا جائے، اس حکم کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ... الْكٰفِرِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے صدقات احسان جتلانے اور تکلیف پہنچانے سے ضائع نہ کرو'' اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں پر رحمت اور شفقت فرماتے ہوئے انہیں اس سے منع فرمایا ہے کہ وہ صدقات دینے کے بعد احسان جتلا کر اور تکلیف دے کر اپنے صدقات ضائع کر دیں۔

(2) احسان جتلانے اور تکلیف دینے سے صدقات ضائع ہو جاتے ہیں اور اس غلطی کی وجہ سے انسان صدقات کے ثواب سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔

(3) ﴿كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ ''اس شخص کی طرح جو اپنا مال لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا'' اس سے مراد ہے کہ صدقات کا ثواب ضائع نہ کر لو جیسے منافق ریاکاری سے صدقے کا ثواب ضائع کر لیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کے ثواب کا ارادہ نہیں رکھتا۔ اس طرح منافق اور ریاکار کے عمل میں مماثلت ہو جاتی ہے۔

(4) ریاکاری سے مراد دکھاوے کے لیے کیا جانے والا عمل ہے جس میں نہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا ارادہ ہوتا ہے نہ اس سے اجر و ثواب کی امید ہوتی ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں سب سے زیادہ شرک سے لاپرواہ ہوں۔ اگر کوئی ایسا عمل کرتا ہے جس کے اندر کسی دوسرے کو میرا ساجھی قرار دیتا ہے (یعنی خالص میری رضا کے لیے نہیں کرتا) تو میں اس کو اور اس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں۔'' (مسلم: 7475)

(5) ﴿فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ﴾ ''تو اس کی مثال ایک صاف چٹان کی مثال جیسی ہے'' ریاکار کے صدقے کی مثال ایک صاف چٹان کی مثال ہے۔ چٹان سے مراد سنگ دلی ہے، نیت اور جذبے کی خرابی ہے۔ جیسے چٹان پر کچھ اگنا ممکن نہیں ہوتا، ایسے ہی نیت کی خرابی کے ساتھ کوئی نیک عمل پھلتا پھولتا نہیں ہے۔ اس کا نہ دنیا میں کوئی فائدہ ہے نہ آخرت میں۔ ریاکار کا صدقہ دراصل ایک پردہ ہے جو دل کی سختی پر اور نفاق پر ڈالا جاتا ہے تاکہ مومنوں میں شمار ہو سکے اور لوگ اس کی مدح کریں اور اس کا شکر ادا کریں۔ ﴿عَلَيْهِ تُرَابٌ﴾ ''جس پر کچھ مٹی ہو'' مٹی کی تہہ سے مراد نیکی کی ظاہری شکل ہے۔ ﴿فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ﴾ ''پھر اس پر زوردار بارش پڑے'' زوردار بارش سے مراد صدقہ ہے۔ ﴿فَتَرَكَهٗ صَلْدًا﴾ ''تو اس کو ایک سخت چٹان چھوڑ جائے'' بارش ہونے پر زمین کو لہلہانا چاہیے لیکن پتھروں پر سے تو بارش مٹی ہی بہا کر لے جاتی ہے کیونکہ زمین کے اندر بارش کو قبول کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6)ان لوگوں کی مثال چکنے پتھر کی سی ہے جس پر تھوڑی سی مٹی پڑ گئی ہو پھر اس پر موسلا دھار بارش ہو جائے ظاہر ہے کہ بارش اس کی مٹی صاف کر دے گی اور اس پر پانی ٹھہرے گا نہیں، جس طرح یہ پتھر حسب سابق چکنا اور بے پانی کے رہ جاتا ہے اسی طرح ریا کار احسان جتانے والے کے عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں برباد ہو جاتے ہیں اگرچہ وہ لوگوں کی نگاہوں میں فیاض و سخی ہو۔ ریا کاری کی بارش نے سخاوت کی مٹی بہا دی اور ریا کار عمل برباد و گناہ لازم کا مصداق بن گیا۔ (السراج المنیر :179/1)

(7)﴿لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا﴾ ''جو انہوں نے کمایا اس میں سے کسی چیز پر وہ قدرت نہیں رکھیں گے'' صدقے کے اندر صلاحیت ہے کہ وہ نیکیوں کو نشوونما دے سکتا ہے لیکن اس وقت جب نیت نیک ہو۔ ریا کاری سے کیے گئے صدقے سے کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ جیسے انسان صدقے پر احسان جتلا کر اور دکھ دے کر اجر پانے پر قدرت نہیں رکھتا اسی طرح ریا کاری سے کیا گیا صدقہ بھی صرف مال کا ضیاع ہے جس سے کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا﴾ ''اور ہم ان کے ہر عمل کی طرف آئیں گے جو انہوں نے کوئی بھی عمل کیا تھا تو ہم اسے اڑتی ہوئی خاک بنا دیں گے۔'' (الفرقان:23)

(8)﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ِۨاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ﴾ ''جن لوگوں نے اپنے رب سے کفر کیا ان کے اعمال کی مثال اس راکھ کی طرح ہے جس پر ایک آندھی والے دن میں تند ہوا چل پڑے جو بھی انہوں نے کمایا تھا اس میں سے وہ کسی پر قادر نہیں ہوں گے یہی دور کی گمراہی ہے۔'' (ابراہیم:18)

(9)سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''جس نے دکھاوے کی نماز پڑھی اس نے شرک کیا، جس نے دکھاوے کا روزہ رکھا اس نے شرک کیا اور جس نے دکھاوے کا صدقہ کیا اس نے شرک کیا۔'' (مسند احمد، الترغیب والترہیب)

(10)﴿وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' انہوں نے ان اعمال کو غلط جگہ پر رکھا اور اپنی جیسی مخلوق کے لیے انجام دیا جس کے ہاتھ میں نہ نفع ہے نہ نقصان اور جس رب کی عبادت سے فائدہ ہو سکتا ہے اس کی عبادت سے منہ موڑ لیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے دلوں کو ہدایت سے پھیر دیا۔ (تفسیر سعدی)

﴿وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ

''اور ان لوگوں کی مثال جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی تلاش میں اور اپنے دلوں میں پختگی پیدا کرنے کے لیے خرچ کرتے ہیں،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ

ان کی مثال ایک ایسے باغ کی مثال کی طرح ہے جو کسی اونچی جگہ پر ہو اسے زور کی بارش پہنچے تو وہ اپنا پھل دوگنا لائے، پھر اگر اسے

يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿

زور کی بارش نہ بھی پہنچے تو کچھ شبنم ہی کافی ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب دیکھنے والا ہے" (265)

سوال 1: اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی نیت سے خرچ کرنے والے مومنوں کے صدقے کی مثال کی وضاحت ﴿وَمَثَلُ...بَصِيْرٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ﴾ "اور ان لوگوں کی مثال جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی تلاش میں خرچ کرتے ہیں" اللہ تعالیٰ نے ان مومنوں کے صدقے کی مثال بیان کی ہے جو اپنے اموال اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے خرچ کرتے ہیں۔

(2) ﴿وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ﴾ "اور اپنے دلوں میں پختگی پیدا کرنے کے لیے" یعنی ان کے دل کو پورا یقین ہے کہ جو خرچ کیا اس کا پورا اجر ملے گا۔ خرچ کرنے سے دل کو اور زیادہ تروتازگی مل رہی ہے۔

(3) تثبیت یعنی تصدیق و یقین۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا﴾ "جو شخص ایمان اور حصول ثواب کی امید سے رمضان کے روزے رکھے۔" (بخاری و مسلم) یعنی اس کا ایمان ہو کہ اللہ تعالیٰ نے روزے رکھنے کا حکم دیا ہے اور وہ روزوں پر اللہ تعالیٰ ہی سے ثواب کی امید باندھے۔

(4) ان کے خرچ کی مثال ایسی ہے: ﴿كَمَثَلِ جَنَّةٍ﴾ "باغ کی مثال کی طرح ہے" جنت سے مراد ایسا باغ ہے جس میں درخت بے شمار ہیں اور سایہ گھنا ہے۔ جس کے درخت زمین کو چھپا لیتے ہیں اور اس تک دھوپ نہیں پہنچنے دیتے۔ باغ کی زمین کی مٹی گہری ہے یعنی ایمان دل کے اندر تک اترا ہوا ہے۔ یہ انفاق کرنے والے کی مثال ہے جس کا دل ایک سرسبز باغ کی طرح ہے یعنی دل میں ایمان کی تروتازگی ہے۔

(5) ﴿بِرَبْوَةٍ﴾ "جو کسی اونچی جگہ پر ہو" یہ باغ اونچی زمین پر ہے جس کو صبح، دوپہر اور شام سورج کی پوری روشنی حاصل ہوتی ہے۔ ایسے باغ کے پھل زیادہ اور بہتر ہوتے ہیں۔ یہ ایسی جگہ نہیں جہاں نہ ہوا لگے نہ دھوپ۔ باغ اونچی زمین پر ہے جو زرخیز ہے یعنی دل کا مقام بلند ہے جو ایمان والا ہے، اس کے اندر نیکیاں کرنے کی بھرپور صلاحیت موجود ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6)﴿اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ﴾''اسے زور کی بارش پہنچے تو وہ اپنا پھل دوگنا لائے''اونچی زمین پر موجود اس باغ پر زمین نم دار ہونے، دوسرے معاون اسباب ہونے اور بکثرت پانی کی موجودگی کی وجہ سے اس باغ سے دگنا پھل حاصل ہوا۔

(7)﴿فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ﴾''پھر اگر اسے زور کی بارش نہ بھی پہنچے تو کچھ شبنم ہی کافی ہے''یعنی عمدہ زمین کی وجہ سے معمولی بارش ہی کافی ہے۔باغ پر زور کی بارش سے مراد صدقہ کرنے کی خالص نیت ہے۔انتہائی جذبۂ خیر اور نیک نیتی دل کو سیراب کر دیتے ہیں اسے نئی زندگی ملتی ہے کیونکہ صدقہ دل کو پاک کر دیتا ہے۔یہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کا حال ہے کوئی زیادہ خرچ کرے یا کم ہر ایک کو اپنے حالات کے مطابق فائدہ حاصل ہوتا ہے اور ہر ایک کے ثواب میں پوری طرح اضافہ ہوتا ہے۔(تفسیر سعدی:316/1)

(8)اونچی جگہ کا یہ باغ کبھی بھی قحط زدہ نہیں ہوتا کیونکہ اگر موسلا دھار بارش نہ بھی ہو تو اس کے لئے ہلکی بارش بھی کافی ہوتی ہے۔اسی طرح مومنوں کا عمل بھی کبھی ضائع نہیں جاتا بلکہ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرماتا، بڑھاتا اور پروان چڑھاتا ہے اور ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کے مطابق ہی جزا ملتی ہے۔(المصباح المنیر:546/1)

(9)﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾''اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب دیکھنے والا ہے''اللہ تعالیٰ نیتوں سے بھی باخبر ہے اور اعمال کو بھی دیکھتا ہے اس لیے وہ اعمال کی مکمل جزا دے گا۔

(10)یزید بن ابی حبیب بیان کرتے ہیں کہ مرثد بن عبداللہ مزنی اہل مصر میں سے مسجد جانے والے پہلے شخص ہیں۔جب بھی میں انھیں مسجد کی طرف جاتے دیکھتا ان کی آستین میں کسی نہ کسی شکل میں صدقہ ضرور ہوتا۔کرنسی یا روٹی یا گندم ہوتی بلکہ میں نے انہیں پیاز لے جاتے بھی دیکھا۔میں ان سے کہتا:اے ابوالخیر! یہ تمہارے کپڑوں کو بدبودار کر دے گا۔وہ کہتے:اے ابن ابی حبیب! مجھے گھر میں صدقے کے لیے اس کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں مل سکی۔مجھے ایک صحابی نے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''قیامت کے دن مومن کا سایہ اس کا صدقہ ہوگا۔''(صحیح ابن خزیمہ:95/4،مسند احمد:411/5)

(11)عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سنا:''جہنم سے بچو اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا دے کر ہی سہی (مگر ضرور صدقہ کر کے دوزخ کی آگ سے بچنے کی کوشش کرو)۔''(بخاری:1417)

سوال 2:انسان کو کون سی چیز خدا پرستی پر جماتی ہے اور ایمان میں ثابت قدمی عطا کرتی ہے؟

جواب:(1)انسان جو عمل کرتا ہے اس عمل کے ساتھ وہ اپنی قوت ارادی کو مضبوط کرتا ہے۔جب انسان وہ عمل کرتا ہے جو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو اس کا دل اللہ تعالیٰ کی بات پر ایمان کے لیے جمنے لگتا ہے۔

(2) جب انسان آسان حالات میں عمل کرتا ہے یعنی جب دل کی قبولیت، اس کی رضا شامل ہو مال خرچ کرنے میں آسانی ہو۔ کوئی دوسری رکاوٹ نہ ہو تو دل کے اندر تھوڑے درجے کی ثابت قدمی آتی ہے۔

(3) جب انسان مشکل حالات میں خرچ کرتا ہے تو وہ اپنے مقصد کے لیے اپنے ارادے کو اور زیادہ پختہ کر لیتا ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے مشکل راستے کون سے ہیں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کا مشکل راستہ وہ ہے جس مد میں خرچ کرنا دنیاوی اعتبار سے بے فائدہ ہو۔

(2) جس کو خرچ کرنے کے لیے دل نہ چاہے اسے اللہ تعالیٰ کے لیے دینا۔

(3) اس انسان کے لیے خرچ کرنا جس سے اچھا معاملہ کرنے پر طبیعت آمادہ نہ ہو۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے عقبہ بن عامر! جو تجھ سے قطع رحمی کرے، اس سے صلہ رحمی کر، جو تجھے محروم کرے، تو اسے عطا کر۔'' (صحیحہ: 2942)

(4) اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت کے کاموں میں خرچ کرنا۔ (5) جہاد فی سبیل اللہ کے لیے خرچ کرنا۔

﴿اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ

''کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے لیے کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو جس کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں

لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ ۪ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ

اس کے لیے اس میں ہر قسم کے پھل ہوں اور اس تک بڑھاپا آ پہنچے؟ اور اس کے کمزور بچے ہوں، پھر اس کو ایسا بگولا آ پہنچے

ع 36 4 فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ﴾

جس میں آگ بھی ہو تو وہ جل جائے، اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کھول کر آیات بیان کرتا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو'' (266)

سوال 1: برے اعمال کی وجہ سے نیک اعمال ضائع ہو جانے کی مثال کی وضاحت ﴿اَيَوَدُّ ... تَتَفَكَّرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) عبید بن عمیر کہتے ہیں کہ ایک دن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے اصحاب سے دریافت کیا کہ آپ لوگ جانتے ہو یہ آیت کس سلسلے میں نازل ہوئی ہے؟ ''کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا ایک باغ ہو؟'' سب نے کہا کہ اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے۔ یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بہت خفا ہو گئے اور کہا، صاف جواب دیں کہ آپ لوگوں کو اس

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سلسلے میں کچھ معلوم ہے یا نہیں۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کیا: ''امیر المومنین! میرے دل میں ایک بات آتی ہے'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''بیٹے! کہو اور اپنے آپ کو حقیر نہ سمجھو۔'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کیا کہ اس میں عمل کی مثال بیان کی گئی ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیسے عمل کی؟ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کیا کہ عمل کی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: '' یہ ایک مال دار شخص کی مثال ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں نیک عمل کرتا رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ شیطان کو اس پر غالب کر دیتا ہے، وہ گناہوں میں مصروف ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اپنے سارے اعمال کو ضائع کر بیٹھتا ہے۔'' (صحیح بخاری کتاب التفسیر: 4538)

(2) ﴿اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ﴾ ''کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے لیے کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو جس کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں اس کے لیے اس میں ہر قسم کے پھل ہوں'' ایک شخص کا باغ ہے جس میں ہر طرح کے پھل ہیں، اس کے نیچے نہریں چل رہی ہیں، باغ کا مالک اس پر خوش ہے۔

(3) ﴿وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ ۖ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ﴾ ''اور اس تک بڑھاپا آ پہنچے؟ اور اس کے کمزور بچے ہوں، پھر اس کو ایسا بگولا آ پہنچے جس میں آگ بھی ہو تو وہ جل جائے'' یہ آدمی بوڑھا ہو گیا، کام کاج کے قابل نہیں رہا۔ اس لیے اب اسے باغ ہی سے امید ہے۔ اس کی اولاد کمزور ہے، جو کام کاج میں اس کی مدد نہیں کر سکتی بلکہ اس کے لیے بوجھ ہے۔ اس کا اپنا خرچ بھی باغ سے چلتا ہے اور بچوں کا بھی۔ ان حالات میں باغ پر آندھی آ گئی۔ (اعصار) اس تیز ہوا کو کہتے ہیں جو تیز گھومتی ہے اور اوپر کو بلند ہوتی ہے۔ اس بگولے میں آگ تھی جس سے باغ جل گیا۔ اس حادثے سے جو رنج و غم حاصل ہو گا اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ اگر غم سے مرا جاتا تو یہ آدمی ضرور مر جاتا۔ اسی طرح جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے عمل کرتا ہے تو اس کے عمل کھیتی اور بیج کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس کے اعمال کے نتیجے میں اسے وہ باغ مل جاتا ہے جو بے انتہا دلکش ہے۔ نیکیوں کو ضائع کرنے والے اعمال اس بگولے کی طرح ہیں، جس میں آگ ہے۔ (تفسیر سعدی: 318/1)

(4) ایک شخص پہلے اچھے عمل کرتا رہتا ہے۔ پھر اس کی سیرت و کردار میں تبدیلی آ جاتی ہے اور وہ نیکیوں کے بجائے برائیاں شروع کر دیتا ہے۔ تو اپنے اس دوسرے برے عمل کی وجہ سے اپنی سابقہ نیکیوں کو برباد کر بیٹھتا ہے۔ مگر جب نازک اور کٹھن حالات میں اسے نیکیوں کی ضرورت پیش آتی ہے تو اس کے پاس کوئی نیکی باقی نہیں ہوتی، حالانکہ اس وقت اسے نیکیوں کی بہت شدید ضرورت تھی۔ (المصباح المنیر: 547/1)

(5) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کی وضاحت میں فرماتے ہیں: روز قیامت کافر کو جب اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش کیا جائے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گا تو اس کا بھی یہی حال ہوگا، اس کے پاس کوئی نیکی نہیں ہوگی کہ اس کی معذرت کو قبول کر لیا جائے جیسے کہ مثال میں بیان کیے گئے شخص کے پاس اب طاقت نہیں کہ پہلا سا باغ بنا سکے، وہ کوئی ایسی نیکی بھی نہیں پائے گا جسے اس نے آگے بھیجا ہو کہ اب وہ اس کے کام آ سکے جیسے کہ باغ والے کے اس کی اولاد کام نہیں آئی، یہ اس وقت اجر و ثواب سے محروم ہوگا جب اسے اجر و ثواب کی بے حد ضرورت ہوگی، جیسے یہ شخص باغ سے اس وقت محروم ہوا جب اسے اس کی اپنے بڑھاپے اور اولاد کی کمزوری کی حالت میں شدید ضرورت تھی۔ (تفسیر ابن ابی حاتم: 532/3)

(6) ﴿كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ﴾ ''اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کھول کر آیات بیان کرتا ہے تا کہ تم غور و فکر کرو'' اللہ تعالیٰ کی کھلی آیات پر غور و فکر کرو تا کہ نقصان سے بچ جاؤ۔ رب العزت نے فرمایا:

﴿وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ﴾ ''اور یہ مثالیں ہیں جو ہم لوگوں کے لئے ہی بیان کرتے ہیں اور انہیں علم رکھنے والوں کے سوا کوئی نہیں سمجھتا۔'' (العنکبوت: 43)

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! ان پاکیزہ چیزوں میں سے خرچ کرو جو تم نے کمائی ہیں اور ان میں سے بھی جو ہم نے تمہارے لیے

الْاَرْضِ ۖ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ

زمین سے نکالی ہیں اور اس میں سے جو تم خرچ کرتے ہو گندی چیز کا ارادہ نہ کرو حالانکہ تم خود ہی اس کو لینے والے نہیں ہو مگر یہ کہ

تُغْمِضُوْا فِيْهِ ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ﴾

تم اس کے بارے میں آنکھیں بند کر لو اور جان لو یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا بے پروا، بے حد خوبیوں والا ہے'' (267)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول بتائیں؟

جواب: سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ آیت انصار کے بارے میں نازل ہوئی۔ کھجور پکنے کے زمانے میں لوگ مسجد نبوی میں دو عمودوں کے درمیان رسی سے کھجور کے گچھے لٹکا دیتے تا کہ غریب مہاجرین کھایا کریں۔ بعض لوگ ان گچھوں میں ردی کھجوروں کے گچھے ملا دیتے تھے اور سمجھتے تھے کہ ایسا کرنا جائز ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو تنبیہ فرمائی کہ ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ (ترمذی: 2987)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 2: اللہ تعالیٰ کے راستے میں اچھا مال خرچ کرنے کے حکم کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ... حَمِيْدٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ﴾ ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! ان پاکیزہ چیزوں میں سے خرچ کرو جو تم نے کمائی ہیں'' اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو حکم دیا ہے کہ اس نے تمہیں کمانے کی توفیق دی ہے تو جو تم نے کمایا اس میں سے کچھ اچھا اور پاک مال اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرو۔

(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے: اپنے پاک اموال میں سے صدقہ کرو۔ (الدر المنثور: 611/1)

(3) ﴿وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ﴾ ''اور ان میں سے بھی جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالی ہیں'' یعنی پھل، اجناس اور معدنیات وغیرہ میں سے کچھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو۔

(4) صدقے کی قبولیت کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ حلال اور پاک کمائی میں سے ہو چاہے اس کا ذریعہ کوئی بھی ہو یعنی تجارت، زراعت یا صنعت وغیرہ۔

(5) ﴿وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ﴾ ''اور اس میں سے جو تم خرچ کرتے ہو گندی چیز کا ارادہ نہ کرو'' اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اس بات سے منع فرمایا ہے کہ وہ ردی اور نکمی چیزیں اس کی راہ میں خرچ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور وہ پاک مال ہی قبول فرماتا ہے۔

(6) سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مومن کی کمائی کبھی خبیث نہیں ہوتی مراد یہ ہے کہ بے کار چیز صدقہ میں نہ دو۔

(7) ﴿وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ﴾ ''حالانکہ تم خود ہی اس کو لینے والے نہیں ہو مگر یہ کہ تم اس کے بارے میں آنکھیں بند کر لو'' یعنی اگر وہ ردی چیزیں تمہیں دی جائیں تو تم خود بھی انہیں لینا پسند نہیں کرتے۔

(8) سیدنا براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب تمہارا حق کسی پر ہو اور وہ تمہیں وہ چیز دے جو بے قدر و قیمت ہو تم اسے نہ لو گے مگر اس وقت جب تمہیں اپنے حق کی بربادی دکھائی دیتی ہو تو تم چشم پوشی کر کے اسی کو لے لو گے۔

(9) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اگر تمہارا کسی پر کوئی حق ہو اور وہ اس سے، جتنا تمہارا حق بنتا ہے، کم لے کر آئے تو تم اسے کم سمجھتے ہوئے نہیں لو گے حتیٰ کہ اسے ناقص قرار دو گے اور ﴿اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ﴾ کے یہی معنی ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم میرے لیے اس کو کیسے پسند کرتے ہو جسے اپنے لیے پسند نہیں کرتے؟ میرا تم پر حق یہ ہے کہ اپنے پاکیزہ اور عمدہ ترین مال کو میرے لیے خرچ کرو۔ (تفسیر ابن ابی حاتم: 529،528/2)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(10)اس آیت میں انفاق کے معاملے میں مومنوں کے لیے نہایت عمدہ سبق ہے کہ جس چیز کو خود لینا پسند نہیں کرتے ہو اسے دینے سے بھی گریز کرو۔

(11)سیدنا عبداللہ بن معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین کام ایسے ہیں جو شخص انہیں سرانجام دے وہ ایمان کی حلاوت سے آشنا ہو جائے: جو شخص یہ یقین رکھتے ہوئے اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اپنے مال کی زکوٰۃ ہر سال دل کی خوشی اور فراخدلی سے ادا کرے، بوڑھی خارش زدہ بیمار اور گھٹیا (اونٹنی، بکری یا گائے وغیرہ) زکوٰۃ میں نہ دے بلکہ درمیانہ مال دے۔ اللہ تعالیٰ نے تم سے نہ تو بہترین مال مانگا ہے اور نہ برا مال دینے کا حکم دیا ہے۔'' (سنن ابوداؤد: 1582)

(12)﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ﴾ ''اور جان لو یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا بے پروا، بے حد خوبیوں والا ہے'' اگرچہ اللہ تعالیٰ نے صدقہ وخیرات کا حکم دیا ہے لیکن وہ اس بات سے بڑا بے پروا ہے کہ کوئی اس کی راہ میں خرچ کرتا ہے یا نہیں۔ اس نے یہ حکم اس لیے دیا ہے تاکہ دنیا میں حاجت مندوں کی ضرورت پوری ہو جائے اور مال داروں کے آخرت میں درجات بلند ہو جائیں۔

(13)اللہ تعالیٰ نے انسان کے اغماض برتنے سے جو کہ محتاج ہے اپنے غنی ہونے کا شعور دلایا ہے کہ جس آقا سے تم سب کچھ لیتے ہو اور وہ تمہیں دیتا ہے اور لیتا کچھ نہیں، اسے تمہارے مال کی ضرورت نہیں وہ تو بے پرواہ، بے حد خوبیوں والا ہے۔ ہاں اس صدقے کی تمہیں ضرورت ہے اس لئے اپنی ضروریات کا خیال کرلو۔ یہ دوزخ سے بچانے کے لئے ڈھال ہے، تمہارے لئے سایہ بنے گا۔ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہے وہ اپنے فائدے کے لیے خرچ کرتا ہے لہٰذا مناسب یہی ہے کہ بہترین خرچ کرو اور خوش دلی سے کرو اور اپنے دشمن شیطان کی پیروی نہ کرو جو تمہیں بخل کا حکم دیتا ہے اور ڈراتا ہے کہ خرچ کرو گے تو قلاش ہو جاؤ گے۔ یہ اس کا دھوکہ ہے۔

(14)اللہ تعالیٰ حمید ''بے حد خوبیوں والا ہے'' وہ اپنی ذات میں آپ محمود ہے، اپنی ذات میں خود قابل تعریف ہے، حمد کا مالک ہے اس لئے اسے کسی کی حمد سے، کسی کے اعتراف نعمت سے فرق نہیں پڑتا۔ وہ پاکیزہ چیزوں پر اچھی جزا دیتا ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کی صفات الغنی اور الحمید کا انسان پر کیا اثر ہوتا ہے؟

جواب: (1)اللہ تعالیٰ کی صفات الغنی اور الحمید سے مومن کو اپنے برے تصورات کا احساس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جان لیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے اجر کا پورا یقین نہیں۔(2) مجھے تنگ دستی کا خوف ہے جو کبھی اللہ تعالیٰ سے تعلق والوں کو لاحق نہیں ہوتا۔ (3) مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ نہیں۔

(4) مومن کو یہ احساس ہوتا ہے کہ میرے اندر یہ تصورات جگانے والی قوت شیطانی قوت ہے۔

(5) مومن یہ سوچتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فیاض ہے کیسے ممکن ہے کہ وہ برے اخلاق والے سے محبت کرے؟ اس طرح انسان اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنے کے لیے اپنے طرز عمل پر نظر ثانی کرتا ہے اور برائی کو دور کرنے کے لیے آمادہ ہو جاتا ہے۔

سوال 4: کون سی سوچ اللہ تعالیٰ کے کمزور بندوں اور دین کی ضرورتوں پر مال خرچ کرواتی ہے؟

جواب: (1) یہ سوچ اللہ تعالیٰ کے کمزور بندوں پر مال خرچ کرواتی ہے کہ ایک دن آنے والا ہے جب میں کمزور ہوں گا اور خالی دامن ہو کر اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوں گا۔ اس دن مجھے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی ضرورت ہوگی۔ آج میں کمزوروں پر خرچ کر کے کل اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار ہو سکتا ہوں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی دن ایسا نہیں جاتا کہ جب بندے صبح کو اٹھتے ہیں دو فرشتے آسمان سے نہ اترتے ہوں، ایک کہتا ہے کہ اے اللہ خرچ کرنے والوں کو اور زیادہ دے اور دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ ممسک اور بخیل کے مال کو تلف کر دے۔'' (صحیح بخاری: 1442)

(2) یہ سوچ دین کی ضرورتوں میں مال خرچ کرواتی ہے کہ دین اللہ تعالیٰ کا ہے اور دین کو پھیلانا اس کا حکم ہے۔ چونکہ دین کو پھیلانے کا مشن اللہ تعالیٰ کا مشن ہے اس لیے یہ میرا مشن ہے۔ میں نے دین کی ضروریات کے لیے مال لگایا تو تب ہی میں اللہ تعالیٰ کے مشن میں شریک ہوں گا۔ میں اپنے مال کو اللہ تعالیٰ کے مال میں شامل کر دوں تو یہ اس کے بڑے خزانے میں مل کر زیادہ ہو جائے گا۔

﴿اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ

''شیطان تمہیں مفلسی کا خوف دلاتا ہے اور تمہیں شرم ناک بخل کا حکم دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی طرف سے بخشش

وَفَضْلًا ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾

اور فضل کا وعدہ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' (268)

سوال 1: اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کے معاملے میں شیطان کیا وسوسہ ڈالتا ہے، اس کی وضاحت ﴿اَلشَّيْطٰنُ--- عَلِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ﴾ ''شیطان تمہیں مفلسی کا خوف دلاتا ہے'' اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کے معاملے میں شیطان دل میں وسوسہ ڈالتا ہے کہ خرچ کرو گے تو فقیر ہو جاؤ گے، اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے روکتا ہے۔ اس وجہ سے دل کے اندر حرص اور بخل پیدا ہوتا ہے اور انسان اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے مال خرچ نہیں کرتا۔ شیطان نیکی کے جذبوں پر بند باندھ دیتا ہے۔

(2) شیطان نیکی کے کام میں خرچ کرتے ہوئے ڈراتا ہے کہ ابھی تمہیں اس مال کی ضرورت ہے۔

(3)﴿وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ﴾ ''اور تمہیں شرم ناک بخل کا حکم دیتا ہے'' شیطان نیک کام سے روک کر بے حیائی اور بدکاریوں کی ترغیب دلاتا ہے۔ گناہوں، نافرمانیوں، حرام کاموں اور حق کی مخالفت پر اکساتا ہے۔

(4) شیطان ﴿اَلْفَحْشَآءِ﴾ کا یعنی شرم ناک بخل کا حکم دیتا ہے۔ عربی زبان میں ﴿اَلْفَحْشَآءِ﴾ ہر اس نافرمانی کے کام کو کہتے ہیں جس میں انسان حد سے باہر نکل جائے۔ اس لفظ کا زیادہ تر استعمال بے حیائی کے کاموں پر ہوتا ہے لیکن یہ لفظ عام ہے۔ مثلاً تنگ دستی کے خوف کی وجہ سے بچیوں کو زندہ دفن کر دینا، زیادہ سے زیادہ دولت حاصل کرنے کے لیے سود کھانا، نمود و نمائش کے کاموں کے لیے خرچ کرنا، یہ خوف رکھنا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا تو فقیر ہو جائیں گے۔

(5)﴿اَلْفَحْشَآءِ﴾ سے مراد ادائیگی زکوٰۃ و صدقات میں بخل ہے۔

(6) نبی ﷺ نے فرمایا: ''شیطان ایک چوکا مارتا ہے اور ایک توفیق کی رہبری فرشتہ کرتا ہے۔ شیطان شرارت پر آمادہ کرتا ہے، حق جھٹلانے پر آمادہ کرتا ہے اور فرشتہ نیکی پر اور حق کی تصدیق پر آمادہ کرتا ہے۔ جس کے دل میں ایسا خیال آئے وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور جان لے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جس کے دل میں وسوسہ پیدا ہو وہ اعوذ باللہ پڑھے۔'' پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ (ترمذی:2988)

(7) شیطان کا حکم خیر خواہی کا نہیں، دھوکہ دہی کا ہے۔ اس لیے اس کا نہیں اپنے رب کا حکم مانو۔ رب العزت نے شیطان کے بارے میں واضح فرمایا ہے:﴿اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ﴾ ''یقیناً وہ اپنے گروہ کو اس لیے بلاتا ہے تاکہ وہ بھڑکتی ہوئی آگ والوں میں سے ہو جائیں۔'' (فاطر:6)

(8)﴿يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ۭ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا﴾ ''وہ انہیں وعدے دیتا ہے اور انہیں جھوٹی اُمیدیں دلاتا ہے اور شیطان ان کو دھوکے کے سوا کوئی وعدہ نہیں دیتا۔'' (النساء:120)

(9) سیدنا قیس بن سلع انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے بھائیوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس کا شکوہ کیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے کہا کہ یہ فضول خرچی کرتا ہے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں پیدا اور میں سے اپنا حصہ لے لیتا ہوں اور اسے اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے دوستوں پر خرچ کر دیتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا: ''تو خرچ کرتا رہ، اللہ تعالیٰ تجھ پر خرچ کرتا رہے گا۔'' یہ بات آپ ﷺ نے تین دفعہ (فرمائی)۔ اس کے بعد میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکلا، حالت یہ تھی کہ میرے پاس صرف ایک سواری تھی اور آج میں اپنے خاندان میں سے سب سے زیادہ مال و دولت والا اور خوش حال ہوں۔ (ہیثمی، مجمع الزوائد:3128)

(10) سیدنا (عبداللہ) ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے دو بندوں کو پیدا کیا۔ دونوں کو بہت سی دولت اور اولاد عطا فرمائی اور ان میں سے ایک سے کہے گا: ''اے فلاں بن فلاں!'' وہ کہے گا: ''اے میرے رب! لبیک وسعدیک۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''کیا میں نے تجھے بہت سا مال اور اولاد نہیں دی تھی؟'' وہ کہے گا: ''میں غربت کے ڈر سے اسے اپنی اولاد کے لیے چھوڑ آیا ہوں۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''اگر تجھے پتہ ہوتا تو تو کم ہنستا اور زیادہ روتا۔ جس بات کا تجھے ان کے متعلق خطرہ تھا اس سے تو میں نے انھیں دوچار کر دیا ہے۔'' اللہ تعالیٰ دوسرے سے فرمائے گا: ''اے فلاں بن فلاں!'' وہ کہے گا: ''اے میرے رب! لبیک وسعدیک۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''جو کچھ میں نے تجھے دیا تھا تو نے اس سے کیا کیا؟'' وہ کہے گا: ''میں نے تیری فرمانبرداری میں خرچ کر دیا اور اپنے بعد اپنی اولاد کے لیے تیری رحمتِ بے کراں پر اعتماد کیا۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''اگر تجھے پتہ ہوتا تو تو زیادہ ہنستا اور کم روتا۔ جس چیز پر تو نے اعتماد کیا تھا میں نے وہی انہیں دی ہے۔'' (معجم صغیر طبرانی:358/1) اس روایت سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ دینے والے کو مزید ملتا ہے اور روک لینے والے کا پہلا بھی ضائع ہو جاتا ہے۔

(11) ﴿وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی طرف سے بخشش اور فضل کا وعدہ دیتا ہے'' اللہ تعالیٰ تمہیں اس طرح خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے کہ تمہارے لیے آسانی ہو۔ وہ بخشش اور اپنے فضل کا وعدہ دیتا ہے۔

(12) آخرت کے لیے معافی کا ذکر پہلے کیا گیا ہے کیونکہ پہلے مغفرت (بخشش) ہوتی ہے، فضل بعد میں ہوتا ہے۔ فضل سے مراد رزق کی کشادگی ہے یعنی انفاق فی سبیل اللہ کی دنیا میں جزا رزق کی کشادگی اور دلوں کی خوشی کی صورت میں سامنے آتی ہے اور آخرت کی بھلائی قبر میں راحت اور قیامت کے دن کے ثواب کی صورت میں ملے گی۔

(13) شیطان کی دھمکی کے مقابلے میں اللہ پاک کا فرمان ہے کہ صدقہ کی وجہ سے گناہ معاف کر دوں گا اور ابلیس کی جانب سے فقیری کی دھمکی پر یقین نہ رکھو کیونکہ مجھ سے زیادہ فضل والا کوئی نہیں جیسا کہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: ﴿وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ﴾ ''اور جو تم خرچ کرتے ہو پس وہی اس کا بدلہ بھی دیتا ہے۔'' (سبا:39)

(14) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے، اسے رات دن کی بخشش بھی کم نہیں کرتی''، آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تمہیں معلوم ہے کہ جب اس نے آسمان و زمین پیدا کئے ہیں اس نے کتنا خرچ کیا ہے اس نے بھی اس میں کوئی کمی نہیں پیدا کی جو اس کے ہاتھ میں ہے'' اور فرمایا: ''اس کا عرش پانی پر ہے اور اس کے دوسرے ہاتھ میں ترازو ہے، جسے وہ جھکاتا اور اٹھاتا رہتا ہے۔'' (بخاری:7411)

(15) ﴿وَاللّٰهُ وَاسِعٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا ہے'' وہ اپنی وسعت سے، فراخ دستی سے عطا کرتا ہے۔ اس نے اپنے فضل کے وعدے سے اپنے واسع ہونے کا شعور دلایا ہے۔

(16) ﴿عَلِيْمٌ﴾ ''سب کچھ جاننے والا ہے'' کم ہو یا زیادہ، خفیہ ہو یا ظاہر اپنے فضل سے اس کا بدلہ دے گا۔ اس نے مغفرت کے وعدے سے اپنے علیم ہونے کا شعور دلایا ہے کہ اگرچہ وہ تمہارے گناہوں کا حساب کتاب رکھتا ہے، علیم ہے لیکن وہ وسیع رحمت والا ہے، علیم ہونے کے باوجود بخش دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انسانوں کے سارے حالات سے واقف ہے۔ اس لیے کہ وہ ان کے خلجانات، رجحانات اور میلانات کو توازن اور اعتدال میں لانے کے لیے حکمت عطا فرماتا ہے تاکہ انسان مقصد، سبب اور نتیجے کو سامنے رکھتے ہوئے فیصلے کریں۔

﴿يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۭ وَمَا

''وہ جس کو چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے اور جس کو حکمت عطا کی گئی یقیناً اس کو بہت زیادہ بھلائی دے دی گئی اور

يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾

عقل مند ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں'' (269)

سوال 1: حکمت سے کیا مراد ہے، اس کی وضاحت ﴿يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ ... اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) حکمت سے معرفت قرآن، یعنی ناسخ و منسوخ، محکم و متشابہ، مقدم و مؤخر اور حلال و حرام کو پہچاننا، تفسیر قرآن سے واقفیت، ٹھیک بات، علم و فہم قرآن، اللہ تعالیٰ کا خوف، (کیونکہ ہر پکی بات کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کا خوف ہی ہے) سنت رسول، عقل، نبوت اور دینی سمجھ مراد ہے پھر جو جس قدر اتباع سنت کرے گا اسے اسی قدر بواسطہ سنت و حکمت عطا ہوگی۔

(السراج المنیر: 183/1)

(2) سیدنا امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک حکمت تفقہ فی الدین اور اس چیز کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے دلوں میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ڈال دیتا ہے۔(3) حکمت سے مراد نفع مند علم، عمل صالح اور شریعت کے اسرار اور حکمتوں سے واقفیت ہے۔(تفسیر سعدی:320/1)

(4) ﴿يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''وہ جس کو چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے'' حکمت و دانائی اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں عطا کرتے ہیں۔

(5) اللہ تعالیٰ نے عظیم کتاب نازل فرمائی ہے جس میں بڑی حکمتیں ہیں۔اس پر عمل کرنے کی توفیق اس کو ملتی ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا خاص احسان ہو۔

(6) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''حسد صرف دو باتوں میں جائز ہے: ایک تو اس شخص کے بارے میں جسے اللہ تعالیٰ نے دولت دی ہو اور وہ اس دولت کو راہِ حق میں خرچ کرنے پر بھی قدرت رکھتا ہو اور ایک اس شخص کے بارے میں جسے اللہ تعالیٰ نے حکمت سے نوازا ہو اور وہ اس کے ذریعے سے فیصلہ کرتا ہو اور (لوگوں کو) اس حکمت کی تعلیم دیتا ہو۔'' (صحیح بخاری:73)

(7) ﴿وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا﴾ ''اور جس کو حکمت عطا کی گئی یقیناً اس کو بہت زیادہ بھلائی دے دی گئی'' جسے اللہ تعالیٰ نفع مند علم، عمل صالح کی توفیق اور شریعت کے اسرار اور حکمتوں سے واقفیت دے دیں تو اس سے بڑھ کر کیا بھلائی ہوگی کہ دنیا و آخرت کی ناکامیوں سے بچ کر دنیا و آخرت کی کامیابی نصیب ہو جائے۔یہ نعمت اللہ تعالیٰ خاص بندوں کو عطا فرماتے ہیں۔یہ انبیاء کا ورثہ ہے۔

(8) بندے کو کمال صرف حکمت سے حاصل ہو سکتا ہے کیونکہ کمال نام ہے علمی اور عملی قوت کے کامل ہونے کا۔علمی قوت تو حق کی معرفت سے اور اس کے مقصود کی معرفت سے کامل ہوتی ہے اور عملی قوت نیکی کرنے اور برائی سے اجتناب کرنے سے مکمل ہوتی ہے۔اس کے نتیجے میں بندہ صحیح قول اور صحیح عمل کا حامل ہو سکتا ہے اور اپنی ذات کے بارے میں نیز دوسروں کے بارے میں ہر حکم کو اس کے صحیح مقام پر رکھ سکتا ہے۔اس کے بغیر یہ ممکن نہیں۔چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی فطرت میں یہ رکھ دیا ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں، بھلائی سے محبت رکھیں، حق کے طالب ہوں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے رسول مبعوث فرمائے کہ لوگوں کو ان کی عقل و فطرت میں جڑیں رکھنے والی ان اشیاء کی یاددہانی کرائیں اور جو تفصیلات لوگوں کو معلوم نہیں وہ بیان فرمائیں۔پھر لوگ دو قسموں میں تقسیم ہو گئے۔ایک قسم میں وہ لوگ شامل ہیں جنہوں نے انبیاء کی دعوت کو قبول کیا، تو انہیں اپنے فائدے کی باتیں یاد ہو گئیں۔انہوں نے اس پر عمل کیا اور انہیں اپنے نقصان کی باتیں معلوم ہو گئیں تو وہ ان سے بچ گئے۔یہ لوگ کامل عقل و فہم کے مالک ہیں۔دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جنہوں نے انبیاء کی دعوت قبول نہیں کی بلکہ ان کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فطرت میں جو خرابی پیدا ہو گئی تھی اس کے مطابق عمل کیا۔ یہ لوگ عقل والے نہیں ہیں۔ (تفسیر سعدی: 321,320/1)

(9) ﴿وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُوا الْأَلْبَابِ﴾ ''اور عقل مند ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں'' عقل مند وہ ہیں جنہوں نے انبیاء پر یقین کیا اور ان کے ذریعے اپنے نفع اور فائدے کی باتیں انہوں نے یاد کر لیں اور ان پر عمل کیا۔ انبیاء کی تعلیمات سے عقل والوں کو نقصان دینے والی باتوں کا علم ہو گیا تو وہ ان سے بچ گئے۔ حقیقت یہ ہے عقل والے ہی نصیحت قبول کرتے ہیں۔ وہی واقعات سے عبرت حاصل کر سکتے ہیں۔

﴿وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ؕ وَمَا

''اور جو بھی تم خرچ کرو، کوئی خرچ، یا جو بھی نذر مانو، کوئی نذر تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے، اور

لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ﴾

ظالموں کا کوئی مددگار نہیں'' (270)

سوال 1: اللہ تعالیٰ ہر ایک کے صدقات، خیرات اور نذروں کو خوب جانتا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَمَآ ... اَنْصَارٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ بیان فرما رہا ہے کہ وہ ہر عمل کرنے والے کے صدقات، خیرات اور نذروں کو خوب جانتا ہے۔ اس نے فرمایا: ﴿وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ﴾ ''اور جو بھی تم خرچ کرو، کوئی خرچ'' اس نفقہ خرچ سے مراد وہ خرچ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے خواہ وہ کم ہو یا زیادہ، وہ واجب ہو یا مستحب ہر خرچ کا اللہ تعالیٰ ثواب عطا فرماتے ہیں۔

(2) ﴿اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ﴾ ''یا جو بھی نذر مانو، کوئی نذر'' نذر وہ چیز ہے جسے عوامی زبان میں منّت ماننا کہتے ہیں، فقہ میں اس کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ وہ کسی مراد کے پورے ہونے پر اپنے اوپر کوئی ایسی چیز لازم کر لینا ہے جو واجب نہ تھی۔

(3) آدمی اپنی کسی مراد کے بر آنے پر کوئی ایسا نیک کام یا صدقہ کرنے کا اللہ تعالیٰ سے عہد کرے جو اس کے ذمے فرض نہ ہو۔ (تیسیر القرآن: 220/1)

(4) ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ﴾ ''تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے'' اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کو نیتوں کا پورا علم ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کس نے خلوص نیت سے عمل کیا ہے اور کس نے خلوص سے نہیں کیا۔

(5) جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے، رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین رکھتے ہوئے کوئی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

خرچ کرے یا نذر پوری کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو ثواب عطا فرماتا ہے۔

(6) ﴿وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ﴾ ''اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں'' جو لوگ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی اطاعت نہ کریں، دین کو جھٹلائیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک کریں تو ایسے لوگ ظالم ہیں اور قیامت کے دن ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا جو انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکے۔

(7) جو شخص کسی چیز کو اس کے جائز مقام پر نہیں رکھتا وہ ظالم ہے۔ اگر کوئی واجب اخراجات نہ کرے، مانی ہوئی نذر پوری نہ کرے تو وہ ظالم ہے۔ اسی طرح جو کوئی مخلوق کی خوشی کے لیے یہ کام کرے تو وہ بھی ظالم ہے کیونکہ اسے اللہ تعالیٰ کی خوشی کے لیے کام کرنا تھا لیکن اس نے عمل کو غلط جگہ رکھ دیا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی سخت سزا رکھی ہے کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

سوال 2: کون سی نذر اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہے؟

جواب: (1) وہ نذر اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہو۔ (2) جو حلال اور جائز کام کی ہو۔

سوال 3: کون سی نذر منع ہے؟

جواب: (1) وہ نذر منع ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لیے ہو (بت یا انسان وغیرہ)۔

(2) جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے راستے میں ہو۔ (3) جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی وجہ سے ہو۔

سوال 4: نذر ماننا کیسا عمل ہے؟

جواب: نذر ماننا ایسا عمل ہے جو تقدیری معاملات میں کچھ بھی فائدہ نہیں دیتا جیسا کہ اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نذر نہ مانا کرو اس لیے کہ نذر تقدیری امور میں کچھ بھی نفع بخش نہیں۔ بس اس سے اتنا ہوتا ہے کہ بخیل کا مال نکل جاتا ہے۔'' (صحیح مسلم: 4241)

﴿اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ

''اگر تم صدقات ظاہر کرو تو کیا ہی اچھا ہے اور اگر تم اسے چھپاؤ اور انہیں ضرورت مندوں کو دو تو وہ تمہارے لیے بہت زیادہ بہتر ہے،

وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾

اور وہ (اللہ تعالیٰ) تمہاری کچھ برائیاں تم سے دور کر دے گا، اور جو بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے'' (271)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: سیدنا شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تو اپنا آدھا مال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو کچھ تھا لا کر رکھ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ آئے ہو؟'' تو چونکہ ظاہر نہیں کرنا چاہتے تھے اس لیے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرماں برداری کافی ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر رو دیے اور فرمانے لگے: اللہ کی قسم! جس کسی نیکی کے کام کی طرف ہم لپکے ہیں اس میں اے صدیق رضی اللہ عنہ! آپ کو آگے ہی آگے پاتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، ابوداود:1678)

سوال2:اعلانیہ اور پوشیدہ صدقات دینے کی کیا فضیلت ہے، اس کی وضاحت ﴿اِنْ تُبْدُوا ... خَبِيْرٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ﴾ ''اگر تم صدقات ظاہر کرو تو کیا ہی اچھا ہے'' اگر اعلانیہ صدقات دیے جائیں تو اچھی بات ہے۔

(2)﴿وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ ''اور اگر تم اسے چھپاؤ اور انہیں ضرورت مندوں کو دو تو وہ تمہارے لیے بہت زیادہ بہتر ہے'' اگر پوشیدہ طور پر محتاجوں کو صدقہ دیا جائے تو یہ ظاہر کر کے دینے سے بھی افضل ہے کیونکہ اس طرح انسان ریاکاری سے بچتا ہے۔

(3)سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''خفیہ صدقہ کرنا باری تعالیٰ کے غضب کو بجھا دیتا ہے۔'' (طبرانی، سلسلہ احادیث صحیحہ:924)

(4)سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ ایک شخص نے صدقہ کیا اور اسے اس طرح چھپایا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو خبر نہیں ہوئی کہ داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اگر تم صدقہ کو ظاہر کر دو تو یہ بھی اچھا ہے اور اگر پوشیدہ طور پر دو اور فقراء کو دو تو یہ بھی تمہارے لیے بہتر ہے اور تمہارے گناہ مٹا دے گا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح خبردار ہے۔'' (صحیح بخاری: باب:13)

(5)سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ﴿سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ تَعَالَى فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ، إِمَامٌ عَدْلٌ وَشَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللهِ، وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ، وَرَجُلَانِ تَحَابَّا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فِي اللهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ ،وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصِبٍ وَجَمَالٍ ،فَقَالَ: إِنِّي أَخَافُ اللهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَأَخْفَاهَا حَتَّى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهُ مَا تُنْفِقُ يَمِينُهُ ،وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ﴾ ''سات قسم کے آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اپنے (عرش کے) سایہ میں رکھے گا جس دن اس کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ انصاف کرنے والا حاکم، وہ نوجوان جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں جوان ہوا ہو، وہ شخص جس کا دل ہر وقت مسجد میں لگا رہے، دو ایسے شخص جو اللہ تعالیٰ کے لیے محبت رکھتے ہیں، اسی پر وہ جمع ہوئے اور اسی پر جدا ہوئے، ایسا شخص جسے کسی خوبصورت اور عزت دار عورت نے بلایا لیکن اس نے یہ جواب دیا کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں، وہ انسان جو صدقہ کرے اور اسے اس درجہ چھپائے کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو کہ داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا اور وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کو تنہائی میں یاد کرے اور اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بہنے لگ جائیں۔'' (بخاری:1423)

(6) پوشیدہ طور پر صدقہ دینا، ظاہر کر کے دینے سے افضل ہے لیکن آیت میں اشارہ ہے کہ جب غریبوں کو صدقات نہ دیے جا رہے ہوں تو پوشیدہ طور پر صدقات کرنا ظاہر کرنے سے افضل نہیں۔

(7) صدقات کو پوشیدہ رکھنے اور ظاہر کرنے کا دارومدار مصلحت اور فائدے پر ہے۔ اگر ظاہر کرنے سے امید ہو کہ دوسرے لوگ بھی نیک کام کریں گے تو خفیہ صدقے کی نسبت ظاہر کرنا افضل ہے۔

(8) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللهِ وَأَقَامُوا الصَّلَوٰةَ وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَارَةً لَنْ تَبُورَ﴾ ''یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں عطا کیا ہے اُس میں سے چھپے اور کھلے خرچ کرتے ہیں، وہ ایسی تجارت کی اُمید رکھتے ہیں جو ہرگز برباد نہیں ہوگی۔'' (فاطر:29)

(9) عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلند آواز سے قرآن پڑھنے والا ایسے ہے جیسے اعلانیہ طور سے خیرات کرنے والا اور آہستہ قرآن پڑھنے والا ایسے ہے جیسے چپکے سے خیرات کرنے والا۔'' (ابوداؤد:1333)

(10) ﴿وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِنْ سَيِّاٰتِكُمْ﴾ ''اور وہ (اللہ تعالیٰ) تمہاری کچھ برائیاں تم سے دور کر دے گا'' اللہ تعالیٰ صدقے کے ذریعے برائیاں دور کر دیتے ہیں اور بندے کو عذاب سے بچا لیتے ہیں خصوصاً جب پوشیدہ طور پر صدقہ دیا جائے۔

(11) صدقہ دینے سے دل کی تنگی دور ہوتی ہے اور مومن بخل سے بچتا ہے۔

(12) صدقہ دینے سے مال کی محبت پر چوٹ پڑتی ہے اس طرح مومن کی حرص میں کمی آتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(13) چھپا کر صدقہ کرنے سے مومن کے نفس کی اصلاح ہوتی ہے اور مومن ریا کاری سے بچتا ہے۔

(14) صدقہ کرنے سے مومن کے نفس کی مسلسل اصلاح ہوتی جاتی ہے اور اس طرح اللہ تعالیٰ اس کے توسط سے اسے گناہوں سے دور کر دیتا ہے۔

(15) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ﴾ ''بلاشبہ نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں۔'' (ہود:114) نیکی کا ہر کام برائیوں کو دھو ڈالنے والا ہے۔

(16) ﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾ ''اور جو بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے'' تمہارے اعمال اچھے ہوں یا برے، اللہ تعالیٰ ان سے باخبر ہے۔ اس سے کچھ پوشیدہ نہیں اور وہ تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔

(17) اللہ تعالیٰ نے پوشیدہ صدقے سے اپنے خبیر ہونے کا شعور دلایا ہے کہ جس چیز کی بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے خبیر ہونے کا شعور دلا کر پوشیدہ صدقے کی ترغیب دلائی ہے۔

﴿لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ

''ان کو ہدایت دینا آپ کا ذمہ نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور خیر میں سے جو کچھ تم خرچ کرو گے

فَلِاَنْفُسِكُمْ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَاۗءَ وَجْهِ اللّٰهِ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ

وہ تمہارے ہی لئے ہے اور تم اللہ تعالیٰ کی رضا کی طلب میں خرچ کرتے ہو اور خیر میں سے جو کچھ تم خرچ کرو گے

يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ﴾

اس کا پورا پورا بدلہ تمہیں دیا جائے گا اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا'' (272)

سوال 1: غیر مسلموں کو صدقہ دینا جائز ہے، اس کی وضاحت ﴿لَيْسَ ... لَا تُظْلَمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ صحابہ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ وہ اپنے مشرک رشتہ داروں کو تھوڑا سا عطیہ بھی دیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ نے تھوڑا سا خرچ کرنے کی اجازت دے دی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کر دی۔ (السنن الکبریٰ للنسائی:11052)

(2) ابن ابی حاتم میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ نبی ﷺ یہ حکم فرماتے تھے کہ صرف اہل اسلام پر صدقہ کیا جائے یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی کہ لوگوں کو ہدایت دینے کی ذمہ داری تمہاری نہیں تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ جس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مذہب کے پیروکار تم سے سوال کریں انہیں صدقہ دیا کرو۔"

(3) ان روایات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مسلمان غیر مسلم رشتہ داروں پر خرچ کرنا جائز نہیں سمجھتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر یہ واضح کر دیا کہ غیر مسلم رشتہ داروں کے ساتھ بھی صلہ رحمی کرنا اجر کا باعث ہے۔ البتہ زکوٰۃ غیر مسلموں کو نہیں دی جا سکتی۔

(4) ﴿لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ﴾ "ان کو ہدایت دینا آپ کا ذمہ نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے" اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ اے محمد! لوگوں کو ہدایت دینا آپ کا ذمہ نہیں ہے۔ آپ کے ذمے صرف پہنچا دینا ہے۔ دل اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے پاس اختیار نہیں کہ وہ کسی کو ہدایت دے یا گمراہ کر دے۔ ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے جو مخلوق کا خالق ہے۔ وہی دلوں کو موڑ سکتا ہے۔

(5) رسول کا کام پہنچا دینا ہے اس لیے ہدایت کے لیے صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کر کے دعائیں کرنی چاہئیں۔

(6) سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میری والدہ مشرکہ تھیں۔ وہ نبی کریم ﷺ کے قریش کے ساتھ صلح کے زمانہ میں اپنے والد کے ساتھ (مدینہ منورہ) آئیں۔ میں نے نبی کریم ﷺ سے ان کے متعلق پوچھا کہ میری والدہ آئی ہیں اور وہ اسلام سے الگ ہیں (کیا میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کر سکتی ہوں؟) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "ہاں اپنی والدہ کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔" (بخاری:5979)

(7) ﴿وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ﴾ "اور خیر میں سے جو کچھ تم خرچ کرو گے وہ تمہارے ہی لئے ہے" تم جو کچھ بھی خرچ کرو گے کم ہو یا زیادہ، چاہے یہ مال تم مسلمانوں پر خرچ کرو یا کافروں پر وہ تمہارے ہی لیے ہے یعنی تمہیں اس کا پورا اجر دیا جائے گا۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۗ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾ "جس نے نیک عمل کیا تو اُس کے اپنے ہی لیے ہے اور جس نے برائی کی سو اسی پر ہے اور آپ کا رب اپنے بندوں پر ہرگز ظلم کرنے والا نہیں ہے۔" (فصلت:46)

(8) ﴿وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ﴾ "اور تم اللہ تعالیٰ کی رضا کی طلب میں خرچ کرتے ہو" امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مومن کا خرچ کرنا اپنے ہی فائدے کے لیے ہوتا ہے اور مومن جب بھی خرچ کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول ہی کے لیے کرتا ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم:2/539)

(9) رسول اللہ ﷺ نے سیدنا سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "رضائے الٰہی کی خاطر تم جو بھی خرچ کرو گے اس سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارا مقام بلند ہو گا حتیٰ کہ وہ لقمہ جو تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالو گے۔" (صحیح بخاری:2742)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(10) صدقہ کرنے والا اگر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے صدقہ کرے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا اجر وثواب ثابت ہو جاتا ہے اور اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ اس نے صدقہ کس پر کیا ہے؟ نیک پر یا بد پر، مستحق پر یا غیر مستحق پر، اسے اپنے قصد وارادے کے مطابق ثواب مل جائے گا۔ (المصباح المنیر :555/1)

(11) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک شخص نے (بنی اسرائیل میں سے) کہا کہ مجھے ضرور صدقہ (آج رات) دینا ہے۔ چنانچہ وہ اپنا صدقہ لے کر نکلا اور (ناواقفی سے) ایک چور کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ صبح ہوئی تو لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ آج رات کسی نے چور کو صدقہ دے دیا۔ اس شخص نے کہا کہ اے اللہ! تمام تعریف تیرے ہی لیے ہے۔ (آج رات) میں پھر ضرور صدقہ کروں گا۔ چنانچہ وہ دوبارہ صدقہ لے کر نکلا اور اس مرتبہ ایک فاحشہ کے ہاتھ میں دے آیا۔ جب صبح ہوئی تو پھر لوگوں میں چرچا ہوا کہ آج رات کسی نے فاحشہ عورت کو صدقہ دے دیا۔ اس شخص نے کہا اے اللہ! تمام تعریف تیرے ہی لیے ہے' میں زانیہ کو اپنا صدقہ دے آیا۔ اچھا آج رات پھر ضرور صدقہ نکالوں گا۔ چنانچہ اپنا صدقہ لیے ہوئے وہ پھر نکلا اور اس مرتبہ ایک مالدار کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ صبح ہوئی تو لوگوں کی زبان پر ذکر تھا کہ ایک مالدار کو کسی نے صدقہ دے دیا ہے۔ اس شخص نے کہا کہ اے اللہ! حمد تیرے ہی لیے ہے۔ میں اپنا صدقہ (لاعلمی سے) چور' فاحشہ اور مالدار کو دے آیا۔ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) بتایا گیا کہ جہاں تک چور کے ہاتھ میں صدقہ چلے جانے کا سوال ہے تو اس میں اس کا امکان ہے کہ وہ چوری سے رک جائے۔ اسی طرح فاحشہ کو صدقہ کا مال مل جانے پر اس کا امکان ہے کہ وہ زنا سے رک جائے اور مالدار کے ہاتھ میں پڑ جانے کا یہ فائدہ ہے کہ اسے عبرت ہو اور پھر جو اللہ عزوجل نے اسے دیا ہے، وہ خرچ کرے۔'' (بخاری:1421)

(12) ﴿وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ﴾ ''اور خیر میں سے جو کچھ تم خرچ کرو گے اس کا پورا پورا بدلہ تمہیں دیا جائے گا'' اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ نیک نیتی اور اخلاص کے ساتھ تمہارا ہر صدقہ قبول ہے اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمہیں پورا پورا اجر دے گا۔

(13) ﴿وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ﴾ ''اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا'' اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا یعنی تمہارے گناہوں میں اضافہ نہیں کیا جائے گا اور نیک اعمال میں کمی نہیں کی جائے گی۔

(14) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک شخص راستے میں سفر کر رہا تھا کہ اسے پیاس لگی۔ پھر اسے راستے میں ایک کنواں ملا اور وہ اس کے اندر اتر گیا اور پانی پیا۔ جب باہر آیا تو اس کی نظر ایک کتے پر پڑی جو ہانپ رہا تھا اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیاس کی سختی سے کیچڑ چاٹ رہا تھا۔ اس شخص نے سوچا کہ اس وقت یہ کتا بھی پیاس کی اتنی ہی شدت میں مبتلا ہے جس میں میں تھا۔ چنانچہ وہ پھر کنویں میں اترا اور اپنے جوتے میں پانی بھر کر اس نے کتے کو پلایا۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا یہ عمل مقبول ہوا۔ اور اس کی مغفرت کر دی گئی" صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ کیا جانوروں کے سلسلہ میں بھی ہمیں اجر ملتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں، ہر جاندار مخلوق کے سلسلے میں اجر ملتا ہے۔" (بخاری:2466)

سوال 2: اسلام نے بلا امتیاز مذہب معاشی تعاون اور امداد کے دروازے کھول کر کیسی فضا قائم کی ہے؟

جواب: (1) اسلام نے بلا امتیاز مذہب معاشی تعاون اور امداد کے دروازے کھول کر ایک ایسی فضاء قائم کی ہے جس میں مذہبی آزادیوں کا اصول متعین ہے اور جہاں جبر و تشدد کا قلع قمع کیا گیا ہے۔

(2) ایک ایسی فضا جس میں مذہبی رواداری ہے۔ ایک ایسی فضا جہاں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے غیر مسلموں پر کیے جانے والے خرچ پر بھی اجر کا وعدہ ہے۔ یوں انسانی ہمدردی کی فضا پروان چڑھتی ہے۔

﴿لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ ۫

"صدقات ان فقراء کے لیے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں روکے گئے ہوں، وہ زمین میں سفر کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے،

يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْـَٔلُوْنَ

ناواقف آدمی سوال سے بچنے کی وجہ سے انہیں مال دار سمجھ بیٹھتا ہے، آپ انہیں ان کے چہرے ہی سے پہچان جائیں گے، وہ لوگوں سے

النَّاسَ اِلْحَافًا ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ﴾

لپٹ کر نہیں مانگتے، اور جو بھی مال میں سے تم خرچ کرو گے تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کو خوب جاننے والا ہے" (273)

ع 37 5

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے مال والوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنا مال ان فقیروں اور محتاجوں پر خرچ کریں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے، یا دن رات اس کی بندگی اور حصول علم کے لیے اپنی زندگی وقف کر رکھی ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ یہاں مراد اصحاب صفہ ہیں۔ (تیسیر الرحمن:156)

(2) حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے کہا: ان سے مراد وہ تمام مہاجرین ہیں جو مدینہ منورہ میں آ کر اقامت پذیر ہو گئے تھے اور تجارت اور حصول مال کے اسباب و ذرائع ان سے منقطع ہو چکے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر :369/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 2: صدقات کے زیادہ مستحق کون لوگ ہیں، اس کی وضاحت ﴿لِلْفُقَرَآءِ ... عَلِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے یہ واضح فرمایا ہے کہ کون لوگ تمہارے صدقات کے زیادہ مستحق ہیں۔ فرمایا:

(2) ﴿لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''صدقات ان فقراء کے لیے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں روکے گئے ہوں'' یعنی وہ مہاجرین جنہوں نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لئے وقف کر دیا اور مدینہ میں سکونت اختیار کر لی اور اپنے لئے کچھ کمانے کے ان کے پاس کوئی اسباب و وسائل نہیں ہیں ﴿لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ﴾ ''وہ زمین میں سفر کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے'' یعنی طلب معاش کے لئے وہ سفر نہیں کر سکتے۔ (المصباح المنیر: 555/1)

(3) اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی مدات میں سے بڑی مد دین کے ان خادموں کی مالی مدد کرنا ہے جو دین کی حفاظت کے کاموں میں مکمل مصروف رہنے کی وجہ سے بے معاش ہو گئے ہوں اور رزق کی تلاش کے لیے سفر کے قابل نہ ہوں۔

(4) جیسے ایک کامیاب تاجر کے پاس اپنے بزنس کے علاوہ وقت نہیں ہوتا ایسے ہی ایک کامیاب داعی کے لیے دین کے علاوہ وقت نہیں ہوتا۔ اس مسئلے کا حل یہ ہے کہ صاحب معاش ان لوگوں کے لیے حصہ نکالیں جو دینی مصروفیات کی وجہ سے اپنی معاشیات فراہم نہ کر سکیں۔

(5) ﴿يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ﴾ ''ناواقف آدمی سوال سے بچنے کی وجہ سے انہیں مال دار سمجھ بیٹھتا ہے'' یعنی ان کی غیرت و خودداری گوارا نہیں کرتی کہ وہ لوگوں سے سوال کریں۔ ناواقفوں کو اس سے یہ گمان گزرتا ہے کہ یہ لوگ خوش حال ہیں، محتاج و مستحق امداد نہیں۔

(6) ﴿التَّعَفُّفِ﴾ سے مراد ہے سوال نہ کرنا، سوال کرنے سے بچنا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''مسکین وہ نہیں ہے جسے ایک یا دو کھجور، ایک یا دو لقمے در بدر لیے پھریں بلکہ مسکین وہ ہے جو مانگنے سے بچتا رہے اور اگر تم دلیل چاہو تو (قرآن سے) اس آیت کو پڑھ لو کہ ''وہ لوگوں سے چمٹ کر نہیں مانگتے۔'' (صحیح بخاری: 4539)

(7) ﴿تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ﴾ ''آپ انہیں ان کے چہرے ہی سے پہچان جائیں گے'' تم انہیں ان کی علامتوں سے سمجھ جاؤ گے کپڑے پھٹے پرانے ہیں گو صاف ہیں، بھوک کے مارے چہرہ فق ہے ناداری کی وجہ سے رنگ زرد ہے اور کمزور ناتواں اور لاغر و نحیف ہیں یا سمجھدار انہیں ان کے حالات سے پہچان لیں گے۔ (السراج المنیر: 186/1)

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہر وقت رہتا تھا، میں خمیری روٹی نہ کھاتا اور نہ عمدہ لباس پہنتا تھا (یعنی میرا وقت علم کے سوا کسی دوسری چیز کے حاصل کرنے میں نہ جاتا) اور نہ میری خدمت کے لیے کوئی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فلاں یا فلانی تھی بلکہ میں بھوک کی شدت کی وجہ سے اپنے پیٹ سے پتھر باندھ لیا کرتا۔ بعض اوقات میں کسی کو کوئی آیت اس لیے پڑھ کر اس کا مطلب پوچھتا تھا کہ وہ اپنے گھر لے جا کر مجھے کھانا کھلا دے، حالانکہ مجھے اس آیت کا مطلب معلوم ہوتا تھا۔ مسکینوں کے ساتھ سب سے بہتر سلوک کرنے والے سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔ ہمیں اپنے گھر لے جاتے اور جو کچھ بھی گھر میں موجود ہوتا وہ ہم کو کھلاتے۔ بعض اوقات تو ایسا ہوتا کہ صرف شہد یا گھی کی کپی ہی نکال کر لاتے اور اسے ہم پھاڑ کر جو کچھ اس میں ہوتا اسے ہی چاٹ لیتے۔ (صحیح بخاری:3708)

(9)﴿لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا﴾ ''وہ لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگتے'' یعنی لوگوں سے لپٹ کر نہ سوال کرتے ہیں اور نہ غیر ضروری سوال کر کے دوسروں کو مشکل میں ڈالتے ہیں۔

(10) جو شخص لوگوں سے سوال کرتا ہو حالانکہ اس کے پاس ایک اوقیہ (چالیس درہم) برابر مال موجود ہو تو گویا اس نے الحاف (یعنی اصرار کر کے سوال) کیا۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو سوال کرے حالانکہ اس کے پاس ایک اوقیہ ہو تو اس نے الحاف کیا''، میں نے (اپنے جی میں) کہا: میری اونٹنی یا قوتہ ایک اوقیہ سے بہتر ہے، چنانچہ میں لوٹ آیا اور میں نے آپ سے کچھ نہیں مانگا۔ (ابوداؤد:1628)

(11)﴿وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ﴾ ''اور جو بھی خیر میں سے تم خرچ کرو گے تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کو خوب جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے خرچ کرنے کے لئے اپنے علیم ہونے کا شعور دلایا ہے کہ جو تم خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوگا اور اللہ تعالیٰ کسی کے عمل کو ضائع کرنے والا نہیں اس لئے خرچ کرو۔

سوال 3: دین کے خادموں کی خدمت کرنا ایک خاموش تقسیم کار ہے، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) دین کا خادم خود کو اللہ تعالیٰ کے لیے یک سو کرتا ہے۔ نہ وہ کسی انسان سے مانگتا ہے، نہ پانے کا امیدوار ہوتا ہے۔

(2) صاحب معاش یہ سوچتا ہے کہ میرے پاس معاشی وسائل اس قیمت پر آئے ہیں کہ میں دین کی خدمت نہیں کر سکا تو اس کی تلافی ہونی چاہئے اور وہ ایسے کہ میں اپنے مال میں ان بھائیوں کا حصہ لگاؤں جو میری کمی کی تلافی اللہ تعالیٰ کے ہاں کر رہے ہوں۔

سوال 4: دین کے خادموں کے لیے اپنا مال لگانا انسان کو اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا زیادہ مستحق کب بناتا ہے؟

جواب: (1) جب دین کی جدوجہد اس مرحلے میں ہو کہ دین کے نام پر معاشی عہدے نہ ملتے ہوں۔

(2) جب دین کی راہ میں لگنے والا بے روزگار ہو جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)جب دین کے نام پر کیے جانے والے خرچ کی وجہ سے سزا کا ڈر ہو۔

(4)جب دین کے خادموں کو مال دینا ایک غیر اہم طبقے سے رشتہ جوڑنا ہو۔

(5)جب دین کے کاموں پر خرچ کرنا مجلسوں میں قابلِ تذکرہ نہ ہو اور انسان کی حیثیت اور ناموری میں اضافہ نہ کرتا ہو۔

(6)ایسا خرچ چونکہ خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہے اس لیے ایسا خرچ اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔

﴿اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ

''جو لوگ اپنے مال رات اور دن، چھپے اور کھلے خرچ کرتے ہیں تو ان کے لیے ان کا اجر ان کے

رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾

رب کے پاس ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غم زدہ ہوں گے''(274)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:(1)بغوی نے سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابودردہ رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ اس آیت کا نزول ان لوگوں کے حق میں ہوا جو جہاد کے لیے گھوڑے پالتے تھے۔گھوڑوں کو رات، دن، پوشیدہ اور اعلانیہ چارہ دیا جاتا تھا۔(تفسیر الوسیط:392/1)

(2)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے کہ یہ آیت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ان کے پاس چار درہم تھے۔ انہوں نے اس میں سے ایک رات کو اور ایک دن کے وقت اور ایک پوشیدہ طور پر اور ایک ظاہر کر کے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا تھا اور ابن منذر رحمہ اللہ نے ابن مسیب رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت کریمہ سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے،ان حضرات نے سامان جہاد فراہم کیا تھا۔(الدر المنثور:642/1)

سوال2:دن رات کھلے چھپے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کی کیا فضیلت ہے،اس کی وضاحت ﴿اَلَّذِيْنَ ... يَحْزَنُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً﴾''جو لوگ اپنے مال رات اور دن، چھپے اور کھلے خرچ کرتے ہیں''اللہ تعالیٰ نے اپنے ان بندوں کی تعریف فرمائی ہے جو اس کی راہ میں اس کی رضا کے حصول کی خاطر رات اور دن کے تمام اوقات میں اور پوشیدہ اور ظاہر تمام حالات میں اپنا مال خرچ کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ انسان اپنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اہل وعیال پر بھی خرچ کرتا رہتا ہے وہ خرچ بھی اس میں داخل ہے۔ (تفسیر المصباح المنیر :557/1)

(2) سعد بن ابی وقاص نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ (حجۃ الوداع میں) میری عیادت کو تشریف لائے' میں اس وقت مکہ میں تھا۔ نبی ﷺ اس سرزمین پر موت کو پسند نہیں فرماتے تھے جہاں سے کوئی ہجرت کر چکا ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ابن عفراء (سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ) پر رحم فرمائے۔'' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں اپنے سارے مال و دولت کی وصیت کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں'' میں نے پوچھا: پھر آدھے کی کر دوں؟ آپ ﷺ نے اس پر بھی یہی فرمایا: ''نہیں'' میں نے پوچھا: پھر تہائی کی کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تہائی کی کر سکتے ہو اور یہ بھی بہت ہے، اگر تم اپنے وارثوں کو اپنے پیچھے مالدار چھوڑو تو یہ اس سے بہتر ہے کہ انہیں محتاج چھوڑو کہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں' اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جب تم اپنی کوئی چیز (اللہ تعالیٰ کے لیے خرچ کرو گے) تو وہ خیرات ہے' یہاں تک کہ وہ لقمہ بھی جو تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالو گے (وہ بھی خیرات ہے) اور (ابھی وصیت کرنے کی کوئی ضرورت بھی نہیں) ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں شفاء دے اور اس کے بعد تم سے بہت سے لوگوں کو فائدہ ہو اور دوسرے بہت سے لوگ (اسلام کے مخالف) نقصان اٹھائیں۔'' اس وقت سعد رضی اللہ عنہ کی صرف ایک بیٹی تھی۔ (بخاری:2742)

(3) یہ نیک لوگ دن رات، ہر وقت، کھلے چھپے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے صدقہ کرتے ہیں۔ (تفسیر المنیر :61/1)

(4) نیک لوگ حرام یا مکروہ کاموں میں یا اپنی خواہشات پوری کرنے یا دل کی مرضی کے لیے خرچ نہیں کرتے۔

(5) ﴿فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ ''تو ان کے لیے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے'' یعنی رب رحیم کے پاس دن رات، کھلے چھپے خرچ کرنے والوں کا اجر ہے۔

(6) ان کا اجر یہ ہے: (i) دنیا میں لمبی عمر۔ (ii) آخرت میں اچھا انجام۔ (iii) اللہ تعالیٰ کی رضا مندی۔

(iv) اللہ تعالیٰ نے رات دن اور کھلے چھپے خرچ کرنے کے لئے یہ شعور دلایا ہے کہ اس کام کا اجر اللہ تعالیٰ کے پاس ہے جو ضائع ہونے والا نہیں، یقینی طور پر ملنے والا ہے۔ یہ اجر کا شعور انسان سے ہر حال میں مال خرچ کروا لیتا ہے۔

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: '' جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھے اور اس کے وعدہ کو سچا سمجھتے ہوئے کوئی گھوڑا راہ خدا میں کام آنے کے لیے پرورش کرتا ہے تو گھوڑے کا کھانا، پینا، لید، پیشاب (سب کچھ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قیامت کے دن اس کی میزان میں رکھا جائے گا (اور نیکیوں کی تول میں آئے گا۔)'' (بخاری:2853)

(8) رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کون سا عمل جنت کو واجب کر دیتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم عمدہ کلام کرنے اور کھانا کھلانے کو لازم پکڑو۔'' (صحیحہ:2504)

(9) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس کی زندگی کا خاتمہ اس حال میں ہو کہ اس نے اللہ تعالیٰ سے ثواب حاصل کرنے کی امید میں کسی مسکین کو کھانا کھلا رکھا ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔'' (صحیحہ:984)

(10) بھوکے کی بھوک مٹ جائے، پیاسے کی پیاس مٹ جائے اور بے لباس برہنہ نہ رہے یہ تبھی ممکن ہے جب لوگ رات دن خرچ کریں۔ جب مٹھی بند ہوتی ہے تو غربت عام ہوتی ہے۔ جب مٹھی بند ہوتی ہے تو لوگ بے لباس پھرتے ہیں۔ جب مٹھی بند ہوتی ہے تو لوگ پیاس سے تڑپنے لگتے ہیں۔

(11) سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کسی بھوکے مومن کو سیر ہو کر کھلائے اللہ تعالیٰ اسے جنت میں ایسے دروازے سے داخل کرے گا جس سے اس جیسا ہی داخل ہوگا۔'' (معجم کبیر طبرانی:85/20)

(12) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رحمٰن کی عبادت کرو، کھانا کھلاؤ اور سلام کو عام کرو اور اسے پھیلاؤ، جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو گے۔'' (ترمذی:1855) (13) سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیدی کو چھڑایا کرو، بھوکے کو کھلایا کرو، بیمار کی عیادت کرو۔'' (بخاری:3046)

(14) ﴿وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ ''اور ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غم زدہ ہوں گے'' جب اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرنے والے غم میں مبتلا ہوں گے تو وہ لوگ جو اپنے مال رات اور دن، چھپے اور کھلے خرچ کرتے ہیں تو ان کے لیے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہوگا اور ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غم زدہ ہوں گے۔ وہ اپنا اصل مقصد حاصل کرنے میں اس وقت کامیاب ہو جائیں گے اور ہر قسم کے شر سے محفوظ رہیں گے جب حد سے بڑھنے والے غم میں مبتلا ہوں گے۔

﴿الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبٰوا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ

''جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ کھڑے نہیں ہوں گے مگر جیسے وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھو کر

مِنَ الْمَسِّ ۚ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَأَحَلَّ اللّٰهُ

دیوانہ بنا دیا ہو، یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے کہا کہ تجارت بھی تو سود کی طرح ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا

حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے، چنانچہ جس کے پاس اس کے رب کی طرف سے کوئی نصیحت آجائے، سو وہ باز آجائے تو جو پہلے

سَلَفَ ؕ وَاَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ

گزر چکا وہ اس کے لیے ہے، اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے، اور جو دوبارہ سود کھائیں تو وہی لوگ آگ والے ہیں،

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿

وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' (275)

سوال 1: سود کھانے والوں کے برے انجام کی وضاحت ﴿اَلَّذِيْنَ ... خٰلِدُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ﴾ ''جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ کھڑے نہیں ہوں گے مگر جیسے وہ شخص کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھو کر دیوانہ بنا دیا ہو'' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سود خوروں کا برا انجام بیان کیا ہے۔ وہ قیامت کے دن اپنی قبروں سے ایسے اٹھیں گے گویا شیطان نے انہیں دیوانہ بنا دیا ہو۔ اس وقت انہیں سخت سزا ملنے کا یقین ہوگا۔

(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: سود خور آخرت میں اس طرح اٹھایا جائے گا جیسے وہ مجنون ہو اور اس کا گلا گھٹ رہا ہو۔ (بخاری کتاب التفسیر)

(3) لفظ ''المس'' کے معنی جنون کے ہیں جسے دیوانگی بھی کہتے ہیں۔ فراء نے یہی تفسیر کی ہے۔ مس کا معنی جنوں کا چھونا۔ (بخاری کتاب التفسیر) سود خور آخرت میں ایسے شخص کی طرح اٹھے گا جسے شیطان نے چھو کر دیوانہ بنا دیا ہو۔

(4) اللہ تعالیٰ نے سود خور کو مخبوط الحواس شخص سے تشبیہ دی ہے۔ سود خور روپے کے پیچھے پاگل ہے اور اپنے اس پاگل پن میں عقل سے بعید حرکات کرتا ہے۔ سود خور کا پاگل پن خود غرضی کا ہے۔ اسے کچھ پرواہ نہیں ہوتی کہ اس سے کس طرح انسانی محبت اور ہمدردی کی جڑیں کٹ رہی ہیں؟ معاشرتی فلاح و بہبود پر کتنے برے اثرات پڑ رہے ہیں؟ کتنے لوگوں کی بدحالی سے وہ اپنی خوش حالی کا سامان کر رہا ہے؟ اکثر مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ سود خور قیامت کے دن ایک دیوانے اور مخبوط الحواس شخص کی حالت میں اٹھے گا۔ سید قطب لکھتے ہیں کہ زمین پر ہماری زندگی میں بھی یہ خوفناک تصویر عملاً موجود ہوتی ہے۔ اقتصادی نظام میں ایک سود خور دیوانہ وار کوششوں میں مصروف ہے جس طرح شیطان کا چھوا ہوا شخص دیوانہ ہوتا ہے۔

(5) ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْۤا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا﴾ ''یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے کہا کہ تجارت بھی تو سود کی طرح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے" یہ بات کہ تجارت بھی تو سود کی طرح ہے کوئی دیوانہ ہی کہہ سکتا ہے یا ایسا شخص جو دین کا دشمن ہو یا جس کی عقل اوندھی ہوگئی ہو۔اسی وجہ سے ان کو بدلہ بھی ان کے عمل کی طرح ملے گا یعنی قیامت کے دن وہ پاگلوں کی طرح اٹھیں گے۔

(6)انہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام پر اعتراض کیا تھا اور کہتے تھے کہ تجارت اور سود میں کوئی فرق نہیں ہے۔جب تجارت جائز ہے تو سود بھی جائز ہے۔

(7)﴿وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ﴾"حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال کیا ہے" اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال کیا ہے کہ اس میں سب کے لیے نفع ہے چونکہ سب کو تجارت کی ضرورت ہے اس لیے اسے حرام قرار دینے میں نقصان ہے۔تجارت حصول رزق کی ایک عظیم بنیاد ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے حلال قرار دیا ہے۔

(8)﴿وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾"اور سود کو حرام کیا ہے" سود ظلم پر مبنی ہے اس کا انجام ہلاکت ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے حرام قرار دیا ہے۔

(9)تجارت سود کی طرح نہیں ہے:(i)تجارت میں نقد رقم کا تبادلہ ہوتا ہے جب کہ سود میں نہیں۔

(ii)تجارت میں نفع اور نقصان کا امکان رہتا ہے جب کہ سود میں ایک کو یقینی نفع ہوتا ہے اور دوسرے فریق کے نفع ونقصان کا کچھ پتہ نہیں ہوتا۔

(iii)تجارت کو اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا ہے اور سود کو حرام اس لئے دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔امام رازی رحمہ اللہ نے تفسیر کبیر میں حرمت سود کے عقلی دلائل لکھے ہیں۔انہوں نے پہلے نمبر پر یہ بالکل صحیح لکھا ہے کہ سود کی رقم آخر کس چیز کا معاوضہ ہوتی ہے؟ بجز مفت خوری کی بدترین شکل کے اور یہ ہے کیا؟(تفسیر ماجدی:505/1)

(10)سیدنا ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں مدینہ منورہ میں حاضر ہوا۔سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی انہوں نے فرمایا:تمہارا قیام ایک ایسے ملک میں ہے جہاں سودی معاملات بہت عام ہیں۔اگر تمہارا کسی شخص پر کوئی حق ہو اور پھر وہ تمہیں ایک تنکے یا جَو کے ایک دانے یا ایک گھاس کے برابر بھی ہدیہ دے تو اسے قبول نہ کرنا کیونکہ وہ بھی سود ہے۔(بخاری:3814)

(11)جو لوگ سودی کاغذات لکھتے ہیں،اس کی فائلیں بنا کر رکھتے ہیں وہ سودی لین دین کی فرموں،کمپنیوں اور بینکوں میں کام کرتے ہیں اور جو سود لیتے ہیں اور سود دیتے ہیں وہ اپنے بارے میں غور کرلیں کہ لعنت کے کام میں مشغول ہیں۔گناہ کی مدد بھی حرام ہے اور جس نوکری میں گناہ پڑے وہ بھی حرام ہے اور اس کی تنخواہ بھی حرام ہے۔سود کا لین دین کرنے والوں اور زیادہ آمدنی کی خواہش رکھنے والوں کو مفتیوں کی بات ناگوار تو لگتی ہے مگر حق تو کہنا ہی پڑتا ہے۔(انوار البیان:419/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(12)﴿فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ﴾ ''چنانچہ جس کے پاس اس کے رب کی طرف سے کوئی نصیحت آجائے جس سے وہ باز آجائے تو جو پہلے گزر چکا وہ اس کے لیے ہے'' جس شخص کے پاس یہ بات پہنچ گئی کہ اللہ تعالیٰ نے سود سے منع فرمایا ہے اور اس حکم کو جاننے کے بعد وہ شخص سود لینے سے توبہ کرلے تو جو سود وہ اس سے پہلے لے چکا ہے وہ اسی کا ہے۔ اس کے لیے قانونی رعایت ہے یعنی جو پہلے کھا چکا اسے واپس کرنے کا قانونی مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔

(13) سعید بن جبیر نے اس آیت کے متعلق کہا: یعنی قرآن کا سود کی حرمت کے بارے میں بیان آجائے تو وہ اس سے رک جائے۔ اس نے ربا کی حرمت سے پہلے جو کھالیا وہ اس کے لیے ہے۔ (ابن ابی حاتم:545/2)

(14)﴿وَاَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ﴾ ''اور اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے'' اس سے مراد یہ ہے کہ قیامت کے دن توبہ کرنے والے کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہوگا۔ وہ جو چاہے گا فیصلہ کرے گا۔ اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور مشیت پر ہے یعنی اخلاقی حیثیت سے اس مال کی نجاست برقرار ہے۔ اب اسے سزا دینا اور مستقبل میں اس کے عمل کو دیکھنا اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔ اس سے ایک خطا کار مسلمان کے دل میں ہمیشہ یہ خوف رہتا ہے کہ اس نے جو کیا بہر حال غلط تھا۔ ایک تو وہ توبہ و استغفار کرتا ہے اور امید رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سابقہ گناہوں کو معاف کردیں گے۔ دوسرے یہ کہ وہ آئندہ اس سرمائے میں اضافہ نہیں چاہے گا۔

(15)﴿وَمَنْ عَادَ﴾ ''اور جو دوبارہ سود کھائیں'' یعنی جس نے دوبارہ سود لیا اس نے سود پر اصرار کیا۔

(16)﴿فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾ ''تو وہی لوگ آگ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں'' جس نے اللہ تعالیٰ کی ممانعت پہنچ جانے کے بعد بھی سود لیا اس پر عذاب واجب ہوجائے گا اور حجت قائم ہوجائے گی۔ ایسے ہی لوگ جہنمی ہیں جو اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ (السراج المنیر :188/1)

(17) قرآن حکیم انسان کے اندر آخرت کا خوف پیدا کرکے انسان کی اصلاح کرتا ہے۔ انسانوں میں سے کچھ انسان آخرت کا علم تو رکھتے ہیں لیکن یقین نہیں رکھتے۔ اس لیے قرآن آگاہ کرتا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی ہدایات کو نہ مانے وہ گناہ گار ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے گناہ گاروں سے اور کافروں سے نفرت کرتے ہیں۔

سوال 2: سود اور تجارت میں کیا فرق ہے، اس بارے میں سود خوروں کے مؤقف اور اسلام کے مؤقف کی وضاحت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کریں؟

جواب:

سود خوروں کا مؤقف

تجارت	سود
(i) تجارت میں لگے ہوئے روپے کا منافع جائز ہے۔	(i) قرض پر دیئے ہوئے روپے کا منافع بھی جائز ہونا چاہیے۔
(ii) ایک شخص اپنے روپے کو تجارت میں لگا کر اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔	(ii) ایک شخص روپے سے خود فائدہ اٹھانے کی بجائے قرض دیتا ہے اور دوسرا شخص فائدہ اٹھاتا ہے۔ اس فائدے میں سے قرض دینے والے کو ادا کرنا چاہیے۔

اسلام کا مؤقف

تجارت	سود
(i) ہر تجارت خواہ وہ سرمائے سے ہو یا محنت اور سرمائے سے اس میں نقصان کا خطرہ ہوتا ہے۔	(i) سود میں قرض دینے والے سرمایہ دار کو نقصان کا خطرہ نہیں ہوتا۔
(ii) تجارت میں وقت، محنت، قابلیت اور سرمایہ لگا کر بھی مقرر منافع کی ضمانت نہیں ہوتی۔	(ii) سود میں قرض خواہ نہ وقت لگاتا ہے، نہ محنت اور نہ قابلیت، صرف سرمایہ لگا کر مقررہ منافع کی ضمانت ہوتی ہے۔ اس کا مال محفوظ ہوتا ہے اور دوسرے کا مال غیر محفوظ ہوتا ہے۔
(iii) تجارت میں خریدار اور فروخت کرنے والے کے درمیان منافع کا تبادلہ مساویانہ ہوتا ہے۔ فروخت کرنے والا محنت، ذہانت اور وقت کی اجرت لیتا ہے جو وہ چیز کو مہیا کرنے کے لیے لگاتا ہے۔	(iii) سودی لین دین میں منافع کا تبادلہ برابری کے ساتھ نہیں۔ سود لینے والا مال کی مقرر مقدار لیتا ہے اور منافع یقینی ہے۔ سود دینے والا صرف مہلت لیتا ہے جس کا منافع بخش ہونا یقینی نہیں۔ اگر سرمایہ ذاتی ضروریات کے لیے لیا ہے تو مہلت نفع مند نہیں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(iv) تجارت کا معاملہ نفع اور نقصان میں شراکت کا ہے۔	(iv) سود کا معاملہ ایک فریق کے فائدے اور دوسرے کے نقصان پر ہوتا ہے۔
(v) تجارت میں منافع خواہ کتنا ہی زائد ہو ایک بار ہوتا ہے۔	(v) سود کے معاملے میں مال دینے والا مال پر مسلسل منافع وصول کرتا ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ منافع بڑھتا چلا جاتا ہے چاہے قرض لینے والے کے تن کے کپڑے اور گھر کے برتن تک بک جائیں۔
(vi) تجارت میں شے اور اس کی قیمت کے تبادلے پر معاملہ ختم ہو جاتا ہے، مکان یا زمین یا سامان کے کرائے میں اصل شے (جس کے استعمال کا معاوضہ دیا جاتا ہے) ختم نہیں ہوتی برقرار رہتی ہے اور مالک کو واپس کر دی جاتی ہے۔	(vi) سود کے معاملے میں قرض دار سرمایہ لیتا ہے، اسے صرف کر لیتا ہے پھر صرف شدہ مال دوبارہ پیدا کرتا ہے اور اضافے کے ساتھ واپس کرتا ہے۔
(vii) تجارت، صنعت اور زراعت میں انسان محنت، ذہانت اور وقت کا فائدہ لیتا ہے۔	(vii) سودی کاروبار میں نہ محنت، نہ ذہانت، نہ وقت، محض ضرورت سے زیادہ مال دے کر بغیر کسی محنت کے دوسرے کی کمائی کے زیادہ حصے میں شریک بن جاتا ہے۔
(viii) تجارت میں نفع و نقصان کی شراکت نفع کے تناسب اور نقصان کے تناسب سے ہوتی ہے۔	(viii) سود پر قرض دینے والا نفع و نقصان میں نہیں بلکہ صرف نفع میں ہی شریک ہوتا ہے۔ نقصان ہو تب بھی اس کا منافع fix ہے۔ پھر منافع میں بھی بلا لحاظ تناسب طے شدہ منافع لیتا ہے۔
(ix) تجارت انسانی تمدن کی تعمیر کرنے والی قوت بن جاتی ہے۔ لوگوں کی صلاحیتیں لگتی ہیں اور معاشرہ ترقی کرتا ہے۔	(ix) سود انسانی تمدن کی خرابی کا باعث بنتا ہے۔ ذہانت بھی قومی سرمایہ ہے جو سود کی وجہ سے ضائع ہوتا ہے۔
(x) تجارت امداد باہمی اور ہمدردی کے جذبات پیدا کرتی ہے۔	(x) سود افراد میں بخل، خود غرضی، شقاوت، بے رحمی اور زر پرستی جیسی صفات پیدا کرتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(xi) تجارت کا فائدہ عوام الناس کو ہوتا ہے۔	(xi) سود کا فائدہ چند سرمایہ کاروں کا گروہ اٹھاتا ہے۔
(xii) تجارتی سرگرمیاں انسانیت کے لیے مفید ہیں۔	(xii) سودی لین دین اصلاً انسانیت کے لیے تباہ کن ہے۔
(xiii) تجارت حلال ہے۔	(xiii) سود حرام ہے۔

سوال 3: سود کب حرام ہوا؟

جواب: ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب سود کے سلسلے میں سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں نازل ہوئیں تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں پڑھ کر لوگوں کو سنایا اور اس کے بعد شراب کی تجارت بھی حرام قرار پائی۔ (صحیح بخاری:4540)

سوال 4: سود کس درجے کا گناہ ہے؟

جواب: (1) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''سات ہلاکت میں ڈالنے والی چیزوں سے بچو۔'' عرض کیا گیا: یارسول اللہ ﷺ! وہ کون سے گناہ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، اس جان کو مارنا جس کا مارنا اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے لیکن حق پر مارنا درست ہے، سود کھانا، یتیم کا مال کھا جانا، جہاد میں دشمن کے مقابلے سے بھاگنا، پاک دامن عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگانا۔'' (مسلم:262)

(2) سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خواب والی طویل حدیث میں بیان فرمایا: ''پھر ہم ایک نہر پر آئے وہ خون کی طرح سرخ تھی اور اس نہر میں ایک آدمی تیر رہا تھا۔ نہر کے کنارے پر بھی ایک آدمی تھا جس نے اپنے پاس بہت سے پتھر جمع کر رکھے تھے۔ یہ تیرنے والا شخص تیرتا رہتا اور جب اس شخص کے پاس آتا جس نے اپنے پاس پتھر جمع کر رکھے تھے تو وہ اس کے منہ کو کھولتا اور اس میں ایک پتھر داخل کر دیتا۔'' پھر اس کی تعبیر میں آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس سے مراد سود کھانے والا ہے۔'' (صحیح بخاری:7047)

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سود کے ستر درجے ہیں ان میں سے کم درجے کا گناہ اس قدر ہے جیسے کوئی اپنی ماں سے نکاح (یعنی زنا) کرے۔'' (ابن ماجہ:2274) (4) سود کا لین دین بہت ہی بڑا گناہ ہے اس لیے سود سے متعلق ہر شخص پر لعنت کی گئی ہے۔ ابو جحیفہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے گودنے والی اور گدوانے والی، سود کھانے والے اور سود دینے والے اور مصور پر لعنت فرمائی ہے۔'' (صحیح بخاری:2238)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے، سود دینے والے، سود تحریر کرنے والے اور سودی لین دین کے گواہوں پر لعنت کی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''(گناہ میں) سب برابر ہیں۔'' (صحیح مسلم:4093)

﴿يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ﴾

''اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی ناشکرے، گناہ گار کو پسند نہیں کرتا'' (276)

سوال 1: اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو نشوونما دیتا ہے کیسے، اس کی وضاحت ﴿يَمْحَقُ اللّٰهُ ... اَثِيْمٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا﴾ ''اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے'' اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ وہ سود کو نابود یعنی ختم کر دیتا ہے یا تو اسے اس کے مالک کے ہاتھ سے لے کر بالکل ختم کر دیتا ہے یا اسے اس کے مال کی برکت سے محروم کر دیتا ہے اور وہ اس سے نفع حاصل نہیں کر سکتا بلکہ اس کی وجہ سے وہ اسے دنیا میں بھی سزا دیتا ہے اور قیامت کے دن بھی عذاب دے گا۔ (المصباح المنیر: 562/1)

(2) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۟ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ﴾ ''اور سود پر جو تم دیتے ہو تا کہ لوگوں کے مال میں اضافہ ہو جائے سو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہیں بڑھتا اور جو تم زکوۃ سے دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا ارادہ کرتے ہو تو یہی لوگ ہیں جو کئی گنا بڑھانے والے ہیں۔'' (الروم:39)

(3) لفظ ﴿يَمْحَقُ﴾ بمعنی ﴿يذهب﴾ کے ہے یعنی مٹا دیتا ہے اور دور کر دیتا ہے۔ (بخاری: کتاب التفسیر)

(4) یعنی اس کی برکت لے جاتا ہے اور جس میں شامل ہوتا ہے اس مال کو ہلاک کر دیتا ہے۔ (تفسیر بیضاوی: 575/1)

(5) عباد بن منصور نے حسن سے اس آیت ﴿يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ﴾ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: وہ قیامت کا دن ہوگا جب اللہ تعالیٰ سود کو مٹائے گا اور صدقات کو بڑھائے گا۔ (ابن ابی حاتم: 547/2)

(6) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اللہ تعالیٰ نہ ان سے صدقہ قبول کرے گا، نہ حج، نہ جہاد اور نہ صلہ رحمی۔ (تفسیر خازن: 211/1)

(7) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص حرام مال کما کر صدقہ کرے گا تو وہ قبول نہ ہوگا اور جو کچھ اس میں سے خرچ کرے گا اس میں برکت نہ ہوگی اور اپنے پیچھے چھوڑ کر جائے گا تو اس کے لیے دوزخ کی آگ میں لے جانے والا توشہ بنے گا۔'' (مشکوۃ:242)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(8) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو گوشت حرام سے بڑھا ہو جنت میں داخل نہ ہوگا اور جو گوشت حرام سے بڑھا دوزخ کی آگ اس کی زیادہ مستحق ہوگی۔'' (احمد و داری)

(9) اس آیت کا ایک سیدھا سادا مفہوم تو یہ ہے کہ سود میں برکت نہیں ہوتی یعنی سود خور کا مال بالآخر برباد ہو جاتا ہے۔ دوسرا مفہوم ذرا زیادہ دقیق ہے اور وہ یہ ہے کہ سود سے اصل سرمایہ میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا اور قوم کے لئے یہ خسران مبین کا باعث ہوتا ہے۔ اقتصادیات کا یہ اصول ہے کہ دولت میں اس وقت اضافہ ہوتا ہے جب اسے زیادہ سے زیادہ پھیلایا جائے اور سود سے روپیہ بجائے پھیلنے کے چند ہاتھوں میں سمٹ کے رہ جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قوم کی تمدنی ترقی رک جاتی ہے۔ بخلاف اس کے اگر تعاونی جذبات کی ترقی ہو، روپیہ محدود ہاتھوں میں نہ رہے اور پھیلتا رہے تو قوم کے سرمایہ میں اضافہ ہوگا۔ (سراج البیان: 109/1)

(10) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بلاشبہ سود اگرچہ بہت ہو جائے اس کا انجام کمی کی طرف ہو جائے گا۔'' (مشکوۃ: 246، مسند احمد: 395/1)

(11) یعنی سود اگرچہ کتنا ہی زیادہ ہو جائے مگر انجام کار نتیجہ اس کا قلت ہے۔ سود آفات کا باعث بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے اور اس کی برکت کو ختم کر دیتا ہے۔ اگر اس کمائی کو سود خور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے تو اسے اجر نہیں ملے گا بلکہ اسے یہ جہنم میں لے جائے گا۔

(12) ﴿وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ﴾ ''اور صدقات کو بڑھاتا ہے'' یعنی جس مال سے صدقہ دیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس میں برکت نازل کرتا ہے اور اس کے ثواب کو بڑھاتا ہے۔

(13) اللہ تعالیٰ صدقات کا ثواب بڑھا دیتا ہے اور جس مال سے صدقہ نکلتا ہے اس میں برکت دیتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص حلال کمائی سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کرے اور اللہ تعالیٰ صرف حلال کمائی کے صدقہ کو قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے داہنے ہاتھ سے قبول کرتا ہے، پھر صدقہ کرنے والے کے فائدے کے لیے اس کو بڑھاتا ہے بالکل اسی طرح جیسے کوئی اپنے جانور کے بچے کو کھلا پلا کر بڑھاتا ہے یہاں تک کہ اس کا صدقہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔'' (صحیح بخاری: 1410)

(14) اللہ تعالیٰ کے یہاں سود خور اور صدقہ دینے والے کا انجام یکساں نہیں ہے۔ دو الگ خصوصیات رکھنے والے انسانوں کا انجام ایک سا نہیں ہو سکتا۔ جس نے دنیا کے لیے محنت کی اسے دنیا ملے گی۔ جس نے آخرت کے لیے آج اپنے مال کو قربان کیا اسے آخرت ملے گی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(15)﴿وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ﴾"اور اللہ تعالیٰ کسی ناشکرے، گناہ گار کو پسند نہیں کرتا" اللہ تعالیٰ کو کسی ناشکرے اور گناہ گار سے محبت نہیں یعنی جس کے دل میں شکر نہ ہو اور اس کی باتیں اور حرکات وسکنات بھی گناہ آلودہ ہوں۔

(16)﴿كَفَّارٍ﴾ جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے واجب کردہ زکوۃ اور صدقات ادا نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ کے بندے اس کے شر سے محفوظ نہیں رہتے۔ (تفسیر سعدی: 326/1)

(17)﴿كَفَّارٍ﴾ سے مراد وہ لوگ ہیں جو جواز سود کے قائل ہیں۔﴿اَثِيْمٍ﴾ سے مراد بڑے گناہ گار، یعنی سود خوری جیسی شدید معصیت میں مبتلا لوگ ہیں۔

(18)اس میں دونوں قسم کے نافرمان آگئے، وہ جو سودی کاروبار کرتے ہیں اور وہ جو اپنے عمل کے ساتھ ساتھ حرمت سود کے عقیدتاً بھی منکر ہیں۔

سوال 2: صدقات اور سود کے معاشرے پر کیسے اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ صدقات کو بڑھاتا اور سود کو مٹاتا ہے۔

باہمی تعلقات

صدقات	سود
(i)جس معاشرے کے لوگ صدقات دیتے ہیں وہ ذاتی غرض اور ذاتی فائدے کے بغیر ایک دوسرے کے کام آتے ہیں۔	(i)سود کھانے والے خود غرضی کا معاملہ کرتے ہیں۔ایک شخص دوسرے کی ضرورت کو اپنے لیے نفع حاصل کرنے کا موقع سمجھ کر پورا فائدہ اٹھاتا ہے۔
(ii)صدقات کی وجہ سے مال دار طبقوں کا مفاد عوام الناس کے مفاد کے مطابق ہوتا ہے۔	(ii)سود کی وجہ سے مال دار طبقوں کا مفاد عوام الناس کے مفاد کی ضد ہوتا ہے۔
(iii)صدقات کی وجہ سے سوسائٹی مضبوط ہوتی ہے۔	(iii)سود کی وجہ سے سوسائٹی مستحکم نہیں ہوتی۔
(iv)جس معاشرے میں صدقات دیے جاتے ہیں وہاں افراد معاشرہ کے درمیان باہمی ہمدردی، غم خواری، دکھ درد میں شرکت، باہمی تعاون، ایثار، باہم احسان، باہم رضامندی جیسی صفات پروان چڑھتی ہیں۔	(iv)جہاں سود لیا اور دیا جاتا ہے اس معاشرے کے افراد کے درمیان باہمی بغض، حسد، بے دردی اور بے تعلقی نشوونما پاتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوسائٹی کا اجتماعی نظام

(i) صدقات والا معاشرہ اجتماعی تعاون اور باہمی کفالت پر استوار ہوتا ہے۔	(i) سودی معاشرے میں ذاتی غرض اور ذاتی فائدے کے بغیر کسی کے کام نہ آنے اور اپنے مال میں اضافے کی ہوس پر اجتماعی نظام استوار ہوتا ہے۔
(ii) صدقات والے معاشرے میں ہر فرد کی تگ ودو اس لیے ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرے۔	(ii) سودی معاشرے میں ہر فرد کی تگ ودو اپنی ذاتی خوشی تک محدود ہوتی ہے۔
(iii) صدقات والے معاشرے میں ہر فرد کی تگ ودو اس لیے ہوتی ہے کہ وہ اجر کا مستحق بن جائے۔	(iii) سودی معاشرے میں ساری تگ ودو کا مقصد مال کا حصول ہے۔
(iv) صدقات والے معاشرے میں ہر وقت اطمینان رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مددگار ہے وہ صدقہ اور احسان کا اجر کئی گنا دے گا۔	(iv) سودی معاشرے میں ہر وقت بے اطمینانی، روحانی قلق اور پریشانی رہتی ہے۔
(v) صدقات والے معاشرے کے افراد پر برکتیں نازل ہوتی ہیں۔ مال، رزق، عمر، صحت اور قوت میں برکت ہوتی ہے۔	(v) سودی معاشرے میں ذہنی اور اعصابی کشمکش کی وجہ سے مال، عمر، صحت اور قوت میں برکت نہیں ہوتی۔
(vi) صدقات والے معاشرے میں دل اطمینان سے سرشار ہوتے ہیں۔	(vi) سودی معاشرے میں دل مطمئن نہیں ہوتے۔

معاشی اعتبار سے

ذاتی ضروریات کے لیے قرض

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک دوسرے کے ساتھ تعاون زکوٰۃ کی مد میں حصہ ہے۔ صدقات کے ذریعے سے باہمی ہمدردی، تعاون اور باہمی احسان کی فضا پروان چڑھتی ہے۔ کوئی احسان جتلانا اور دکھ دینا نہیں ہے۔ قرض کی واپسی نہ ہو سکے تو مہلت پر مزید اجر کی توقع ہے۔ معاف کرنا پڑے تو اللہ تعالیٰ کی خاطر معاف کر دینا آسان ہے۔	سود کی وجہ سے قرض ادا کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اصل سے کئی گنا ادا کرنے کے باوجود اصل رقم برقرار رہتی ہے۔ اپنے بچوں کا پیٹ پالنے کے لیے بھی روپیہ نہیں بچتا۔ دل لگا کر محنت نہیں کر سکتے۔ چند افراد لاکھوں انسانوں کا خون چوس لیتے ہیں۔ مال دار طبقے کے خلاف نفرت اور غصہ جب پھٹتا ہے تو بسا اوقات جان اور عزت تک سے ہاتھ دھونے پڑتے ہیں۔

کاروبار کے لیے قرض

i۔ شراکت کے تحت فریقین کی دل چسپی، محنت، وقت اور سرمائے کی وجہ سے کاروبار پھلتا پھولتا ہے۔	i۔ شرح سود جو رائج ہے اس کے مطابق اگر کوئی بزنس نفع نہ دے سکے تو وہ بزنس نہیں کیا جاتا چاہے ملک وملت کو اس کی ضرورت ہو۔
ii۔ ہر طرح کے کاروبار میں سرمایہ لگتا ہے۔	ii۔ مخصوص بزنس جو 5 یا 6٪ سالانہ شرح سود نکال سکتے ہیں (منافع کے علاوہ) وہ پروان چڑھتے ہیں۔
iii۔ بزنس کی بھلائی برائی سے دوطرفہ دل چسپی ہوتی ہے۔	iii۔ سرمایہ دار کو بزنس کی بھلائی برائی سے کوئی دل چسپی نہیں ہوتی۔
iv۔ تجارت اور صنعت کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔	iv۔ تجارت اور صنعت ایک خاص سطح پر جا کر نقصان کا شکار ہو جاتی ہیں۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ

''یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی، ان کے لیے ان کا اجر

عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾

ان کے رب کے پاس ہے، ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے'' (277)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: شکر ادا کرنے والوں کے لیے کیا خوش خبری ہے، اس کی وضاحت ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ ... یَحْزَنُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ﴾ ''یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی'' اللہ تعالیٰ نے اپنے ان بندوں کی تعریف فرمائی ہے جو اللہ تعالیٰ پر، اس کے رسولوں پر اور جو اس نے نازل کیا اس پر ایمان رکھتے ہیں، اس کی نعمتوں کے شکر گزار ہیں، نیک عمل کرتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، سخاوت کرتے ہیں اور جو چاہتے ہیں کہ ان سے ہر ایک کو فائدہ حاصل ہو جائے۔ ان کو خوش خبری دی گئی ہے کہ: ﴿لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ ''ان کے لیے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے'' ان کے لیے ان کا کامل ثواب جنت میں ہوگا۔

(2) ﴿وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ﴾ ''ان پر نہ کوئی خوف ہوگا'' اس سے مراد یہ ہے کہ اس دن کی گھبراہٹوں میں ان پر کوئی خوف نہ ہوگا۔

(3) ﴿وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ ''اور نہ وہ غمگین ہوں گے'' یعنی جو دنیا میں ان سے چھوٹ جائے گا اس پر غم نہیں کریں گے۔ (صفوۃ التفاسیر: 158/1)

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰۤوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور جو سود میں سے باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو، اگر تم ایمان والے ہو'' (278)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: (1) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں: ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ یہ آیت قبیلہ ثقیف میں سے بنی عمرو بن عوف اور بنی مغیرہ کے بارے میں اتری ہے۔

(2) بنی مغیرہ ثقیف کو سود پر مال دیا کرتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے ذریعے مکہ مکرمہ فتح کر دیا اور اس دن تمام سودی کاروباروں کا خاتمہ کر دیا گیا تو بنی عمرو اور بنی مغیرہ عتاب بن اسید کے پاس آئے۔ بنی مغیرہ نے آ کر کہا کہ اس سود کی وجہ سے ہم تمام لوگوں سے بدتر ہو گئے اور ہمارے علاوہ اور لوگوں نے سود کا خاتمہ کر دیا تو بنی عمرو بولے کہ آپس میں ہم اس شرط پر صلح کر لیں کہ ہمارے لیے ہمارا سود ہے۔ ان کی یہ بات عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لکھ کر روانہ کی تو اس پر یہ آیت اور اس سے بعد والی آیت نازل ہوئی اور ابن جریر نے عکرمہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ یہ آیت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قبیلہ ثقیف میں سے مسعود حبیب ربیعہ اور عبد یالیل، بنوعمر اور بنوعمیر کے متعلق اتری ہے۔ (تفسیر ابن عباس:166/1)

(3) رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: ''جاہلیت کے زمانے کا سود پامال کر دیا گیا ہے اور میں اپنے سود میں سب سے پہلے اپنے چچا عباس بن مطلب رضی اللہ عنہ کا سود معاف کرتا ہوں۔'' (مسلم:2950)

سوال 2: تقویٰ اختیار کرنے اور سود چھوڑ دینے کے حکم کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ ... مُّؤْمِنِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیتے ہوئے اور ان کاموں سے روکتے ہوئے جو اس کی ناراضگی کا باعث بنتے ہیں، فرماتا ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ'' یعنی اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید کے ساتھ اس کے احکامات کی اطاعت کریں اور اس کے عذاب کے خوف سے اس کی نافرمانی سے اجتناب کریں۔

(2) تقویٰ کے حکم میں یہ بات بھی شامل ہے کہ جس کے ذمے موجودہ لین دین میں سود ہے اسے چھوڑ دیں۔ جہاں تک پہلے سود کا معاملہ ہے اگر آئندہ سود نہ لیا تو پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

(3) اللہ تعالیٰ کا تقویٰ ہی انسان سے دنیا میں وہ کام کروا سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہیں لیکن انسان کو وہ کام انتہائی مشکل محسوس ہوتے ہیں۔ (4) تقویٰ کا شعور وہ ضمانت ہے جس کی وجہ سے اسلام اپنے قوانین نافذ کرتا ہے۔

(5) تقویٰ انسان کے اندر ضمیر کا چوکی دار ہے، خدا خوفی اور رضائے الٰہی کا نگران ہے۔

(6) وہ اندرونی گارنٹی جو اسلام پیدا کرتا ہے بیرونی دباؤ کی وجہ سے نافذ کرنے والے قوانین کے مقابلے میں انتہائی مؤثر ہے۔

(7) ﴿وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰٓوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور جو سود میں سے باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو، اگر تم ایمان والے ہو'' یعنی تمہارے اپنے اصلی اموال سے زیادہ جو لوگوں کے ذمے ہے اب اس ڈراوے کے بعد اسے چھوڑ دو۔ (المصباح المنیر:564/1)

(8) مولانا عبدالماجد دریابادی لکھتے ہیں کہ ایمان کا مقتضیٰ سارے ہی احکام قرآن پر عمل کرنا ہے۔ محققین نے اس ٹکڑے سے یہ استدلال کیا ہے کہ شریعت کے کسی ایک جزء سے بھی انکار کرنا ساری شریعت سے انکار ہے۔ (تفسیر ماجدی)

(9) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی رسول سے یہ قول منقول ہے کہ سود کو بھی چھوڑ دو اور اس کے مشابہ چیزوں کو بھی۔ (تفسیر ماجدی:508/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(10) آپ ﷺ نے فرمایا: ''لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا جب ہر کوئی سود کھانے والا ہوگا۔ سود نہ کھائے تو بھی اس کا بخار اور ایک دوسری روایت کے مطابق اس کا غبار اسے ضرور پہنچ کے رہے گا۔'' (تیسیر القرآن:1/229)

﴿فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ

''پھر اگر تم نے (ایسا) نہ کیا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے بڑی جنگ کا اعلان سن لو، اور اگر تم توبہ کرو

اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ﴾

تو تمہارے لیے تمہارے اصل مال ہیں، نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا'' (279)

سوال 1: سود خوری اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے خلاف جنگ ہے، اس کی وضاحت ﴿فَاِنْ لَّمْ ... وَلَا تُظْلَمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ ''پھر اگر تم نے (ایسا) نہ کیا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے بڑی جنگ کا اعلان سن لو'' جس نے اللہ تعالیٰ کی نصیحت قبول نہ کی اور سود سے باز نہ آیا وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے والا ہے۔ کیسے ممکن ہے کہ ایک کمزور انسان اپنے رب سے جنگ کر سکے جو کہ غالب اور حکمت والا ہے۔

(2) اسلامی حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ ان لوگوں کے ساتھ جنگ کرے جو سودی اقتصادیات کو جاری رکھنے پر بضد ہیں اگرچہ یہ لوگ اعلان کریں کہ ہم مسلمان ہیں۔ نبی ﷺ نے حاکم مکہ کو حکم دیا کہ وہ مکہ کے آل مغیرہ سے جنگ کریں کیونکہ وہ ان آیات کے نزول کے بعد بھی سودی کاروبار سے باز نہیں آئے۔

(3) یہ اعلان جنگ ہر اس معاشرے کے خلاف ہے جو اپنے اقتصادی نظام کی بنیاد سود پر رکھتا ہو۔ یہ اعصاب کی جنگ ہے۔ یہ خیر و برکت اور خوش حالی کے خلاف سود کی جنگ ہے۔

(4) مقاتل بن حیان نے اس آیت ﴿فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ کے بارے میں کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو لکھا: ''اگر وہ سود چھوڑنے کے لیے تیار ہوں تو ان کے لیے ان کے اصل اموال ہیں اور اگر ایسا نہ کریں تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے بڑی جنگ کا اعلان سن لیں۔'' (ابن ابی حاتم:2/549)

(5) یعنی سود خوروں سے باغیوں اور مرتدوں کی طرح جہاد کیا جائے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6)﴿وَاِنْ تُبْتُمْ﴾ ''اور اگر تم توبہ کرو'' یہاں توبہ کا مطلب ہے کہ انسان سود جیسے حرام کام سے رجوع کر لے۔

(7)﴿فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ﴾ ''تو تمہارے لیے تمہارے اصل مال ہیں'' یعنی اصل مال وصول کر لو۔

(8)﴿لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ﴾ ''نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا'' اس سے مراد یہ ہے کہ اگر اصل زر سے زیادہ وصول کرو گے تو وہ سود تمہاری طرف سے ظلم ہوگا اور اگر تمہیں اصل زر نہ دیا جائے تو یہ تم پر ظلم ہوگا لہٰذا نہ ظلم کرو نہ تم پر ظلم کیا جائے۔

(9) اصل مال کی واپسی میں قرض خواہ اور قرض دار دونوں کا نقصان نہیں۔

(10) سعید بن جبیر نے ﴿وَلَا تُظْلَمُوْنَ﴾ کے بارے میں کہا کہ ان کے اعمال میں ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا، نہ ان کی نیکیوں میں کمی کی جائے گی اور نہ ان کی برائیوں میں اضافہ کیا جائے گا۔ (الدر المنثور: 653/1)

﴿وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ؕ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ

''اور اگر کوئی تنگ دست ہو تو آسانی تک (اسے) مہلت دینا ہے، اور تمہارا صدقہ کرنا ہی تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے،

اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾

اگر تم جانتے ہو'' (280)

سوال 1: تنگ دست کو مہلت دینے کے حکم کی وضاحت ﴿وَاِنْ ... تَعْلَمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ﴾ ''اور اگر کوئی تنگ دست ہو تو آسانی تک (اسے) مہلت دینا ہے'' اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ قرض لینے والا اگر تنگ دست ہو اور قرض واپس نہ کر سکتا ہو تو اسے مالی حالات بہتر ہونے تک مہلت دی جائے۔

(2) قرض لینے والے کے ساتھ جاہلیت کے لوگوں جیسا ظالمانہ معاملہ نہ کیا جائے۔ ان کا حال یہ تھا کہ جب قرض کی مدت ختم ہو جاتی تو قرض دار سے کہتے کہ یا تو رقم ادا کر دو یا پھر سود دو۔

(3)﴿وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور تمہارا صدقہ کرنا ہی تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو'' سعید بن جبیر نے اس قول ﴿وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ ''اور تمہارا صدقہ کرنا ہی تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے'' کے بارے میں فرمایا: جو کسی تنگ دست پر صدقہ کرے گا تو وہ اس کے لیے بڑے اجر کا ذریعہ ہوگا۔ (ابن ابی حاتم: 553/2)

(4) اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام تنگ دست کا تعاقب کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ نہ قرض خواہ تعاقب کرے گا نہ قانون اور عدالتوں کو یہ اختیار ہوگا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5) تنگ دست کو حالات کی بہتری تک مہلت دی جائے گی۔ قرض خواہ سے مطالبہ ہے یا تو وہ معاف کر دے یا زکوٰۃ کی مد میں سے قرض کی ادائیگی کے لیے کوشش کی جائے۔

(6) اسلامی نظام کا یہ اصول انسانیت کے لیے گھنی چھاؤں ہے اس میں خود غرضی، لالچ، بخل اور مفاد پرستی نہیں۔ انسانیت یہاں سکون کا سانس لیتی ہے۔ قرض دار کے لیے رحمت ہے اور قرض خواہ کے لیے بھی اس لیے کہ نہ اس کا اصل زر مارا جاتا ہے نہ اجر۔

(7) سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ایک آدمی مر گیا اور جنت میں داخل ہوا تو اسے کہا گیا: تو کیا عمل کیا کرتا تھا؟ اسے یاد آیا یا یاد کرایا گیا۔ تو اس نے کہا: میں لوگوں کو مال فروخت کرتا تھا اور میں تنگ دست کو مہلت دیتا اور سکوں کے پرکھنے یا نقد میں درگزر کرتا تھا۔ تو اس کی مغفرت کر دی گئی۔'' (صحیح مسلم:3995)

(8) سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''فرشتے تم سے پہلے کے ایک شخص کی روح لے چلے تو اس سے پوچھا: تو نے کوئی نیک کام کیا ہے وہ بولا: نہیں۔ فرشتوں نے کہا: یاد کرو۔ وہ بولا: میں لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا پھر اپنے جوانوں کو حکم کرتا کہ جو شخص مفلس ہو اس کو مہلت دو، اس پر تقاضا نہ کرو اور جو شخص مالدار ہو اس پر آسانی کرو (نرمی کرو یا تھوڑے سے نقصان پر خیال نہ کرو۔ مثلاً روپیہ ٹوٹا یا پھوٹا ہو تو لے لو بہت سختی نہ کرو) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تم بھی اس پر آسانی کرو (اور اس کے گناہوں سے درگزر کرو)۔'' (مسلم:1560)

(9) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ''جس آدمی نے کسی مومن سے دنیا میں مصیبتوں کو دور کیا اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے دن کی مصیبتوں کو دور کرے گا اور جس نے تنگ دست پر آسانی کی اللہ تعالیٰ اس پر دنیا اور آخرت میں آسانی کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس بندے کی مدد میں ہوتے ہیں جو اپنے بھائی کی مدد میں لگا ہوتا ہے۔'' (صحیح مسلم:6853)

(10) سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ''جس کو اس بات کی خوشی ہو کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کی بے چینیوں سے نجات دے تو تنگ دست (قرض دار) کو مہلت دے دے یا معاف کر دے۔'' (مسلم:4000)

(11) سیدنا بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو کسی تنگ دست کو مہلت دے گا تو اس کو ہر دن کے حساب سے ایک صدقہ کا ثواب ملے گا، اور جو کسی تنگ دست کو میعاد گزر جانے کے بعد مہلت دے گا تو اس کو ہر دن کے حساب سے اس کے قرض کے صدقہ کا ثواب ملے گا۔'' (ابن ماجہ:2418)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(12) سیدنا ابوالیسر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کسی تنگ دست کو قرض کی ادائیگی میں مہلت دے یا (قرضہ) معاف کر دے تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن اپنے سایہ میں جگہ دے گا۔'' (صحیح مسلم:7512)

(13) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ مسجد کی طرف نکلے اور آپ مسجد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرما رہے تھے۔ (ابوعبدالرحمن نے اپنے ہاتھ کے ساتھ زمین کی طرف اشارہ کیا) ''جو تنگ دست کو مہلت دے یا اسے معاف کر دے اللہ تعالیٰ اسے دوزخ کی تیز لو سے بچائے گا۔'' (مسند احمد:327/1)

(14) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ایک تاجر لوگوں سے قرضوں کا لین دین کیا کرتا تھا۔ قرضے وصول کرنے پر جو غلام اس نے مقرر کر رکھے تھے ان سے کہتا تھا کہ جب کسی تنگ دست کے پاس پہنچو تو اس سے درگزر کر دینا امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے بھی درگزر فرمائے گا۔ چنانچہ موت کے بعد جب وہ بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے درگزر فرما دیا۔'' (بخاری:2078)

سوال 2: اگر مال سود پر قرض نہ دیا جائے تو دولت میں اضافہ کیسے کیا جائے؟

جواب: (1) اگر مال سود پر قرض نہ دیا جائے تو دولت میں اضافہ کے لیے افراد ذاتی جدوجہد کریں۔

(2) تجارت میں شراکت کر کے دولت میں اضافہ کیا جا سکتا ہے۔

(3) اقتصادی ترقی، بڑی کمپنیوں کے shares سے جو براہ راست بازار میں حصص فروخت کرتے ہیں، ان کے توسط سے دولت میں اضافہ کیا جا سکتا ہے۔

(4) ایسی رقومات سے جو امانتاً بینکوں میں جمع ہوں گی، بینک انہیں کاروبار میں لگا کر جو نفع حاصل کرے اور اپنا ایک مقرر منافع رکھنے کے بعد انہیں تقسیم کر کے دولت میں اضافہ کیا جا سکتا ہے۔

﴿وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۗ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ

''اور اس دن سے ڈرو جس میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹایا جائے گا پھر ہر نفس کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کمایا

وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾

اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا'' (281)

سوال 1: یہ آیت آخری وحی ہے، اس کی کیا دلیل ہے؟

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جواب: (1) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ آخری آیت تھی جس کے ساتھ سیدنا جبریل علیہ السلام نازل ہوئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے البقرہ میں دوسواسی والی آیات میں رکھوایا۔ (بخاری:4544)

(2) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کے نازل ہونے کے بعد اکیس دن زندہ رہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اٹھارہ دن زندہ رہے۔ (دلائل النبوۃ:137/7)

(3) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما، سعید بن جبیر، عطیہ اور مقاتل نے کہا: قرآن میں یہ آیت سب سے آخر میں نازل ہوئی۔ (4) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کے نازل ہونے کے بعد اکاسی دن زندہ رہے۔ (5) ابن جریج نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد نو دن زندہ رہے۔ مقاتل نے کہا: اس کے بعد سات دن زندہ رہے۔ (زادالمسیر:289/1)

سوال 2: اس آیت ﴿وَاتَّقُوْا ... يُظْلَمُوْنَ﴾ میں بندوں کو آخرت سے کیسے ڈرایا گیا ہے، وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو نصیحت کی اور انہیں یاد دلایا ہے کہ یہ دنیا زوال پذیر ہے اور یہاں کے اموال اور دیگر سب نعمتیں ختم ہو جانے والی ہیں۔ آخرت آنے والی ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا اور اس بات کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ وہ اپنی مخلوق کے اعمال کا محاسبہ کرے گا اور اچھے اور برے اعمال کی جزا یا سزا دے گا، بہرحال اللہ تعالیٰ نے اپنے عذاب سے ڈراتے ہوئے فرمایا: ﴿وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ﴾ ''اور اس دن سے ڈرو جس میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹایا جائے گا۔'' (المصباح المنیر:567/1)

(2) اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے کا تصور دلایا گیا ہے جس کی وجہ سے انسان کانپ اٹھتا ہے۔ بندہ مؤمن کے دل میں اس دن کا خوف اجاگر کیا گیا ہے جو مصیبت والا ہوگا، مشکل ہوگا۔

(3) ﴿ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ ''پھر ہر نفس کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا'' سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا: ﴿مَّا كَسَبَتْ﴾ یعنی جو انہوں نے خیر یا شر میں سے کوئی عمل کیا۔ (ابن ابی حاتم:554/2)

(4) یہ آیت مبارکہ قرآن مجید کی ان آیات میں شامل ہے جو سب سے آخر میں نازل ہوئیں۔ اس پر احکام اور امر و نواہی کو ختم کیا گیا کیونکہ اس میں نیکی پر جزا کا وعدہ ہے، برائی پر سزا کی وعید ہے اور یہ بیان ہے کہ جس شخص کو یہ یقین ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پاس جانے والا ہے، جو اسے ہر چھوٹے بڑے، ظاہر اور پوشیدہ عمل کی جزا دے گا اور وہ اس پر ذرہ برابر ظلم نہیں کرے گا، اس یقین کے نتیجے میں اس کے دل میں رغبت و رہبت (شوق اور خوف) کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جب تک دل میں یہ یقین جاگزیں نہ ہو، یہ چیز کسی طرح پیدا نہیں ہو سکتی۔ (تفسیر سعدی:327/1)

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ۭ

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم کسی مقررہ مدت تک باہم قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو

وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۠ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ

اور لکھنے والے پر لازم ہے کہ تمہارے درمیان انصاف کے ساتھ لکھے، اور کسی لکھنے والے کو لکھنے سے انکار بھی نہیں کرنا چاہیے،

كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے (لکھنا) سکھایا پس لازم ہے کہ وہ لکھے اور لازم ہے کہ وہ شخص لکھوائے جس کے ذمے حق (قرض) ہے

وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَـيْـــًٔـا ۭ فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا

اور وہ اللہ تعالیٰ سے ڈر جائے جو اس کا رب ہے اور اس میں سے کچھ نہ کم کرے پھر جس شخص کے ذمے حق (قرض) ہو اگر وہ ناسمجھ

اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ ھُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ۭ

یا کمزور ہو یا خود لکھوانے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو اس کے مختار پر لازم ہے کہ انصاف کے ساتھ لکھوائے

وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ

اور اپنے مردوں میں سے دو آدمیوں کو گواہ بنالو، پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں

مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاۗءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىھُمَا فَتُذَكِّرَ

ان لوگوں میں سے جنہیں تم گواہوں میں سے پسند کرتے ہو، تاکہ ان دونوں (عورتوں) میں سے ایک بھول جائے تو ان میں

اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ۭ وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَاۗءُ اِذَا مَا دُعُوْا ۭ وَلَا تَسْـَٔـمُوْٓا

سے ایک دوسری کو یاد کرادے اور گواہ انکار نہ کریں جب بھی انہیں گواہی کے لیے بلایا جائے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ

اورتم اس سے نہ اکتاؤ کہ تم اسے لکھو، معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا اس کی مقررہ مدت تک۔ یہ کام اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ انصاف والا ہے

وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ

اور گواہی کو زیادہ قائم رکھنے والا ہے اور زیادہ قریب ہے کہ تم شک میں نہ پڑو، مگر یہ کہ تجارت نقد ہو جس کا لین دین کرتے ہو

فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ؕ وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۪

تو تم پر کوئی گناہ نہ ہوگا کہ تم اس کو نہ لکھو اور جب تم آپس میں سودا کرو تو گواہ بنالیا کرو اور کسی کاتب کو

وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ؕ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ

اور کسی گواہ کو نقصان نہ پہنچایا جائے اور اگر تم ایسا کرو گے تو یقیناً وہ تمہاری بڑی نافرمانی ہوگی اور اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ

وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۲﴾

اور اللہ تعالیٰ تمہیں تعلیم دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے" (282)

سوال 1: سورۃ البقرہ کی اس آیت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: (1) یہ آیت قرض کے مسائل سے متعلق ہے اور آیت الدین کے نام سے جانی جاتی ہے۔ سیدنا سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ قرآن مجید کی سب سے بڑی آیت آیت الدین ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: 378/1)

(2) قرض سے مراد دو آدمیوں کے درمیان ادھار کا معاملہ ہے۔ قرض کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے جب دو آدمیوں کے درمیان نقد معاملہ نہ ہو سکے اور جب لین دین کا معاملہ اسی وقت طے نہ ہو سکے۔

(3) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ میعاد مقرر کر کے قرض کے لین دین کی اجازت اس آیت سے بخوبی ثابت ہوتی ہے۔ (ابن کثیر: 378/1)

(4) اس آیت سے قرض کی تمام صورتوں کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

سوال 2: قرض کے معاملات کو تحریر کرنے کے حکم کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ ... فَاكْتُبُوْهُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ﴾ "اے لوگو جو ایمان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لائے ہو! جب تم کسی مقررہ مدت تک باہم قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو' اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو قرض کے معاملے میں حکم دیا ہے کہ میعاد مقرر کر کے قرض کے معاملے کو ضبط تحریر میں لائیں تا کہ اس کی رقم اور میعاد پر گواہی رہے۔

(2) قرض کے معاملات کی مشروعیت میں حکمت ہے کہ لوگوں کو اس کی سخت ضرورت ہے اور نہ لکھنے کی صورت میں غلطی، بھول، اختلاف اور جھگڑا واقع ہونے کا اندیشہ ہے۔ (تفسیر سعدی:329/1)

(3) قرض کا معاملہ نقد معاملے کی بہ نسبت مختلف ہے کیونکہ نقد معاملہ لین دین ہو کر اسی وقت ختم ہو جاتا ہے اور ساری بات زبانی ہو تو ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے اختلاف پیدا ہو جاتے ہیں۔ قرض کے معاملے میں ہر فریق معاملے کو اپنے مفاد کے مطابق واضح کرتا ہے۔ قرض کے معاملے میں کوئی قطعی بنیاد نہیں ہوتی جس پر فیصلہ ہو سکے اسی وجہ سے قرض کے معاملے میں ادائیگی کے وقت شکایات پیدا ہو جاتی ہیں۔

(4) ﴿اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ ''کسی مقررہ مدت تک'' مفسرین نے اس سے یہ اشارہ سمجھا ہے کہ قرضہ کے معاملات میں مدت بالکل صاف اور متعین ہونی چاہئے گول اور مجمل نہ رہے'' جاڑوں کے زمانہ میں'' ''برسات کے موسم میں'' ''ربیع کی فصل میں'' ان مبہم مدتوں کے بجائے تعین وصراحت ہونی چاہئے کہ فلاں سنہ کے فلاں مہینہ کی فلاں تاریخ۔ (تفسیر ماجدی:510/1)

(5) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو لوگ کھجور میں دو اور تین سال تک کے لیے ادھار بیع کیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں ہدایت فرمائی: ''جو شخص ادھار کی بیع کرے تو اسے مقررہ ماپ اور مقررہ وزن اور مقررہ مدت کے لیے ٹھہرا کر کرے۔'' (بخاری:2240)

(6) ﴿فَاكْتُبُوْهُ﴾ ''تو اسے لکھ لیا کرو'' اللہ تعالیٰ نے لکھنے کا حکم دیا ہے تا کہ بات پختہ ہو اور یاد رہ سکے۔ (المصباح المنیر: 569/1) ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جو ادھار دے وہ لکھ لے اور جو بیچے وہ گواہ کر لے۔ (جامع البیان:124/3)

(7) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یقیناً (کوئی چیز) ادھار دینا نصف صدقہ کرنے کے برابر ہے۔'' (مسند احمد:3910)

سوال 3: کاتب کو انصاف کے ساتھ لکھنے اور لکھنے سے انکار نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلْيَكْتُبْ ... فَلْيَكْتُبْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ﴾ ''اور لکھنے والے پر لازم ہے کہ تمہارے درمیان انصاف کے ساتھ لکھے'' کاتب کو انصاف کے ساتھ لکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ کاتب تحریر میں کمی بیشی نہ کرے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہی بات لکھے جس میں دونوں کا اتفاق ہو۔

(2) کاتب کو حکم ہے کہ وہ لکھے۔ اسے عادل ہونا چاہیے تاکہ اس کی تحریر پر اعتماد کیا جا سکے۔

(3) کاتب پر فرض ہے کہ فریقین کے درمیان انصاف سے کام لے۔ وہ رشتہ داری اور دوستی کی وجہ سے کسی ایک فریق کی طرف مائل نہ ہو۔

(4) کاتب کا ایسی تحریریں لکھنے کے طریق کار سے اور فریقین کے لیے جو چیز واجب ہے اور جس چیز سے تحریر قابل اعتماد بنتی ہے، ان سب امور سے باخبر ہونا ضروری ہے۔

(5) جب کوئی ایسی تحریر موجود ہو، جس کی کتابت معروف عادل (قابل اعتماد) آدمی کے ہاتھ کی ہو تو اس پر عمل کیا جائے گا اگرچہ لکھنے والا اور گواہ فوت ہو چکے ہوں۔ (تفسیر سعدی:329/1)

(6) ﴿وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ﴾ ''اور کسی لکھنے والے کو لکھنے سے انکار بھی نہیں کرنا چاہئے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے (لکھنا) سکھایا پس لازم ہے کہ وہ لکھے'' جب کاتب سے لکھنے کو کہا جائے تو وہ لکھے جس طرح اسے لکھنا نہیں آتا تھا اللہ تعالیٰ نے اسے سکھایا تو وہ ان کے لیے لکھے جو لکھنا نہیں جانتے۔

(7) ابن جریج اور مجاہد کہتے ہیں کہ کاتب پر واجب ہے کہ وہ لکھے، انکار نہ کرے۔ (تفسیر طبری:162/3)

(8) لکھنے کا حکم اللہ تعالیٰ کی جانب سے فرض ہے۔ اس کا معاوضہ اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔

(9) لکھنے کا کام کاتب کی جانب سے اللہ تعالیٰ کے ہاں نعمت کا شکر ہے۔

(10) کاتب کو چاہئے کہ جو لکھنا نہیں جانتا اس پر صدقہ کرے اور لکھ دے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے: ﴿تُعِينُ صَانِعًا أَوْ تَصْنَعُ لِأَخْرَقَ﴾ ''(یہ بھی صدقہ ہے کہ) تم کسی کام کرنے والے کی مدد کر دو یا جو کام کرنا نہیں جانتا اسے کام کر دو۔''

(بخاری:2518)(المصباح المنیر:570/1)

سوال 4: قرض دار اللہ تعالیٰ سے ڈر کر املا کروائے اور کمی نہ کرے، اس حکم کی وضاحت ﴿وَلْيُمْلِلِ ... شَيْئًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ﴾ ''اور لازم ہے کہ وہ شخص لکھوائے جس کے ذمے حق (قرض) ہے'' اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ قرض دار کاتب کو لکھوائے کہ اس کے ذمے کتنا قرض ہے۔

(2) قرض دار دستاویز میں قرض کا اعتراف، قرض کی مقدار، قرض کی طے شدہ شرائط اور قرض کی مدت لکھوائے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3) قرض دار کے املاء کروانے میں گہری حکمت ہے:

(الف) تحریر لکھوانا قرض دار کی طرف سے قرضے کا اعتراف ہے۔ یہ اقرار زیادہ قوی اور مضبوط ہے۔

(ب) جب قرض دار خود تحریری دستاویز لکھوائے گا تو زیادتی سے بچے گا۔

(ج) قرض دار کمزور پوزیشن میں ہوتا ہے اگر وہ خود تحریر نہ کروائے تو ہوسکتا ہے کہ قرض دینے والے کی مخالفت کی وہ جرأت نہ کر سکے۔ (د) انسان کا اپنے بارے میں اقرار شرعی طور پر معتبر ہے۔

(4) ﴿وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ سے ڈر جائے جو اس کا رب ہے اور اس میں سے کچھ نہ کم کرے'' قرض دار کے لیے رب کی جانب سے نصیحت ہے کہ وہ دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف رکھے، گھٹائے بڑھائے نہیں اور نہ کوئی بات چھپائے۔

(5) اسے (قرض دار کو) حکم ہے کہ پورا حق بیان کرے اس میں سے کچھ نہ چھپائے۔ (تفسیر سعدی: 329/1)

(6) جس کے ذمے حق ہے اس پر حرام ہے کہ وہ ظاہری اچھائی، مقدار یا مدت میں کمی کرے۔

سوال 5: اگر قرض دینے والا تحریر لکھوائے تو کیا زیادتیاں سامنے آسکتی ہیں؟

جواب: (1) وہ قرض کی شرائط میں اضافہ کر سکتا ہے۔ (2) وہ قرض میں اضافہ کر سکتا ہے۔

(3) مدت مقررہ میں کمی بیشی کر سکتا ہے۔

(4) اپنی مصلحت اور مفادات کے تحت کچھ شرائط لکھ سکتا ہے۔

(5) قرض دینے والے کی پوزیشن مضبوط ہوتی ہے اور قرض دار چونکہ ہر صورت میں سودا کرنا چاہتا ہے اپنی سخت ضرورت کی وجہ سے اس صورت میں قرض دینے والے کی جانب سے زیادتی ہوسکتی ہے۔

سوال 6: قرض دار جب خود املاء نہ کروا سکتا ہو تو اس کی جانب سے کون املاء کروائے گا، اس کی وضاحت ﴿فَاِنْ ۔۔۔بِالْعَدْلِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ جب قرض دار نادان ہو یعنی کم سن ہو، کم عقل ہو، ضعیف ہو، گونگا ہو یا بہت بوڑھا ہو یا احمق ہو اور مضمون لکھوانے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو اس کا ولی عدل کے ساتھ لکھوائے۔ فرمایا ﴿فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا﴾ ''پھر جس شخص کے ذمے حق (قرض) ہو اگر وہ نا سمجھ ہو'' قرض دار کی سفاہت سے مراد ہے اپنے معاملات اچھی طرح طے نہ کر سکنا، ان پڑھ اور جاہل ہونا اور اچھے طریقے سے مالی تصرف نہ کر سکنا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)﴿اَوْ ضَعِيْفًا﴾ ''یا کمزور ہو'' قرض دار کے ضعیف ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ عمر میں کم ہو، عقل میں کمزور ہو یا عمر بہت بڑی ہو یا زبان میں لکنت ہو۔

(3)﴿اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ﴾ ''یا خود لکھوانے کی استطاعت نہ رکھتا ہو'' اس سے مراد یہ ہے کہ قرض دار کسی وجہ سے لکھوا نہیں سکتا مثلاً گونگا ہے یا مضمون لکھوانے کی صلاحیت نہیں رکھتا یا صحیح اور غلط کو نہیں جانتا۔

(4)﴿فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ﴾ ''تو اس کے مختار پر لازم ہے کہ انصاف کے ساتھ لکھوائے'' ان تمام صورتوں میں ولی انصاف کے ساتھ قرض کے معاملات لکھوائے گا۔

(5) جو عدل قرض دار پر واجب ہے وہ اس کے سرپرست پر بھی واجب ہے۔ عدل شرط ہے کیونکہ فاسق عدل سے نہیں لکھوا سکتا۔

(6) اس حکم سے مالی معاملات میں سرپرستی کا ثبوت ملتا ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ سرپرست کے ذمے حق واجب نہیں ہوتا بلکہ بچے، کم عقل، مجنون اور کمزور کے ذمے واجب ہوتا ہے۔

سوال 7: قرض کے معاملے پر گواہ بنانے کا جو حکم دیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَاسْتَشْهِدُوْا ... الْاُخْرٰى﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ﴾ ''اور اپنے مردوں میں سے دو آدمیوں کو گواہ بنالو'' اللہ تعالیٰ نے تحریر کے ساتھ دو عادل مردوں کو گواہ بنانے کا حکم دیا۔

(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: دو عادل مردوں کو گواہ بنانے سے مراد ہے فضل اور دین والے۔ (زاد المسیر: 291/1)

(3) اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ لین دین کے معاملات میں گواہ بنانا مشروع ہے۔ یہ مشروعیت مندوب ہے۔

(4) اگر تصرف کرنے والا یتیم کا سرپرست ہو یا کسی وقف کا نگران ہو یا ایسا معاملہ ہو جس کی حفاظت واجب ہو تو حق کو محفوظ رکھنے والی گواہی واجب ہو جائے گی۔ (تفسیر سعدی: 330/1) (5) بالغ غلام کی گواہی بھی مقبول ہے۔

(6) غیر مسلم مرد ہوں یا عورت ان کی گواہی مقبول نہیں کیونکہ گواہی کے لیے عدل (نیک، قابل اعتماد) کی شرط ہے اور غیر مسلم 'عادل' نہیں۔

(7)﴿فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ﴾ ''پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں'' یعنی دو مرد گواہی کے لئے اگر میسر نہ آئیں ﴿فَرَجُلٌ﴾ تو ایک مرد ﴿وَّامْرَاَتٰنِ﴾ اور دو عورتیں۔

(8) ایک مرد کو دو عورتوں کے مقابلے میں رکھا گیا کیونکہ مرد کا حافظہ مضبوط ہوتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(9) یہودی قانون میں گواہی صرف مردوں کی معتبر ہے اور عورت کی شہادت سرے سے قابل تسلیم نہیں، اسلام نے اسے یہ حق تو دیا ہے لیکن ساتھ ہی اپنے علم کامل اور تحقیق مطلق کی بنا پر عورت کی گواہی کا مرتبہ مرد کے مقابلہ میں نصف مانا ہے۔ (تفسیر ماجدی:513/1)

(10) حدیث سے ایک گواہ اور قسم کے ساتھ فیصلہ کرنا ثابت ہے۔ دو عورتیں جب ایک مرد گواہ کے برابر ہیں تو دو عورتوں اور قسم کے ساتھ فیصلہ کرنا جائز ہوگا۔ (فتح القدیر)

(11) اس آیت سے عورت کی گواہی کے بارے میں یہ پتہ چلتا ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے۔

(12) مرد کے بغیر صرف اکیلی عورت کی گواہی جائز نہیں سوائے ان معاملات کے جن کے بارے میں عورت کے علاوہ دوسرے نہیں جان سکتے۔

(13) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ﴾ ''ان لوگوں میں سے جنہیں تم گواہوں میں سے پسند کرتے ہو'' یہ اس بات کی دلیل ہے کہ گواہوں کے لیے یہ لازم ہے کہ وہ عادل ہوں۔ (المصباح المنیر :571/1)

(14) گواہی کے لیے یہ خصوصات ہونی لازمی ہیں: (الف) عدل۔ (ب) افراد معاشرہ میں اس کی گواہی قابل قبول ہو۔ (ج) قرض کے دونوں فریق گواہوں پر راضی ہوں۔

(15) ﴿اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى﴾ ''تاکہ ان دونوں (عورتوں) میں سے ایک بھول جائے تو ان میں سے ایک کو دوسری یاد کرادے'' امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''مطلب یہ ہے کہ نسیان عورتوں کی طبیعتوں پر غالب ہے ان کے مزاج میں ٹھنڈک اور رطوبت کی کثرت کی وجہ سے اور دو عورتوں کا نسیان پر جمع ہونا عقلاً ایک عورت سے نسیان کے صدور سے زیادہ بعید ہے۔ اس لیے دو عورتوں کو ایک مرد کے قائم مقام کیا گیا ہے تاکہ ایک عورت اگر بھول جائے تو دوسری اسے یاد کرادے۔ آیت کا مقصود یہی ہے۔'' (تفسیر کبیر:113/7)

(16) علامہ جمال الدین قاسمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''جب ایک مرد کے مقابلے میں دو عورتوں کی گواہی کو ضروری قرار دے دیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی علت یہ بیان فرمائی کہ ان عورتوں میں ضبط کی کمی ہے۔ (اور عورت کے بھولنے کا امکان ہے) اس لیے فرمایا کہ اگر ایک بھول جائے تو دوسری یاد کرادے۔'' (تفسیر قاسمی:382)

(17) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ گواہی دینے کے لئے عدالت میں آئیں۔ قاضی نے ان سے گواہی لینے کے بعد دوسری عورت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے کہا کہ اب تم بتاؤ تو انہوں نے کہا رک جایئے۔ قرآن یہ کہتا ہے کہ ایک بھولے تو دوسری یاد دلائے۔ جب میں بھولی ہی نہیں تو دوسری کیوں یاد دلائے۔ اسی سے پتہ لگتا ہے استثناء کی صورت حال ہو سکتی ہے۔ (اسوۂ رسول ﷺ اور عورت کے بارے میں غلط فہمیاں)

(18) عورت کو معاہدوں کا زیادہ تجربہ نہیں ہوتا اس لیے اس بات کا امکان ہوتا ہے کہ معاہدے کے حالات اور شرائط اس کے ذہن میں پوری طرح نہ بیٹھیں اور گواہی اچھی طرح نہ دے سکے۔

(19) عورت دباؤ قبول کرتی ہے، زیادہ حساس اور زیادہ جذباتی ہوتی ہے اس لیے بھولتی ہے۔

سوال 8: اسلام نے عورت پر گواہی کی ذمہ داری کیوں نہیں ڈالی؟

جواب: (1) عورت مرد کے مقابلے میں زود رنج، زود مشتعل اور جلد بازی میں جذباتی فیصلہ کرنے والی ہے، نیز عقل اور دور اندیشی میں کمزور ہے۔ علمائے نفسیات وطبیعات بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ علامہ فرید وجدی لکھتے ہیں: ''عورت کی جسمانی ساخت بچوں کی جسمانی ترکیب سے قریب تر ہوتی ہے، اس لیے عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ وہ بچوں ہی کی طرح جلد متاثر اور منفعل ہو جاتی ہے۔ فرحت وکلفت، خوف ومسرت کے احساسات جلد ہی اس پر طاری ہو جاتے ہیں اور چونکہ اس میں عقلیت اور غور وفکر کی قوت کو زیادہ دخل نہیں ہوتا اس لیے جلد ہی یہ تاثرات اس سے زائل بھی ہو جاتے ہیں اور اکثر دیر پا ثابت نہیں ہوتے۔ اس بنا پر عورت متلون اور غیر مستقل مزاج ہوتی ہے'' اور اشترا کی فلسفی کے حوالے سے وہ لکھتے ہیں: ''عورت کا وجدان مرد کے وجدان سے کمزور ہوتا ہے حتیٰ کہ اس کی عقل مرد کی عقل سے کم ہوتی ہے اس کے اخلاقی پیمانے بھی مرد سے مختلف ہوتے ہیں۔ اس لیے بالکل ضروری نہیں کہ جس کو وہ اچھا یا برا بتائے واقعی وہ اچھا یا برا ہو۔''

(دائرۃ المعارف (عربی) فرید وجدی 8/596 بحوالہ ''معاشرتی مسائل دین فطرت کی روشنی میں'' مؤلف مولانا برہان الدین)

(2) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اے عورتوں کے گروہ! صدقہ کرتی رہا کرو اور کثرت سے استغفار کرتی رہا کرو کیونکہ میں نے دوزخ والوں میں سے زیادہ تر عورتوں کو دیکھا ہے۔'' ان عورتوں میں سے ایک عقل مند عورت نے عرض کیا کہ ہمارے کثرت سے دوزخ میں جانے کی وجہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم لعنت بہت کثرت سے کرتی ہو اور اپنے خاوند کی ناشکری کرتی ہو۔ میں نے تم عورتوں سے بڑھ کر عقل اور دین میں کمزور اور سمجھ دار مردوں کی عقلوں پر غالب آنے والی نہیں دیکھیں'' اس عقل مند عورت نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! عقل اور دین کا نقصان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''عقل کی کمی تو یہ ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے اور دین کی کمی یہ ہے کہ ماہواری کے دنوں میں نہ تم نماز پڑھ سکتی ہو اور نہ ہی روزہ رکھ سکتی ہو۔'' (صحیح مسلم: 241)

(3) اسلامی معاشرے میں معاشی جدوجہد کی ذمہ داری عورت پر نہیں ہے اور عام طور پر خواتین حصول معاش میں مصروف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہوتیں۔اسلامی معاشرے میں عورت کی ذمہ داریوں کی نوعیت مختلف ہے،اس لیے گواہی کا کام مردوں کے سپرد کیا گیا۔

(4)اسلامی معاشرے میں عورت کی ذمہ داری انسانیت کے سب سے بڑے سرمائے یعنی بچوں کی تربیت اور پرورش کرنا ہے۔بچے مستقبل کے نمائندے ہوتے ہیں۔

سوال9: گواہی دینا حق ہے یا ذمہ داری؟

جواب:(1)اسلام نے عورت پر گواہی کی ذمہ داری نہیں ڈالی کیونکہ گواہی دینا نہایت اہمیت کی حامل ذمہ داری ہے۔اسی لئے گواہ کا عاقل و بالغ ہونا، عادل ہونا اور لوگوں کے درمیان قابل اعتبار ہونا اس کی لازمی شرائط میں سے ہے۔ذمہ داریوں کی تقسیم ہمیشہ دائرہ کار کے اعتبار سے ہوتی ہے اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ کہیں تو اکیلی عورت کی گواہی بھی معتبر ہے اور کہیں دو عورتوں کی گواہی ناگزیر قرار دی گئی۔

(2)وہ معاملات جو عورتوں سے متعلق ہیں مثلاً ولادت، بکارت یعنی کنوارہ پن، بالغ یا نابالغ، لیڈی ڈاکٹر کی شہادت پر رخصت، بچہ زندہ پیدا ہوا یا مردہ، حمل کی مدت کا تعین، زندہ پیدا ہونے والے کی صورت میں نماز جنازہ وغیرہ جیسے معاملات میں تنہا عورت کی گواہی قابل قبول ہے۔فتح القدیر اور تفسیر روح المعانی میں اسی کی وضاحت کی گئی ہے۔امام زہری کہتے ہیں: سنت یہ رہی ہے کہ تنہا عورتوں کی گواہی ان معاملات میں جائز ہے جن سے عورتوں کے ماسوا کوئی واقف نہیں ہوتا یعنی پیدائش اور ان کے عیوب۔ان معاملات میں مرد کی گواہی کی تائید کی ضرورت نہیں۔حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ایسے معاملات میں جن پر مرد مطلع نہیں ہو پاتے، تنہا عورتوں کی گواہی کے قبول کرنے پر سب کا اتفاق ہے جس طرح حیض، ولادت اور استحاضہ عورتوں کے عیوب ہیں۔(فتح الباری:328/5)

(3)قرض کا لین دین، کاروبار اور خرید و فروخت کے معاملات وغیرہ معاشی امور مرد کی ذمہ داریوں سے متعلق ہیں۔اس بارے میں اسلام کا مؤقف یہ ہے کہ اپنے مردوں میں سے دو آدمیوں کو گواہ بنالیا کرو اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں تاکہ ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلا دے۔سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا عورت کی گواہی مرد کی گواہی کے آدھے کے برابر نہیں ہے؟" ہم نے عرض کیا: کیوں نہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہی تو ان کی عقل کا نقصان ہے۔" (صحیح بخاری:2658)

(4)نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "عورت کی گواہی مرد کے مقابلے میں آدھی ہے۔" (صحیح بخاری: کتاب الحیض)

(5)حدود و قصاص سے متعلق معاملات مثلاً قتل، زنا، چوری، تہمت تراشی، ڈکیتی وغیرہ کے لئے عینی گواہ چاہئیں۔اس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لئے اسلامی مؤقف یہ ہے اگر دو مرد نہ ہوں تو دو عورتوں کا متبادل انتظام کیا جائے۔لیکن دو مرد موجود ہیں تو عورت کو زحمت دینے کی ضرورت نہیں۔حقیقت یہ ہے کہ عورت کا اصل دائرہ کار گھر ہے۔عورت پڑھی لکھی بھی ہو، کچہری جانے سے گھبراتی ہے۔چلی جائے تو جرح میں بسا اوقات بھول جاتی ہے یا غلط بات کہہ بیٹھتی ہے اور پھر حیض، نفاس، حمل، زچگی، رضاعت وغیرہ کے معاملات میں جو اس کی ذمہ داریاں ہیں اس کے اندر چڑچڑاپن اور جذباتی پن پیدا کر دیتی ہیں جب کہ گواہی کے لئے سوچ بچار اور ٹھنڈے دل و دماغ سے حقائق کو بلا کم و کاست بیان کرنا ضروری ہوتا ہے۔عورت کی فطری ذمہ داریاں اس کے اندر جذباتی تلاطم پیدا کرتی رہتی ہیں جس کی وجہ سے گواہی کا عمل متاثر ہوتا ہے۔

(6) روایت حدیث کے حوالے سے تمام علماء اور فقہاء نے عورت کی گواہی پر اعتماد کیا ہے۔بعض احادیث کی سندوں میں کئی کئی خواتین موجود ہیں۔امام بخاری، امام مسلم اور امام ترمذی نے یہ روایات قبول کی ہیں جو عورت پر اعتماد کی دلیل ہیں۔پھر حدیث کی روایت کو قبول یا رد کرنے کے معاملے میں عورتوں کی حدیث کے راویوں پر جرح کو قبول کیا ہے اور اس پر کسی راوی سے حدیث کی روایت کو قبول کرنے یا رد کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

(7) عورت کی آدھی گواہی عین انصاف ہے۔عورت اور مرد کا مزاج، فطرت اور دائرہ کار الگ الگ ہیں۔عورت اپنے دائرہ کار کے اندر ہونے والے واقعات کا تو جزئیات سے مشاہدہ کر سکتی ہے لیکن جو معاملات مرد کے دائرہ کار سے متعلق ہیں یعنی گھر کے باہر کے معاملات اس میں اس کی عدم دلچسپی کی وجہ سے جزوی معاملات کو درست انداز میں نہ تو حافظے میں محفوظ رکھ سکتی ہے نہ اسے صحیح انداز میں بیان کر سکتی ہے۔ایک ماہر نفسیات ڈاکٹر ہارڈنگ اپنی کتاب The Way of All Women میں یہ وضاحت کرتا ہے کہ عورت تفصیلی جزئیات یاد نہیں رکھ سکتی اور یاد رکھ لے تو صحت کے ساتھ بیان نہیں کر سکتی۔قرآن حکیم اس بارے میں کہتا ہے: ﴿وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِينٍ﴾ ''اور جو جھگڑے میں بات واضح کرنے والی نہیں ہے۔'' (الزخرف:18) عورت کی اس کمزوری کی وجہ سے عدالت میں گواہی خراب ہوتی ہے۔اسی سے دو عورتوں کی شہادت کی حکمت پتہ چلتی ہے۔عورت کے مزاج، اس کی طبیعت اور اس کے فطری کاموں کے حوالے سے اس کو گواہی جیسی اہم ذمہ داری سے عہدہ برآ کرنے کا یہ اسلامی مؤقف انصاف ہے کہ اپنے معاملات میں گواہی دے لو۔پوری گواہی ہے۔مرد نہ ملیں تو دوسرے معاملات میں بھی گواہی دے سکتی ہے۔اجازت ہے لیکن بوجھ نہیں ڈالا گیا۔ (اسوۂ رسول اور عورت کے بارے میں غلط فہمیاں) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: مردوں کی نسبت عورتوں کا کمزور ہونا ایسے عام مشاہدے کی بات ہے جو کسی خاص دلیل کی محتاج نہیں۔(فتح الباری، الجنائز:3/233)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 10: گواہوں کو بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں، اس حکم کی وضاحت ﴿وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا﴾ ''اور گواہ انکار نہ کریں جب بھی انہیں گواہی کے لیے بلایا جائے'' اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ گواہوں کو جب گواہی کے لیے بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں، گواہی کو قبول کریں۔

(2) اللہ تعالیٰ کی طرف سے گواہ کے لیے یہ پابندیاں عائد کی گئی ہیں: (i) گواہی دینا فریضہ ہے۔ اس کا مقصد حق کو واضح کرنا اور عدل کو قائم کرنا ہے، اس لیے گواہ دل کی خوشی اور شعور کی آمادگی کے ساتھ گواہی دیں۔

(ii) گواہ نقصان کا احساس کیے بغیر بلا ہچکچاہٹ گواہی دیں۔

(iii) مقدمے کے فریقین میں سے کسی پر احسان نہ کریں چاہے وہ ایک فریق کی طرف سے بلائے جائیں یا دونوں کی طرف سے۔

(3) سیدنا زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں بہترین گواہوں کی خبر نہ دوں؟ یہ وہ ہیں جو گواہی کے طلب کرنے سے پہلے ہی گواہی دے دیں۔'' (صحیح مسلم: 4494)

سوال 11: قرض چھوٹے ہوں یا بڑے ضرور لکھے جائیں، اس حکم کی وضاحت ﴿وَلَا ... اَجَلِهٖ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تَسْـَٔمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ﴾ ''اور تم اس سے نہ اکتاؤ کہ تم اسے لکھو، معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا اس کی مقررہ مدت تک'' اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ قرض خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے سب لکھنے چاہئیں۔ قرض کی مدت، اس کی شرائط اور قیود لکھنا ضروری ہے۔ ﴿وَلَا تَسْـَٔمُوْٓا﴾ ''اور تم اس سے نہ اکتاؤ'' کیونکہ اکتاہٹ کا اظہار کرنے سے اللہ تعالیٰ نے روک دیا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ کا حکم انصاف پر مبنی ہے اس لیے لکھنے کی تاکید ہے کیونکہ تحریر سے گواہی مضبوط ہو جاتی ہے، انصاف کے تقاضے پورے ہوتے ہیں اور گواہی درست رہتی ہے۔

(3) گواہ کے فوت ہونے یا غائب ہونے کی صورت میں تحریر کام آتی ہے اور دونوں فریق شک و شبہ سے محفوظ رہتے ہیں۔

(4) انسان جب یہ محسوس کرتا ہے کہ کسی کام کے لیے کی جانے والی محنت اس کی قدر و قیمت سے زیادہ ہے تو اس وقت انسان وہ کام کرنے سے کتراتا ہے اور اکتاہٹ کا اظہار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اکتاہٹ سے بچانے کے لیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تحریر کے فوائد اور حکمتیں واضح کی ہیں تا کہ چھوٹے بڑے قرض کے معاملے میں دل کی خوشی اور آمادگی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق انسان تحریر کا اہتمام کرے۔

سوال 12: قرض کی دستاویز بنوانے اور گواہ مقرر کرنے میں کیا حکمت ہے، اس کی وضاحت ﴿ذٰلِكُمْ ... تَرْتَابُوْٓا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) آیت کا یہ حصہ قرض کی دستاویز بنوانے اور گواہ مقرر کرنے کی حکمت واضح کرتا ہے۔ فرمایا گیا: ﴿ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ''یہ کام اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ انصاف والا ہے'' قرض کی دستاویز بنوانا زیادہ انصاف والا معاملہ ہے کیونکہ کسی معاملے میں زبانی گواہی کے مقابلے میں تحریری گواہی کے ساتھ انصاف زیادہ سہولت سے کیا جا سکتا ہے۔

(2) ﴿وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ﴾ ''اور گواہی کو زیادہ قائم رکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ کا لکھنے کا حکم زیادہ انصاف پر مبنی ہے جو گواہی کو مضبوط کر دیتا ہے۔ تحریری شہادت سے گواہی مضبوط ہو جاتی ہے، بھولی ہوئی بات یاد آ جاتی ہے اور شک جاتا رہتا ہے کیونکہ تحریر موجود ہے۔ گواہ کی وفات ہو سکتی ہے، وہ بھول سکتا ہے، وہ غائب ہو سکتا ہے جب کہ تحریری شہادت موجود ہونے کی وجہ سے جھگڑے سے بچا جا سکتا ہے۔

(3) ﴿وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا﴾ ''اور زیادہ قریب ہے کہ تم شک میں نہ پڑو'' قرض کے معاملے میں انسان کو شک لاحق ہو سکتے ہیں کبھی معاہدے میں شامل بیانات پر دل کے اندر شک ابھرتے ہیں۔ دوسرے لوگوں کے دلوں میں شکوک آ جاتے ہیں۔ کسی بھی معاملے میں شک ہو سکتا ہے۔

(4) اس سے یہ مسئلہ بھی نکلتا ہے کہ جسے گواہی میں شک ہو جائے اسے گواہی دینے سے پرہیز کرنا چاہئے۔ اس کے لیے یقین ضروری ہے۔ (تفسیر سعدی: 331/1)

(5) زبانی گواہی کا دارومدار حافظے پر ہوتا ہے اور تحریری گواہی میں چونکہ موقع پر فریقین کی رضامندی پر گواہوں کی تصدیق کا ریکارڈ ہوتا ہے اس لیے شک کی گنجائش کم ہو جاتی ہے۔

سوال 13: اللہ تعالیٰ نے قرض کے معاملے میں جو قانون سازی کی ہے نہایت حکیمانہ ہے کیسے، وضاحت کریں؟

جواب: اس کے مقاصد بہت گہرے ہیں۔ (1) معاملات کے اندر صحت رہے۔

(2) معاملات پر یقین قائم ہو جائے۔ (3) معاملات پر اطمینان اور اعتبار قائم ہو جائے۔

(4) اس کے مقاصد بہت عملی ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 14: معاملہ نقد ہو تو لکھنے کی ضرورت نہیں لیکن گواہ بنا لیے جائیں، اس حکم کی وضاحت ﴿اِلَّا ... تَبَايَعْتُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا﴾ ''مگر یہ کہ تجارت نقد ہو جس کا لین دین کرتے ہو تو تم پر کوئی گناہ نہ ہوگا کہ تم اس کو نہ لکھو'' معاملہ اگر نقد ہو تو اسے لکھنے کی ضرورت نہیں یعنی نہ لکھنے کی اجازت ہے۔

(2) ﴿وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ﴾ ''اور جب تم آپس میں سودا کرو تو گواہ بنا لیا کرو'' نقد لین دین میں تحریر نہ کرنا تو جائز ہے تاہم اس میں گواہ بنانا مشروع ہے۔ (تفسیر سعدی: 331/1)

(3) اس سے مراد ہے کہ جب تم میں سے کوئی ایک کوئی گھر یا باغ یا جانور خریدے تو اس تجارت پر گواہ کر لیا کرے۔ (ایسر التفاسیر: 151)

(4) اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ جب آپ تجارت کرو تو اس پر گواہ کر لیا کرو خواہ معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ (جامع البیان: 314/1)

(5) یہ حکم منسوخ ہے اور اس کا ناسخ یہ ہے۔ ﴿فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ﴾ ''پھر اگر تم میں سے کوئی کسی پر اعتبار کرے تو جس پر اعتماد کیا گیا اُس پر لازم ہے کہ وہ اس کی امانت ادا کرے'' (البقرہ: 283) یا یہ حکم استحباب پر محمول ہے وجوب پر نہیں۔ (المصباح المنیر: 572/1)

(6) روزمرہ کے تجارتی لین دین کے لیے قانون میں رخصت ہے کیونکہ ہر کام میں تحریر کو لازم کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تجارتی اور کاروباری سرگرمیوں میں رکاوٹیں پیدا ہو جائیں اس لیے کہ روزمرہ کی تجارتی سرگرمیاں تیزی سے ہوتی ہیں اور مختصر وقت میں ہوتی ہیں۔ اسلام قانون زندگی کی بہتری کے لیے بناتا ہے۔ وہ انسانی زندگی کے تمام حالات کے مطابق قانون بناتا ہے۔ یہ قانون عملی ہے اس میں کوئی پیچیدگی نہیں، اس کی وجہ سے زندگی کے کاموں کی رفتار میں کمی نہیں آتی۔

سوال 15: ﴿وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ﴾ ''اور کسی کاتب کو اور کسی گواہ کو نقصان نہ پہنچایا جائے'' اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ کسی کاتب اور گواہ کو نقصان نہ پہنچایا جائے۔ اس سے جھوٹی بات نہ لکھوائی جائے۔ گواہ کو جھوٹی گواہی کے لیے مجبور نہ کیا جائے۔

(2) گواہ کو نقصان پہنچانے سے مراد ہے کہ انہیں دور کے علاقے سے بلوایا جائے جس سے ان کی تجارت اور مصروفیات میں حرج ہو یا گواہ کو جھوٹی گواہی پر مجبور کیا جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3) کاتب اور گواہ کو مکمل تحفظ اسلامی ریاست کی جانب سے حاصل ہوتا ہے۔

(4) اس کے معنی یہ ہیں کہ کاتب اور گواہ نقصان نہ کریں کہ کاتب کو جو لکھوا دیا جائے اس کے خلاف لکھ دے اور گواہ جو سنے اس کے خلاف گواہی دے یا اسے بالکل چھپا لے۔ یہ امام حسن اور قتادہ کا قول ہے۔ (تفسیر طبری: 3/182، 183)

سوال 16: ﴿وَاِنْ ... بِكُمْ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ﴾ ''اور اگر تم ایسا کرو گے تو یقیناً وہ تمہاری بڑی نافرمانی ہو گی'' یعنی اگر تم نے اس کی مخالفت کی جس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے اور وہ کام کیا جس سے تمہیں منع کیا گیا ہے تو یہ تمہارے لیے گناہ کی بات ہے کہ تم اس سے بچ نہ سکو گے۔ (المصباح المنیر: 1/573)

(2) فسق کسی بھی انسان میں کم یا زیادہ موجود ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم فاسق ہو بلکہ یہ فرمایا کہ تمہارے اندر نافرمانی ہے۔

(3) اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ گواہ کا عادل یا فاسق ہونا معلوم نہ ہو تو اس کی گواہی بھی قبول نہیں حتیٰ کہ اس کے نیک ہونے کی تصدیق ہو جائے۔ (تفسیر سعدی: 1/332)

(4) ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ'' اللہ تعالیٰ سے اس کے احکامات کے بارے میں ڈر جاؤ۔ اس کے اوامر کو پورا کرو اور اس کے نواہی سے اجتناب کرو۔

(5) اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کرو اور اس کے عذاب کے خوف سے اس کی نافرمانی سے بچو۔

(6) ﴿وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ تمہیں تعلیم دیتا ہے'' اللہ تعالیٰ نے تمہیں تعلیم دی ہے، تمہارے لیے واضح کیا ہے اس لیے اس کے حکم پر عمل کرو۔

(7) ﴿وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے یعنی ہر چیز کی حقیقت، اس کی مصلحت اور اس کا انجام سب اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے، اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں بلکہ اس کے علم کے دائرے میں تمام کائنات بند ہے۔ (السراج المنیر: 1/193)

(8) اللہ تعالیٰ نے قانون کی اطاعت کے لیے احساس دلایا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی تعلیم ہے، اس کا فضل ہے اس لیے اس پر بھروسہ رکھو کہ وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ ہی ایسا قانون دے سکتا ہے جو سب کے لیے مفید ہو۔

سوال 17: اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنے علیم ہونے کا شعور کس مقصد کے تحت دلایا ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے اپنے علیم ہونے کا شعور دلا کر مومن کے ضمیر کو جگایا ہے۔

(2)اللہ تعالیٰ نے قرض کے معاملے میں دی جانے والی ہدایات کو قبول کرنے کے لیے یہ شعور دلایا ہے کہ قانون تمہیں ایک علیم ہستی کی طرف سے سکھائے جارہے ہیں اس لیے ان کو قبول کرلو۔

(3)اللہ تعالیٰ نے اپنا خوف پیدا کرنے کے لیے اپنے علیم ہونے کا شعور دلایا ہے تاکہ اس خوف کی وجہ سے اس کی ہدایت قبول کرلیں۔

سوال18: معاملات،فرائض اور ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لیے اللہ تعالیٰ ذہنی طور پر کیسے تیار کرتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ معاملات،فرائض اور ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لیے ذہنی طور پر تیار کرنے کے لیے یہ شعور دلاتے ہیں کہ:(1)اللہ تعالیٰ ہی معاملہ کرنے والوں کا رب ہے۔(2)وہی تو ہے جو دونوں کا نگہبان ہے۔

(3)وہی اصل حاکم ہے۔(4)اللہ تعالیٰ ہی مربی ہے۔(5)وہی سربراہ ہے۔(6)وہی قاضی ہے۔

(7)اپنے رب سے ڈر کر اپنے فرائض انجام دیں۔

﴿وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ۭ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ

”اور اگر تم سفر میں ہو اور کوئی لکھنے والا نہ پاؤ تو قبضے میں دیا گیا رہن لازم ہے پھر اگر تم میں سے کوئی کسی پر

بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ۭ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۭ

اعتبار کرے تو جس پر اعتماد کیا گیا اس پر لازم ہے کہ وہ اس کی امانت ادا کرے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور گواہی کو نہ چھپاؤ

وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ﴾ ع 39/2/7

اور جو اس کو چھپائے گا تو یقیناً اس کا دل گناہ گار ہے،اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب جاننے والا ہے“(283)

سوال1: رہن کے حکم کی وضاحت ﴿وَاِنْ ... مَّقْبُوْضَةٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ﴾”اور اگر تم سفر میں ہو اور کوئی لکھنے والا نہ پاؤ تو قبضے میں دیا گیا رہن لازم ہے“یعنی اگر تم سفر میں ہو اور تمہیں کاتب نہ ملے جو ایسی تحریر لکھ دے جس سے بات قابل اعتماد ہو جائے تو قرض دینے والے کے پاس کوئی چیز گروی رکھ کر اس کے قبضے میں دے دو۔

(2)رہن قبضے میں رکھ لیا کرو۔قرض دینے والا اسے قبضے میں رکھے گا۔یہ اس کے پاس ضمانت ہے کہ قرض واپس مل جائے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گا۔رہن کے ساتھ قبضے کی شرط ہے۔بلاقبضہ کوئی رہن نہیں۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے ایک یہودی سے کچھ غلہ ایک مدت مقرر کر کے ادھار خریدا اور اپنی لوہے کی ایک زرع اس کے پاس گروی رکھی۔(بخاری:2068)

(3)اگر رہن رکھی ہوئی چیز پر قرض دینے والے کا قبضہ نہ ہو تو ضمانت نہیں ملتی۔

(4)اگر رہن رکھی ہوئی چیز کی مقدار کے بارے میں اختلاف ہو جائے تو رہن رکھ کر قرض دینے والے کے قول کو قبول کیا جائے گا۔اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے رہن کو تحریر کے قائم مقام بنایا ہے۔

(5)رہن بالقبض Mortgage کا مقصد یہ ہے کہ قرض دینے والے کو اپنے قرض کی واپسی کا اطمینان ہو جائے۔

(6)رہن کا مقصد اعتماد اور اعتبار ہے۔اس لیے سفر اور حضر دونوں میں جائز ہے۔اس آیت میں سفر کا ذکر اس لیے ہے کہ سفر میں ہو سکتا ہے کہ کاتب نہ ملے۔(7)رہن رکھنے کا حکم اس موقع کے لیے ہے جب قرض دینے والے کو تسلی نہ ہو۔

سوال2:رہن رکھی ہوئی چیز کا کیا حکم ہے؟

جواب:رہن رکھی ہوئی چیز سے قرض خواہ کو خود فائدہ اٹھانے کا حق نہیں۔رہن لیے ہوئے گھر میں خود رہنا یا اسے کرائے پر دینا سود کھانا ہے۔اگر جانور رہن ہے تو فائدہ اٹھا سکتے ہیں کیونکہ وہ چارے کا معاوضہ ہوگا۔

سوال3:قرض دینے والا قرض لینے والے کو امانت دار سمجھتا ہو تو ایسی صورت میں کیا حکم ہے،اس کی وضاحت ﴿فَاِنْ ... رَبَّهٗ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ﴾ ''پھر اگر تم میں سے کوئی کسی پر اعتبار کرے تو جس پر اعتماد کیا گیا اس پر لازم ہے کہ وہ اس کی امانت ادا کرے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے جو اس کا رب ہے'' اگر کوئی کسی کو امانت دار سمجھتا ہو اور اس کی امانت کا اعتبار ہو تو کتابت نہ کروانے اور گواہ نہ بنانے میں کوئی حرج نہیں۔جس پر اعتماد کیا گیا ہو اسے اللہ تعالیٰ سے ڈر کر پوری امانت ادا کرنی چاہیے۔

(2)قرض دینے والے کو اگر تسلی ہو تو وہ بغیر رہن کے معاملہ کر سکتا ہے،یعنی اگر تمہیں اعتبار ہے تو جس پر اعتبار ہے،امانت ادا کرے۔(3)قرض لینے والے کو پورا قرض ادا کرنا چاہیے۔

(4)''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے جو اس کا رب ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنے رب ہونے کا شعور دلا کر اپنی ذات سے ڈرایا ہے تاکہ قرض لینے والا احسن طریقے سے قرض ادا کر دے اور نیکی کا احسن بدلہ دے۔

(5)رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''ہاتھ نے جو کچھ لیا ہے وہ اس کے ذمے واجب ہے حتیٰ کہ اسے ادا کر دے۔''(مسند احمد:13/5)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6)ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جس نے تمہارے پاس امانت رکھی اسے امانت (جب وہ مانگے) لوٹا دو اور جس نے تمہارے ساتھ خیانت (دھوکے بازی) کی ہو تو تم اس کے ساتھ خیانت نہ کرو۔''(ابوداؤد:3535)

سوال4: شہادت نہ چھپائی جائے، اس حکم کی وضاحت ﴿وَلَا ... عَلِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ﴾''اور گواہی کو نہ چھپاؤ''شہادت نہ چھپاؤ یعنی امانت میں خیانت نہ کرو۔ گواہی چھپانا کبیرہ گناہ ہے۔اس پر قرآن وحدیث میں سخت وعید آئی ہے۔

(2)سیدنا انس رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''کیا میں تم کو سب سے بڑے گناہ نہ بتادوں، شرک اور والدین کی نافرمانی''نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تکیہ کا سہارا لگائے ہوئے تھے اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا:''سن لو اور جھوٹ بولنا، سن لو اور جھوٹی شہادت دینا''، نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان الفاظ کو بار بار فرماتے رہے یہاں تک کہ ہم نے (دل میں) کہا کہ کاش! نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو جاتے۔ (تفسیر مظہری:93/2)(بخاری:5976)

(3)﴿وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ﴾''اور جو اس کو چھپائے گا تو یقیناً اس کا دل گناہ گار ہے''گواہی چھپانے سے اس لیے روکا گیا کہ گواہی چھپانے والے کا دل گناہ گار ہوتا ہے۔

(4)اللہ تعالیٰ نے یہاں دل کے گناہ گار ہونے کا خصوصی ذکر اس لیے کیا ہے کہ''کتمان''گواہی کو چھپانا دل کا فعل ہے اور دل تمام اعضاء کا سردار ہے باقی اعضاء اسی کے مطابق کام کرتے ہیں۔دل درست رہے تو سارا جسم درست رہتا ہے اور اگر یہ خراب ہو جائے تو سارا جسم فساد کا شکار ہو جاتا ہے۔

(5)سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''سن لو! بدن میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے، جب وہ درست ہوگا تو سارا بدن درست ہوگا اور جہاں وہ بگڑا، سارا بدن بگڑ گیا۔سب لو! وہ ٹکڑا آدمی کا دل ہے۔''(بخاری:52)

(6)رب العزت کا فرمان ہے:﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰۤى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَ اِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا﴾''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! انصاف پر پوری طرح قائم رہنے والے اور اللہ تعالیٰ کے لئے گواہی دینے والے بنو، اگرچہ تمہاری اپنی جانوں کے یا والدین کے اور رشتے داروں کے خلاف ہو، اگر کوئی مال دار ہے یا فقیر، تو اللہ تعالیٰ ان دونوں سے زیادہ حق دار ہے، چنانچہ خواہشِ نفس کی اتباع نہ کرو کہ تم عدل کرو اور اگر تم زبان کو پیچ دو یا پہلو تہی کرو تو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے جو تم عمل کرتے ہو اس سے پوری طرح باخبر ہے۔''(النساء:135)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(7) صحیح گواہی دینے کی بڑی فضیلت ہے۔نبی ﷺ نے فرمایا: ''سب سے بہتر وہ گواہ ہے جو گواہی طلب کرنے سے پہلے ہی خود گواہی کے لئے پیش ہو جائے۔'' (صحیح مسلم، کتاب الاقضیہ)

(8) ﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ﴾ ''اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے دل کی گناہ گاری کو دور کرنے کے لیے اپنے علیم ہونے کا شعور دلایا ہے کہ وہ تمہارے دلوں کے حال کو جانتا ہے۔اگر دل گواہی چھپائے گا تو کسی اور کے علم میں تو نہیں آسکتی لیکن یہ بات اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور اللہ تعالیٰ سخت حساب لینے والا ہے لہٰذا اپنے ہر عمل کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ۔

(9) ﴿وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ﴾ ''اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو خوب جاننے والا ہے'' یہ کہہ کر توجہ دلائی گئی ہے کہ اپنے معاملات کی اصلاح کر لو۔اللہ تعالیٰ اپنے علم کے مطابق چھپے ہوئے دل کے حالات پر بھی جزا و سزا دے سکتا ہے۔

﴿لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ

''جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ کا ہے اور جو تمہارے دلوں میں ہے اگر تم وہ ظاہر کرو یا اسے چھپاؤ،

يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ۭ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ

اللہ تعالیٰ تم سے اس کا حساب لے گا، پھر وہ جس کو چاہے گا بخش دے گا اور جس کو چاہے گا عذاب دے گا اور اللہ تعالیٰ

عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾

ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' (284)

سوال 1: زمین و آسمان میں جو کچھ ہے سب اللہ تعالیٰ کا ہے، اس حقیقت کی وضاحت ﴿لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ ''جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ کا ہے'' اسی نے تخلیق کیا اور اسی کی ملکیت ہے۔(تفسیر بیضاوی:1/583) (2) ہر چیز اس کے قانون کی پابند ہے۔آسمانوں اور زمین کی ہر چھوٹی بڑی، کثیر اور قلیل چیز کا وہی مالک ہے اور انسان ہر وقت اپنے مالک کی نظر میں ہے اس کا ہر چھوٹا بڑا کام اس کے اندر ہو یا باہر اس کی نگرانی میں ہے۔(جامع البیان:3/153) (3) ہر چیز کی تدبیر وہی کرتا ہے، اس کو گھمانے پھرانے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

استعمال کے اختیارات اسی کے ہیں، اس سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں، کیونکہ وہ ہر چیز کا مدبر، مالک اور منتظم ہے۔ انسان کو بھی کائنات کی طرح پابند زندگی گزارنی ہے لیکن اپنے اختیار سے کیونکہ مالک نے ہر پوشیدہ اور ظاہری عمل کا حساب لینا ہے۔

(4) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''آپ کہہ دو جو تمہارے سینوں میں ہے، تم اسے چھپاؤ یا اسے ظاہر کرو اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے اور جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اللہ تعالیٰ اس کو بھی جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔'' (آل عمران:29)

سوال 2: کیا دل میں چھپائے ہوئے خیالات کا بھی محاسبہ ہوگا، اس کی وضاحت ﴿وَاِنْ ... قَدِيْرٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ﴾ ''اور جو تمہارے دلوں میں ہے اگر تم وہ ظاہر کرو یا اسے چھپاؤ، اللہ تعالیٰ تم سے اس کا حساب لے گا'' اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو تخلیق کیا، وہی رزق دیتا ہے۔ ہر طرح کے انتظامات وہی کرتا ہے، سب اس کی ملکیت میں ہیں، اس کے غلام ہیں۔ سب اپنی ذات کے لیے نہ نفع کا اختیار رکھتے ہیں نہ نقصان کا، نہ موت کا، نہ زندگی کا، نہ موت کے بعد جی اٹھنے کا۔ اللہ تعالیٰ سب کا رب ہے وہ اپنی حکمت سے جیسے چاہتا ہے تصرف کرتا ہے۔ اس نے کچھ کام کرنے کا حکم دیا، کچھ سے روکا ہے اس لیے وہ پوشیدہ اور ظاہر سب کا حساب لے گا۔

(2) مجاہد نے کہا: یقین اور شک میں سے ظاہر کرو یا اسے چھپاؤ، اللہ تعالیٰ تم سے اس کا حساب لے گا۔ (الدر المنثور:1/663)

(3) جو چیز بھی دل میں قرار پکڑے اور اعمال سے ظاہر ہو مثلاً کینہ، حسد وغیرہ، اللہ تعالیٰ تم سے اس کا حساب لے گا۔ اس کا فرمان ہے: ﴿يَعْلَمُ خَاۗىِٕنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ﴾ ''اللہ تعالیٰ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور اسے جو سینے چھپاتے ہیں۔'' (غافر:19)

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آیت اتری: ﴿لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ۭ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (البقرۃ284) یعنی ''جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ کا ہے اور جو تمہارے دلوں میں ہے اگر تم وہ ظاہر کرو یا اسے چھپاؤ، اللہ تعالیٰ تم سے اس کا حساب لے گا، پھر وہ جس کو چاہے گا بخش دے گا اور جس کو چاہے گا عذاب دے گا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' تو

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم پر گراں گزری اور وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، پھر گھٹنوں پر بیٹھ گئے اور کہنے لگے: یارسول اللہ! ہم کو ان کاموں کے کرنے کا حکم ہوا جن کی ہمیں طاقت ہے جیسے نماز، روزہ، صدقہ، اب آپ پر یہ آیت اتری اور اس پر عمل کرنے کی ہم میں طاقت نہیں (یعنی اپنے دل پر ہمارا زور نہیں چلتا کہ برے شیطانی وسوسے بالکل نہ آنے پائیں) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کیا تم چاہتے ہو کہ ایسا کہو جیسے پہلے دونوں کتاب والوں (یہود و نصاریٰ) نے کہا (جب اللہ تعالیٰ کا حکم سنا) ﴿سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا﴾ "ہم نے سنا اور ہم نے نافرمانی کی" (یعنی ہم نے تیرا حکم سنا پر ہم اس پر عمل نہیں کریں گے) بلکہ یوں کہو ﴿سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ﴾ "ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی، ہم تیری بخشش طلب کرتے ہیں اے ہمارے رب اور تیری ہی جانب لوٹ کر جانا ہے۔" یہ سن کر صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: ﴿سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ﴾ "ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی، ہم تیری بخشش طلب کرتے ہیں اے ہمارے رب اور تیری ہی جانب لوٹ کر جانا ہے۔" جب لوگوں نے یہ کہا اور اپنی زبانوں سے نکالا اس کے بعد ہی یہ آیت اتری ﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۣ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۣ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۡ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ﴾ (البقرۃ:285) یعنی "رسول ایمان لایا ہے اس پر جو اس کے رب کی جناب سے اس کی طرف نازل کیا گیا ہے اور مومن بھی، سب ہی اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں، اس کے رسولوں میں سے ہم کسی ایک کے درمیان بھی فرق نہیں کرتے۔ اور انہوں نے کہا: "ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی، ہم تیری بخشش طلب کرتے ہیں اے ہمارے رب اور تیری ہی جانب لوٹ کر جانا ہے۔" جب انہوں نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ نے (اپنے فضل اور کرم سے) اس آیت کو (یعنی ﴿وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ﴾ کو) منسوخ کر دیا اور یہ آیت اتاری: ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۭ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۭ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا﴾ "اللہ تعالیٰ کسی نفس کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی وسعت کے مطابق، اس کے لیے ہے جو اس نے نیکی کمائی اور اسی پر ہے جو اس نے برائی کمائی، اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں یا غلطی کر بیٹھیں تو ہمارا مواخذہ نہ کرنا۔" تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں! (میں نے قبول فرمالیا، پھر انہوں نے کہا:) ﴿رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَي الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا﴾ "اے ہمارے رب! اور ہم پر ویسا ہی بوجھ نہ ڈالنا جیسا تو نے ان لوگوں پر ڈالا تھا، جو ہم سے پہلے تھے" اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں! (میں نے قبول فرمالیا، پھر انہوں نے کہا) ﴿رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿طَاقَةَ لَنَا بِهٖ﴾ ''اے ہمارے رب! اور تو ہم سے نہ اُٹھوا جس کی ہم میں طاقت ہی نہیں'' مالک نے فرمایا: اچھا۔ ﴿وَاعْفُ عَنَّا ۟ وَاغْفِرْ لَنَا ۟ وَارْحَمْنَا ۟ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''اور ہم سے درگزر فرما اور تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما، تُو ہی ہمارا مولیٰ ہے، چنانچہ کافر لوگوں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ہاں! (میں نے قبول فرمالیا)۔'' (مسلم:125)

(5) وہ خالق و مالک سب کچھ جانتا ہے، اسے کائنات کی ہر چھوٹی بڑی چیز کا ہر وقت علم ہے، اسے ظاہر و باطن کی ہر وقت خبر ہے یہاں تک کہ انسان کے دل میں جو وسوسے آتے ہیں ان کو بھی وہ خوب جانتا ہے: ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَ نَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور ہم ان کو جانتے ہیں جن کا وسوسہ اس کا نفس ڈالتا ہے اور ہم رگ جان سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔'' (ق:16)

(6) اس کی رحمت ہے کہ صرف ان وسوسوں اور ارادوں پر وہ مؤاخذہ کرتا ہے جن کو دل میں پختہ کرلیا جائے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے: ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ﴾ ''اللہ تعالیٰ تمہاری لغو قسموں پر تمہیں نہیں پکڑتا، وہ اس کی وجہ سے تمہیں پکڑتا ہے جو تمہارے دلوں نے کمایا اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت بردبار ہے۔'' (البقرہ:225)

(7) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے میری امت سے دل میں آنے والی باتوں کو معاف کر دیا ہے البتہ ان پر گرفت ہوگی جن پر عمل کیا جائے یا جن کا اظہار زبان سے کیا جائے۔'' (صحیح بخاری:2528)

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرا بندہ کسی برائی کا ارادہ کرے تو اسے نہ لکھو اور اگر اس برائی کو وہ میرے خوف سے چھوڑ دے تو اس کے حق میں ایک نیکی لکھو اور اگر بندہ کوئی نیکی کرنا چاہے تو اس کے لئے ارادہ پر ہی ایک نیکی لکھو اور اگر وہ اس نیکی کو کرلے تو اس جیسی دس نیکیاں اس کے لیے لکھو۔'' (صحیح بخاری:7501)

(9) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کچھ لوگ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ ﷺ! کبھی کبھی تو ہمارے دل میں ایسے وسوسے اٹھتے ہیں کہ زبان سے ان کا بیان کرنا بھی ہم پر گراں گزرتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا واقعی تم اسی طرح پاتے ہو (یعنی گناہ سمجھتے ہو)؟'' انہوں نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ صریح ایمان ہے۔'' (صحیح مسلم:340)

(10) برائی کا پختہ ارادہ کرنا گناہ ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب دو مسلمان تلواروں کے ساتھ ملتے ہیں تو قاتل اور مقتول

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دونوں جہنمی ہیں'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: قاتل کا جہنمی ہونا تو ٹھیک ہے لیکن مقتول کیوں جہنمی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ بھی اپنے ساتھی کو قتل کرنے کا خواہش مند تھا۔'' (بخاری:30) اس سے پتہ چلتا ہے کہ دل کا پختہ ارادہ قابل گرفت ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے میری امت کو خیالات فاسدہ کی حد تک معاف کیا ہے، جب تک کہ اس پر عمل نہ کرے یا اسے زبان سے ادا نہ کرے۔'' (بخاری 5269)

(11) ﴿فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ ''پھر وہ جس کو چاہے گا بخش دے گا'' اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جس کو چاہے گا بخش دے گا اور جو کچھ وہ چاہتا ہے اس میں رحمت اور عدل ہے۔ اس کے عدل میں سے ہے کہ وہ نیکیاں کرنے والوں کو ان کے اعمال کے مطابق جزا دے۔ وہ اپنے فضل سے ایک نیکی کا بدلہ دس گنا دیتا ہے۔ جن لوگوں کے پاس مغفرت کے اسباب موجود ہوں گے اللہ تعالیٰ انہیں بخش دے گا۔

(12) ﴿وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''اور جس کو چاہے گا عذاب دے گا'' اللہ تعالیٰ کے عدل میں سے ہے کہ وہ گناہ گار کو اس کے گناہ کے مطابق جزا دیتا ہے اور اس کے گناہ کا بدلہ نہیں بڑھاتا۔

(13) اللہ تعالیٰ انسان کو ان گناہوں پر عذاب دیں گے جن کی مغفرت کے اسباب اسے حاصل نہیں ہوں گے۔

(14) سیدنا صفوان بن محرز رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: آپ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے سرگوشی کے متعلق کیا سنا ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''قیامت کے دن ایک مومن اپنے رب کے قریب کیا جائے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس پر اپنی رحمت کا پردہ ڈال دے گا۔ پھر اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کروایا جائے گا، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تو (گناہوں کو) جانتا ہے؟ وہ عرض کرے گا: اے رب! میں جانتا ہوں (اقرار کرتا ہوں) اللہ تعالیٰ فرمائے گا: دنیا میں بھی میں نے تیرے ان گناہوں کی پردہ پوشی کی اور اب آج کے دن بھی میں ان تمام گناہوں کو معاف فرما دیتا ہوں۔ پھر اسے اس کی نیکیوں کا اعمال نامہ دیا جائے گا اور کفار و منافقین کو علی الاعلان لوگوں کے سامنے بلایا جائے گا اور پکارا جائے گا کہ یہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ باندھا۔'' (صحیح مسلم:7015)

(15) ﴿وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' کوئی چیز اس کے بس سے باہر نہیں بلکہ تمام مخلوقات اس کے غلبہ، مشیت، تقدیر اور جزا و سزا کے قوانین کے ماتحت ہیں۔ (تفسیر سعدی:1/334)

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے قانون سازی کے اختتام پر اپنی ملکیت اور قادر مطلق ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین پر اپنی ملکیت سے اپنے قدیر ہونے کا شعور دلایا ہے کہ جو مالک ہے اختیار اسی کا، فیصلے اسی کے ہیں۔(2)اللہ تعالیٰ نے دلوں کے معاملات کے چھپانے اور ظاہر کرنے پر اپنی قدرت کا شعور دلایا ہے کہ ظاہر کرو یا چھپاؤ وہ قادرِ مطلق تم سے حساب لے لے گا۔

(3)اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور عذاب دینے کے اختیار سے اپنے قدیر ہونے کا شعور دلایا ہے کہ فیصلے اس کے ہیں جس کو چاہے معاف کردے جس کو چاہے عذاب دے دے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے آخرت کے محاسبے کا خوف دلایا ہے، اس کا مقصد کیا ہے؟

جواب:(1) محاسبے کا مقصد اصلاح ہے۔ آج کے کاموں کا حساب لیں تاکہ کل کی تیاری ہو۔

(2)انسان کی اصلاح اس تصور سے ہی ممکن ہے کہ جو میں چھپاؤں اور جو میں ظاہر کردوں سب کا حساب اللہ تعالیٰ نے لینا ہے۔

(3)اگر انسان محاسبے کا تصور چھوڑ دے تو اس کے لیے گناہ کا راستہ آسان ہوجاتا ہے۔ محاسبے کی روح اخلاص ہے۔

(4)صحابہ کرام رضی اللہ عنہم محاسبے کا گہرا شعور رکھتے تھے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کسی باغ کی طرف گزرتے اور چڑیوں کو چہچہاتے ہوئے دیکھتے تو سرد آہ کھینچ کر فرماتے: ''پرندو! تمہیں مبارک ہو جہاں چاہتے ہو چرتے چگتے ہو، جس درخت کے سائے میں چاہتے ہو بیٹھ رہتے ہو اور قیامت میں تم سے کوئی حساب کتاب نہ ہوگا، کاش! ابوبکر بھی تمہاری ہی طرح ہوتا۔''

(5)سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ حسرت سے آہ بھرتے اور کہتے کہ کاش! میں پرندہ ہوتا اور آخرت کے حساب سے بچ جاتا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو محاسبے کا اتنا خوف تھا کہ ایک بار کہنے لگے: ''علی (رضی اللہ عنہ)! میں تو صرف اتنا ہی چاہتا ہوں کہ قیامت کے دن مجھے نہ میری نیکیوں کا اجر ملے اور نہ گناہوں کے عوض میری پکڑ ہو، میرے لیے یہی بڑی کامیابی ہے۔''

(6)سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اندیشۂ آخرت کا یہ حال تھا کہ فرماتے: ''اگر مجھے دوزخ وجنت کے متعلق اختیار دے دیا جائے کہ ان میں سے اپنے لیے جس کو چاہو پسند کرلو، یا راکھ ہوجاؤ تو میں راکھ ہوجانا پسند کروں گا تاکہ مجھ سے میرے اعمال کے متعلق کچھ جواب وسوال نہ ہو۔'' آخرت کے خوف سے اکثر کہا کرتے تھے: ''کاش! ہم گھاس ہوتے۔''

﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ

''رسول ایمان لایا ہے اس پر جو اس کے رب کی جناب سے اس کی طرف نازل کیا گیا ہے اور مومن بھی، سب ہی اللہ تعالیٰ پر اور اس کے

مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۫ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۫

فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں، اس کے رسولوں میں سے ہم کسی ایک کے درمیان بھی فرق نہیں کرتے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ٭ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ﴾

اور انہوں نے کہا: ”ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی، ہم تیری بخشش طلب کرتے ہیں اے ہمارے رب اور تیری ہی جانب لوٹ کر جانا ہے“ (285)

سوال 1: سورۃ البقرہ کی آخری دو آیتوں کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: (1) سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کو (معراج کے لئے) سیر کرائی گئی تو آپ ﷺ کو سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا جو کہ چھٹے آسمان میں واقع ہے۔ زمین سے اوپر چڑھنے والی چیز اور اوپر سے نیچے آنے والی چیز یہاں آ کر رک جاتی ہے پھر اسے لے جایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى﴾ ”جب کہ سدرہ (بیری) کو ڈھانپ رہا تھا وہ جو ڈھانپ رہا تھا“ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یعنی سونے کے پتنگے۔ راوی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کو تین چیزیں عطا کی گئیں: (الف) پانچ نمازیں۔ (ب) سورۃ البقرہ کی آخری آیتیں۔ (ج) اور آپ ﷺ کی امت میں سے ہر ایک ایسے آدمی کو بخش دیا گیا جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے اور کبیرہ گناہوں سے بچا رہے۔ (صحیح مسلم: 431)

(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہمارے درمیان سیدنا جبرائیل علیہ السلام نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک اوپر سے ایک آواز سنی تو آپ ﷺ نے اپنا سر مبارک اٹھایا۔ سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: ”یہ دروازہ آسمان کا ہے جسے صرف آج کے دن کھولا گیا ہے، اس سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا۔“ پھر اس سے ایک فرشتہ اترا، سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: ”یہ فرشتہ جو زمین کی طرف اترا ہے، یہ آج سے پہلے کبھی نہیں اترا۔“ اس فرشتے نے سلام کیا اور کہا: ”آپ ﷺ کو ان دو نوروں کی خوش خبری ہو جو آپ ﷺ کو دیئے گئے اور آپ ﷺ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے گئے: ایک سورۃ الفاتحہ اور دوسرے سورۃ البقرۃ کی آخری آیات، آپ ﷺ ان میں سے جو حرف بھی پڑھیں گے، آپ ﷺ کو اس کے مطابق دیا جائے گا۔“ (صحیح مسلم: 1877)

(3) رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ”جس نے سورہ بقرہ کی دو آخری آیتیں رات میں پڑھ لیں وہ اسے ہر آفت سے بچانے کے لئے کافی ہو جائیں گی۔“ (بخاری: 5009)

(4) سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نہیں جانتا کہ اسلام کے جاننے والوں میں سے کوئی شخص آیت الکرسی اور سورہ بقرہ کی آخری آیتیں پڑھے بغیر سو جائے۔ یہ وہ خزانہ ہے جو تمہارے نبی ﷺ عرش تلے کے خزانہ سے دیے گئے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر: 385/1)

(5) ابن مردویہ میں ہے: ”ہمیں لوگوں پر تین فضیلتیں دی گئی ہیں: میں سورۂ بقرہ کی یہ آخری آیتیں عرش تلے کے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

خزانوں سے دیا گیا ہوں جو نہ میرے سے پہلے کسی کو دی گئیں نہ میرے بعد کسی کو دی جائیں گی۔'' (مسند احمد:383/5)

سوال 2: اسلام کے بنیادی عقائد کی وضاحت ﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ ... الْمَصِيْرُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ﴾ ''رسول ایمان لایا ہے اس پر جو اس کے رب کی جناب سے اس کی طرف نازل کیا گیا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کا قرآن پر ایمان ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف سے آپ کے ایمان کی خبر دی۔ (السراج المنیر :196/1)

(2) رسول کا ایمان اعلیٰ درجے کا ہوتا ہے۔ اگرچہ نفس ایمان میں رسول ﷺ اور سب مسلمان شریک ہیں لیکن درجات ایمان کے اعتبار سے ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ایمان، علم، مشاہدہ اور سماع کی بناء پر تھا اور دوسروں کا ایمان غیب پر۔

(3) رسول اللہ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا کلام نازل ہوا اور انہوں نے براہ راست وحی قبول کی اس لیے وہ وحی پر یقین کے جس درجے میں تھے باقی مومن نہیں ہو سکتے۔

(4) ﴿وَالْمُؤْمِنُوْنَ﴾ ''اور مومن ایمان لائے ہیں'' مومنوں کا بھی قرآن مجید پر ایمان ہے۔

(5) رسول کے ایمان اور ایک عام انسان کے ایمان کی حقیقت اور کیفیت میں زمین آسمان کا فرق ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صفت ایمان میں شریک کر کے اعزاز عطا فرمایا ہے۔

(6) ﴿كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ﴾ ''سب ہی اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں'' رسول اور مومن اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں۔

(7) ﴿كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ﴾ ''سب ہی اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہیں'' اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے سے مراد یہ ہے:

(i) اس کی تمام صفات کمال و جمال پر ایمان لانا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں نے بتائی ہیں۔

(ii) اللہ تعالیٰ کی صفات کمال و جلال پر اجمالاً اور تفصیلاً ایمان لانا۔

(iii) اللہ تعالیٰ کی ذات کو تشبیہ، تمثیل، تعطیل اور تمام نقص والی صفات سے پاک ماننا۔

(8) ﴿وَمَلٰٓئِكَتِهٖ﴾ ''اور اس کے فرشتوں پر'' فرشتوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں نور سے پیدا کیا ہے اور انہیں اپنے احکامات کی مکمل اطاعت اور ان کو نافذ کرنے کی پوری قوت عطا کی ہے اور وہ کبھی اپنے کاموں سے نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھکتے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب اور نبی ﷺ کی احادیث میں جن فرشتوں کے ناموں اور ان کی جن صفات اور جن افعال کا ذکر کیا ہے ان پر پختہ اعتقاد رکھا جائے۔ (جنت کا راستہ)

(9) ﴿وَكُتُبِهٖ﴾ ''اور اس کی کتابوں پر'' اللہ تعالیٰ کی کتابوں سے مراد اس کے احکام اور فرمودات کے وہ مجموعے ہیں جو ہر زمانے کے نبی اور رسول پر نازل ہوئے اور اکٹھا ترتیب پا کر آسمانی کتابوں کے نام سے دنیا میں آتے رہے۔

(ابوبکر الجزائری، عقیدۃ المؤمن:280)

(10) اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان لانے کا مطلب ہے کہ اس کی تصدیق کرنا کہ تمام کتابیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتاری گئی ہیں اور اس بات پر ایمان رکھنا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کتابوں کے ذریعے کلام فرمایا ہے۔ (جنت کا راستہ)

(11) اللہ تعالیٰ کی کتابیں انسان کی ہدایت کے لیے اتاری گئی ہیں۔ ان کتابوں میں موجود تمام خبروں اور احکامات پر ایمان رکھنا بھی کتابوں پر ایمان لانے میں شامل ہے۔

(12) ﴿وَرُسُلِهٖ﴾ ''اور اس کے رسولوں پر'' رسولوں پر ایمان لانے سے مراد یہ پختہ یقین رکھنا ہے کہ: (i) اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے اپنا پیغام پہنچانے کے لیے کچھ بندوں کو چن لیا۔ کسی نہ کسی کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔

(ii) سارے رسولوں کی دعوت کی اصل بنیاد توحید تھی۔ سب اللہ وحدہٗ لاشریک لہ کی عبادت کی دعوت دیتے رہے اور غیر اللہ کی عبادت سے روکتے رہے۔ (iii) سارے رسول سچے، امانت دار، متقی اور ہدایت کا راستہ دکھانے والے تھے۔

(iv) رسولوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغامات اپنی امتوں کو پہنچانے میں نہ کچھ چھپایا، نہ اضافہ کیا، نہ کمی کی۔

(v) سارے رسول صراط مستقیم پر چلنے والے تھے۔

(vi) اللہ تعالیٰ نے رسولوں میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی اور بعض کے درجات بلند کیے۔ (جنت کا راستہ)

(13) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن نبی ﷺ لوگوں میں تشریف فرما تھے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور پوچھنے لگا: ﴿مَا الْاِيْمَانُ﴾ ایمان سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایمان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر ایمان لاؤ، اور اس کے فرشتوں کے وجود پر، اور اس (اللہ تعالیٰ) کی ملاقات کے برحق ہونے پر، اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر ایمان لاؤ۔'' (صحیح بخاری:50)

(14) ﴿لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ﴾ ''اس کے رسولوں میں سے ہم کسی ایک کے درمیان بھی فرق نہیں کرتے'' مقاتل بن حیان اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں کہتے ہیں کہ جو کچھ رسول لے کر آئے ہم ان میں سے کسی کے درمیان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرق نہیں کرتے اور نہ ہم انہیں جھٹلاتے ہیں۔(تفسیر ابن ابی حاتم:576/2)مومن یہود ونصاریٰ کی طرح یہ نہیں کہتے کہ بعض پر ایمان رکھیں گے اور بعض کا کفر کریں گے۔(تفسیر ثعلبی:557/1)

(15)مومنوں کا عقیدہ ہے کہ تمام انبیاء سچے، متقی، ہدایت اور صحیح راہ پر ہیں اور خیر وبرکات والی راہ کی رہنمائی فرماتے ہیں اگرچہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے بعض نبی نے بعض نبی کی سابق شریعت منسوخ کر دیا حتیٰ کہ شریعت محمد یہ ﷺ سے جو سب سے پچھلے نبی کی شریعت ہے تمام سابق شریعتیں منسوخ ہو گئیں آپ خاتم الانبیاء ہیں، آپ کے بعد قیامت تک کوئی نہیں آئے گا، قیامت آپ ہی کی شریعت پر آئے گی۔(السراج المنیر:196/1)

(16)﴿وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا﴾"اور انہوں نے کہا: ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی" اطاعت سے مراد عملی حوالگی ہے۔ایمان والے اللہ تعالیٰ کی بات سنتے ہیں اور ہر حکم مانتے ہیں۔اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والے اس کے ہر چھوٹے بڑے حکم کی اطاعت کرتے ہیں۔

(17)﴿سَمِعْنَا﴾ کے بارے میں مقاتل بن حیان کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو حکم قرآن (مجید) میں آیا ہم اس کو سنتے ہیں۔(تفسیر ابن ابی حاتم:576/2) (18)﴿اَطَعْنَا﴾ جو کچھ ہمیں رسول سے پہنچا ہم نے اسے سنا، سمجھا اور اس پر تدبر کیا۔جو کچھ ہمیں اوامر ونواہی میں سے پہنچا ہم نے اس کی دل سے اطاعت کی۔(تفسیر مراغی:442/1)

(19)﴿غُفْرَانَكَ رَبَّنَا﴾"ہم تیری بخشش طلب کرتے ہیں اے ہمارے رب" سے مراد ہے ہمارے گناہ اس طرح ڈھانپ دے کہ دنیا میں ہماری رسوائی نہ ہو اور آخرت میں کمال کے مرتبے تک پہنچنے کے راستے کی رکاوٹ نہ ہو۔

(تفسیر مراغی:442/1)بندے سے اللہ تعالیٰ کے حقوق میں کوتاہی ہو جاتی ہے اس لیے ہمیشہ مغفرت کی ضرورت رہتی ہے۔

(20)انسان اللہ تعالیٰ سے معافی کا طلب گار تب ہوتا ہے: (i) جب وہ یقین رکھتا ہے کہ میرے اندر کوتاہیاں ہیں، مجھ سے غلطیاں ہو جاتی ہیں، مجھ سے اپنے فرائض پورے طور پر ادا نہیں ہوتے اس لیے وہ اللہ تعالیٰ سے التجا کرتا ہے کہ وہ اس کی غلطیوں کو معاف کر دے اور اس کو اپنی رحمت سے ڈھانپ لے۔(ii) جب وہ اللہ تعالیٰ کی بات سنتا ہے اور اطاعت کرتا ہے۔جب وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے مکمل طور پر سر تسلیم خم کر دیتا ہے۔(iii) جب اسے یہ یقین آ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی قوت بچانے والی نہیں۔(iv) جب اسے یہ یقین آ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنا ہے، اپنے ہر معاملے کی اللہ تعالیٰ کو جواب دہی کرنی ہے اور اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اٹل ہوگا اور کوئی جائے پناہ نہ ہوگی۔

(v) جب اسے یہ یقین آ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے صرف اس کی مغفرت بچا سکتی ہے پھر وہ معافی کا طلب گار ہوتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(21)﴿وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ﴾ ''اور تیری ہی جانب لوٹ کر جانا ہے'' اس سے مراد قیامت کے بعد جی اٹھنے پر یقین ہے۔

سوال 3:﴿وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ﴾ اس یقین کے انسان کی زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب:(1)﴿وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ﴾ ''اور تیری ہی جانب لوٹ کر جانا ہے'' اس یقین کے ساتھ بندہ نیکی کے راستے کو تلاش کرتا ہے اور اس پر چلتا ہے۔(2) وہ اللہ تعالیٰ کا مطیع فرمان ہو جاتا ہے۔

(3) اس کو دنیا میں مشقت ملے یا راحت، اسے فائدہ ہو یا نقصان، وہ کچھ کھو رہا ہو یا پا رہا ہو اسے یہ یقین ہوتا ہے کہ اصل جزا آخرت کے دن ملے گی جہاں وہ امتحان میں کامیاب ہو جائے گا۔

(4) بندے کا عزم پختہ ہو جاتا ہے۔ وہ حق کے راستے سے نہیں ہٹتا چاہے پوری دنیا مخالف ہو جائے۔

سوال 4: اس آیت میں اسلامی عقیدہ ''بعث بعد الموت'' کی وضاحت ملتی ہے، یہ عقیدہ انسان کو کیا دیتا ہے؟

جواب:(1) یہ عقیدہ انسان کا بحیثیت انسان اعتراف کرتا ہے۔ ایک طرف اسے حیوانات سے جمادات سے مقام بلند دیتا ہے دوسری طرف فرشتوں اور شیطانوں سے بھی الگ تشخص دیتا ہے۔

(2) یہ عقیدہ انسان کے مختلف رجحات، میلانات اور اس کی روح کو پیش نظر رکھتے ہوئے، ایسے فرائض عائد کرتا ہے جس کو انسان ادا کر سکے۔(3) یہ عقیدہ انسان کے فرائض اور اس کی صلاحیتوں اور طاقت کے درمیان بہترین توازن قائم کرتا ہے۔

(4) یہ عقیدہ انسان کے جسمانی تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔(5) یہ عقیدہ عقلی تقاضوں کا خیال رکھتا ہے۔

(6) یہ عقیدہ انسان کی روحانی دنیا کو بھی آباد رکھتا ہے۔

(7) یہ عقیدہ انسان کو آزادی عطا کرتا ہے کہ وہ جو راستہ چاہے اختیار کر لے۔

﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ

''اللہ تعالیٰ کسی نفس کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی وسعت کے مطابق، اس کے لیے ہے جو اس نے نیکی کمائی اور اسی پر ہے جو اس نے برائی کمائی،

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا

اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں یا غلطی کر بیٹھیں تو ہمارا مؤاخذہ نہ کرنا، اے ہمارے رب! اور ہم پر ویسا ہی بوجھ نہ ڈالنا جیسا

حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۟ وقفة

تو نے ان لوگوں پر ڈالا تھا، جو ہم سے پہلے تھے، اے ہمارے رب! اور تو ہم سے نہ اٹھوا جس کی ہم میں طاقت ہی نہیں، اور ہم سے درگزر فرما

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

وَاغْفِرْ لَنَا ۚ وَارْحَمْنَا ۚ اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿

اور تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما، تو ہی ہمارا مولیٰ ہے، چنانچہ کافر لوگوں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔'' (286)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے آیت ﴿وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ﴾ کے متعلق بتلایا کہ اس آیت کو اس کے بعد کی آیت ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ نے منسوخ کر دیا ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب التفسیر: 4546)

سوال 2: انسان پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالا گیا، اس کی وضاحت ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ ''اللہ تعالیٰ کسی نفس کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی وسعت کے مطابق'' اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق پر احسان ہے کہ وہ کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔

(2) محمد بن کعب القرظی نے ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ کے بارے میں کہا: اس سے مراد ہے کہ وہ اس عمل کے مکلف نہیں ہیں جس کی وہ طاقت نہیں رکھتے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم: 578/2)

(3) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ ''سو جتنی تم استطاعت رکھتے ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔'' (التغابن: 16)

(4) فرمان الٰہی: ﴿وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ﴾ ''اور جو تمہارے دلوں میں ہے اگر تم وہ ظاہر کرو یا اسے چھپاؤ، اللہ تعالیٰ تم سے اس کا حساب لے گا'' (البقرہ: 284) اس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جو خوف دامن گیر ہوا، اس آیت کریمہ نے اسے منسوخ کر کے ختم کر دیا ہے۔ یعنی اگرچہ وہ حساب کر سکتا اور سوال کر سکتا ہے لیکن وہ عذاب اسی پر دے گا جسے دور کرنا انسان کے لئے ممکن ہو اور دل میں آنے والے جن وسوسوں اور خیالات کو دور کرنا انسان کے لئے ممکن نہ ہو تو ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کسی انسان کا محاسبہ نہیں کرے گا بلکہ برے وسوسے اور خیال کو ناپسند کرنا بھی ایمان کی علامت ہے۔ (المصباح المنیر: 580/1)

(5) ''اللہ تعالیٰ کسی نفس کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی وسعت کے مطابق'' اس یقین کے انسان پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں: (i) اس کے اثر سے انسان یہ سوچتا ہے کہ اس کا رب رحیم ہے، اس نے جو ذمہ داریاں عائد کی ہیں وہ عادلانہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں، جو آزمائشیں ڈالی ہیں وہ بھی میری طاقت کے مطابق ہیں اور قیامت کے دن بھی ٹھیک انصاف ہوگا۔(ii)''اللہ تعالیٰ کسی نفس کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی وسعت کے مطابق''اس پر یقین کی وجہ سے مومن اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ فرائض پر تنگی محسوس نہیں کرتا۔وہ ذمہ داریوں کو بوجھ نہیں سمجھتا۔

(iii)اس یقین کی وجہ سے ایمان والے کا دل اطمینان سے بھر جاتا ہے۔مومن یقین رکھتا ہے کہ اگر میرے اندر یہ فرائض ادا کرنے کی طاقت نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ یہ فرائض عائد ہی نہ کرتا۔

(iv)جب بھی یہ یقین رکھنے والا انسان تھکتا ہے یا کمزوری محسوس کرتا ہے یا فرائض بھاری ہونے لگتے ہیں تو وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ اس کی ذاتی کمزوری ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے زیادہ بوجھ نہیں ہے۔

(v)ایمان والا اس یقین کی وجہ سے اپنے عزم، اپنے ارادے کو نئے سرے سے تازہ کرتا ہے، اپنی کمزوریوں کو دور کرتا ہے اور اپنے فرائض ادا کرنے کے لیے پختہ ارادہ کر لیتا ہے۔

(vi)یہ یقین مومن کی ہمت بندھاتا ہے اور اس کے ارادے میں قوت پیدا کرتا ہے۔

سوال3: ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے، اس کی وضاحت ﴿لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ﴾''اس کے لیے ہے جو اس نے نیکی کمائی اور اسی پر ہے جو اس نے برائی کمائی''اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے۔ہر شخص کو وہی کچھ ملے گا جو اس نے کمایا، سزا صرف اس جرم کی ملے گی جو کسی نے خود کیا ہوگا۔کسی شخص کو وہاں کسی مدد اور سفارش کی امید نہ ہوگی۔

(2)﴿لَهَا مَا كَسَبَتْ﴾ میں کسب سے مراد خیر ہے۔(جامع البیان:163/3)

(3)﴿وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ﴾ اس میں ''اکتساب'' سے مراد شر ہے۔یعنی جو اس نے برائی کمائی اسی پر ہے۔جیسا کہ رب العزت کا ارشاد ہے:﴿وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا﴾''اور کوئی جان نہیں کماتی (گناہ) مگر اسی پر ہے (وبال)۔''(الانعام:164)

(4)ہر شخص اپنا نامہ اعمال اپنے رب کے سامنے خود لے کر جائے گا۔بحیثیت ایک فرد کے اپنے رب کے سامنے ہوگا۔

(5)''ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہوگا''اس تصور کے انسان کی زندگی پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں

(i)اپنے اعمال کے خود ذمہ دار ہونے پر یقین جب مومن کے دل کے اندر راسخ ہو جاتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کا ذمہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دار بن جاتا ہے۔ کسی دوسرے انسان کی وجہ سے ان حقوق کی ادائیگی میں کمی نہیں کرتا نہ ہی ان کو چھوڑتا ہے۔

(ii) اپنے اعمال کے خود ذمہ دار ہونے پر یقین کی وجہ سے ایک مومن یہ سوچتا ہے کہ اگر کوئی گمراہ کردے، دھوکہ دے دے، مجبور کردے اور میں اللہ تعالیٰ کے حق میں کمی کردوں تو قیامت کے دن ان سارے انسانوں میں سے کوئی میرے کام نہیں آئے گا نہ مدافعت کرسکیں گے، نہ سفارش کرسکیں گے اور نہ میرا بوجھ اتار سکیں گے۔

(iii) اللہ تعالیٰ کے ہاں جواب دہی کے یقین کی وجہ سے مومن معاشرے میں اپنی اجتماعی ذمہ داریاں پوری کرنے کے بارے میں پوری طرح سے فکرمند ہوتا ہے اور اپنے مال اور اپنی دولت سے اجتماعی ذمہ داریاں پوری کرتا ہے۔

(iv) اپنے اعمال کے خود ذمہ دار ہونے پر یقین کی وجہ سے مومن دوسروں کو تواصوا بالحق کرنے کے لیے اپنے آپ کو ذمہ دار سمجھتا ہے۔

(v) اپنے اعمال کے خود ذمہ دار ہونے پر یقین کی وجہ سے مومن اجتماعی معاملات کے حوالے سے بھی اپنی کارکردگیوں اور کوتاہیوں کے بارے میں یہ یقین رکھتا ہے کہ اعمال نامہ میں درج ہوں گی، ان کا حساب کتاب ہوگا، ان پر جزا و سزا ملے گی۔ اس طرح وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے: اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں یا غلطی کر بیٹھیں تو ہمارا مؤاخذہ نہ کرنا۔

سوال 4: ﴿رَبَّنَا ... اَخْطَاْنَا﴾ اس دعا کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا﴾ ''اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں یا غلطی کر بیٹھیں تو ہمارا مؤاخذہ نہ کرنا'' اللہ تعالیٰ کی جانب سے مخلوق کو تعلیم دی گئی ہے کہ وہ یہ کہیں ﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا﴾ اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں یا غلطی کریں تو ہمیں نہ پکڑنا۔ (زاد المسیر: 297/1)

(2) جب سیدنا جبریل علیہ السلام نبی ﷺ سے یہ کہہ رہے تھے: ''اے ہمارے رب! اگر ہم بھول جائیں یا غلطی کریں تو ہمیں نہ پکڑنا'' تو نبی ﷺ جواب میں کہہ رہے تھے: آمین رب العالمین۔ (الدر المنثور: 668/1)

(3) ﴿اِنْ نَّسِيْنَآ﴾ سے یہ مراد ہے کہ اگر وہ چیز ہمیں بھول جائے جو ہم پر فرض کی گئی ہو۔ (جامع البیان: 164/3)

(4) ﴿اَخْطَاْنَا﴾ یعنی از راہ جہالت ہم کسی کام کو شریعت کے مقرر کردہ طریقے کے مطابق سرانجام نہ دے سکے ہوں تو ہم سے مؤاخذہ نہ کرنا۔ (المصباح المنیر: 581/1)

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(اس دعا کے جواب میں بھی) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں!'' (مسلم: 125) اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرمایا: میں نے اسی طرح کر دیا۔" (مسلم:126)

(6) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میری امت سے خطا اور نسیان پر کوئی مؤاخذہ نہ ہوگا جب تک انہوں نے ایسے کاموں کو برا سمجھا۔" (طبرانی)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے میری امت سے ان چیزوں کے بارے میں درگزر فرما دیا ہے جو ان کے نفسوں میں آ جائیں جب تک کہ ان پر عمل نہ کریں یا زبان سے نہ کہیں۔" (مسلم:75/1)

سوال 5: نسیان (بھول) اور خطا (غلطی) میں کیا فرق ہے؟

جواب: (1) بھول اور غلطی میں فرق یہ ہے کہ نسیان (بھول) کا مطلب ہوتا ہے مامور کام کا دل سے فراموش ہو جانا اور بھول جانے کی وجہ سے اس عمل کا چھوٹ جانا اور خطا (غلطی) یہ ہوتی ہے کہ انسان ایک جائز کام کا ارادہ کرے لیکن اس سے کام اس انداز سے واقع ہو جائے جو جائز نہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ نے اس امت پر رحمت اور احسان فرماتے ہوئے اس سے واقع ہونے والے یہ دونوں طرح کے کام معاف فرما دیئے۔

(3) اس اصول کی روشنی میں کہا جاتا ہے کہ جو شخص چھینے ہوئے یا ناپاک کپڑے پہن کر نماز پڑھے، بدن پر سے نجاست دور کرنا بھول گیا ہو یا نماز کے دوران بھول کر کسی سے بات کر لے یا روزے کے دوران بھول کر کچھ کھا لے یا احرام کے دوران بھول کر کوئی ممنوع کام کر لے بشرطیکہ اس میں کسی جان دار کی ہلاکت شامل نہ ہو تو اس کی یہ غلطیاں معاف ہیں۔

(4) اسی طرح اگر ایک کام نہ کرنے کی قسم کھا رکھی ہو پھر بھول کر وہ کام کر لے، اس طرح اگر غلطی سے کسی کی جان یا مال کا نقصان کر بیٹھے تو اس کو گناہ نہیں ہوگا۔ نقصان پورا کرنے کے لیے ادائیگی کرنے کا تعلق نقصان کرنے سے ہے (ارادہ یا بھول وغیرہ سے نہیں) اس طرح جن موقعوں پر (بسم اللہ) پڑھنا واجب ہے اگر وہاں (بسم اللہ) پڑھنا بھول جائے تو کام درست سمجھا جائے گا۔ (تفسیر سعدی:336/1)

سوال 6: غلطی پر مومن کے لیے صحیح طریقہ کار کیا ہے؟

جواب: (1) انسان سے بھول چوک، غلطیاں اور خطائیں ہو سکتی ہیں۔ جان بوجھ کر انسان اللہ تعالیٰ کے احکامات کی خلاف ورزی نہ کرے تو معافی کی گنجائش ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2) غلطی پر مومن کے لیے صحیح طریقہ کار یہ ہے کہ اپنے رب سے فوراً معافی مانگ لے۔ اللہ تعالیٰ سے توبہ کر کے اس کی طرف رجوع کرنا معافی کی شرائط میں سے ہے۔

سوال 7: ﴿رَبَّنَا ... بِهٖ﴾ اس دعا کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا﴾ ''اے ہمارے رب! اور ہم پر ویسا ہی بوجھ نہ ڈالنا جیسا تو نے ان لوگوں پر ڈالا تھا، جو ہم سے پہلے تھے'' اے رب ہم پر پہلوں کی طرح بوجھ نہ ڈال یعنی ہمیں سخت مشقت والے اعمال کا حکم نہ فرما اگرچہ وہ ہماری طاقت کے اندر ہوں جس طرح اس قسم کے عمل گزشتہ امتوں پر مقرر فرمائے گئے تھے۔ چونکہ تو نے ہمارے محبوب پیغمبر کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے اور ان کا دین بھی نہایت آسان ہے لہٰذا ان کے دین میں دشوار عمل مقرر نہ فرما۔ (السراج المنیر: 197/1)

(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ﴿اِصْرًا﴾ عہد اور وعدہ کے معنی میں ہے۔ (بخاری: کتاب التفسیر) ابن زید نے کہا: ﴿اِصْرًا﴾ ایسا گناہ ہے جس کا نہ کفارہ ہے نہ توبہ۔ (المحرر الوجیز: 394/1)

(3) ﴿كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا﴾ ''جیسا تو نے ان لوگوں پر ڈالا تھا، جو ہم سے پہلے تھے'' مقاتل بن حیان نے کہا: جیسے یہود و نصاریٰ پر بوجھ ڈالا تو وہ ہلاک ہو گئے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم: 580/2)

(4) جیسے بنی اسرائیل پر واجب تھا کہ جب ان کے کپڑے پر نجاست لگ جائے تو وہ اسے قطع کر دیں گے۔ (تفسیر مراغی: 445/1)

(5) اس سے مشکل احکام مراد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ درخواست قبول فرمالی اور اس امت پر طہارت اور عبادت کے مسائل میں ایسی نرمی فرما دی جو کسی اور امت پر نہیں فرمائی تھی۔ (تفسیر سعدی: 336/1)

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(اس دعا کے جواب میں بھی) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں!'' (مسلم: 125) اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے اسی طرح کر دیا۔'' (مسلم: 126)

(7) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے دین حنیف کے ساتھ مبعوث فرمایا گیا جو نہایت آسان ہے۔'' (مسند احمد: 266/5)

(8) ''اے ہمارے رب! ہم پر اس طرح کا بوجھ نہ ڈالنا جس طرح کا بوجھ تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا'' یہ دعا انسان کی زبان پر تب آتی ہے جب وہ ذمہ دار بن جاتا ہے۔ جب وہ یہ سمجھ لیتا ہے کہ امت مسلمہ پر تمام رسولوں کی رسالت کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے۔ جب وہ پچھلی قوموں کے حالات جان لیتا ہے کہ انہوں نے رسولوں کی نافرمانی کی، اس کی پاداش میں ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر کیا کیا بوجھ ڈال دیئے گئے تب وہ یہ دعا کرتا ہے: ''اے ہمارے رب! اور ہم پر ویسا ہی بوجھ نہ ڈالنا جیسا تو نے ان لوگوں پر ڈالا تھا، جو ہم سے پہلے تھے۔''

(9)﴿رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ﴾ ''اے ہمارے رب! اور تو ہم سے نہ اٹھوا جس کی ہم میں طاقت ہی نہیں'' یعنی اے ہمارے رب! ہمیں ایسی سزاؤں، تکلیفوں اور آزمائشوں میں مبتلا نہ کرنا جن کو برداشت کرنے کی ہم میں طاقت نہیں۔(10) ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ رحمہ اللہ نے کہا: طاقت سے مراد وسعت ہے۔(زادالمسیر :296/1)

(11) اے ہمارے رب! ہمیں آسان احکامات دینا اور ہمیں ایسے احکامات نہ دینا جن کو بجالانا ہمارے بس میں نہ ہو۔

(تفسیر مراغی:445/1)(12) اس دعا کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں! اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے اسی طرح کیا۔(تفسیر ابن ابی حاتم:580/2)

سوال 8: انسان پر سب سے بڑا بوجھ کیا ہے جو ڈالا جا سکتا ہے؟

جواب: انسان پر سب سے بڑا بوجھ انسان کی غلامی کا ہے۔ اس بوجھ کی یہ صورتیں ہیں:

(1) انسان کے لیے انسان ضابطہ حیات بناتا ہے۔

(2) انسانوں کی ایک نسل دوسری نسل کے ماتحت ہو جاتی ہے۔

(3) انسانوں کا ایک طبقہ دوسرے طبقے کا غلام ہو جاتا ہے۔

سوال 9: اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر سے انسان کی غلامی کو کیسے ختم کرنے کی کوشش کی ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر سے انسان کی غلامی کو انبیاء کے ذریعے سے ختم کرنے کی کوشش کی ہے اور نبی ﷺ کی بعثت کا مقصد یہی تھا کہ وہ اہل ایمان اور پوری انسانیت سے وہ بوجھ اتار دیں جو انسانیت پر ڈالے گئے تھے۔

(2) رسول اللہ ﷺ کا احسان یہ ہے کہ انہوں نے ساری غلامیوں سے چھڑا کر ایک اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اطاعت میں داخل کرنے کی کوشش کی ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ کی بندگی کے ذریعے پوری انسانیت کے لیے آزادی کا راستہ دکھانے کی کوشش کی ہے۔

(4) انسان کو مذہبی پروہتوں، کاہنوں اور پیشواؤں کی غلامی سے آزاد کرنے کی کوشش کی ہے۔

(5) انسان کو اوہام و خرافات سے آزاد کرنے کی کوشش کی ہے۔

(6) انسان کو رسم و رواج کے بندھنوں سے آزاد کرنے کی کوشش کی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(7) انسان کو خواہشات اور مرغوبات کی غلامی سے آزاد کرنے کی کوشش کی ہے۔

(8) ایسی غلامیاں جنہوں نے انسان کی کمر توڑ کر رکھ دی، جس کی وجہ سے انسان کا سر اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں دوسرے جباروں کے سامنے جھکتا تھا ان ساری غلامیوں سے آزاد کروانے کی کوشش کی ہے۔

سوال 10: ﴿رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ﴾ سے کس چیز کا اظہار ہوتا ہے؟

جواب: (1) ''اے ہمارے رب! اور تو ہم سے نہ اٹھوا جس کی ہم میں طاقت ہی نہیں'' اس دعا سے ایمان والوں کے شعور کا اظہار ہوتا ہے کہ وہ انسانوں کی غلامی سے آزاد ہو گئے ہیں۔ مومن کو یہ خوف لاحق نظر آتا ہے کہ کہیں اپنی غلطیوں کی وجہ سے دوبارہ اس غلامی میں نہ چلے جائیں اور یہ پتہ چلتا ہے کہ اہل ایمان کے اندر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے کا ارادہ نکل گیا ہے۔

(2) اس دعا سے مکمل سپردگی کا اظہار ہوتا ہے۔ یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مومن اپنے آپ کو کمزور سمجھ کر مالک کو مہربان سمجھتا ہے۔ (3) اس دعا سے مومن کے پختہ ارادے کا بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ اطاعت کرے گا لیکن احکامات ماننے میں غلطی نہ ہو یہ اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر ممکن نہیں۔

سوال 11: مغفرت اور رحمت کی اس دعا ﴿وَاعْفُ ... وَارْحَمْنَا﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاعْفُ عَنَّا﴾ ''اور ہم سے درگزر فرما'' اس سے مراد ہے کہ ہمارے گناہ مٹا دے۔ (تفسیر بیضاوی: 588/1) راغب نے کہا: ''العفو'' سے مراد ہے عقوبت کو ترک کر کے گناہ کا ازالہ کرنا۔ (البحر المحیط: 766/2)

(2) ﴿وَاغْفِرْ لَنَا﴾ ''اور تو ہمیں بخش دے'' اس سے مراد ہے ہمارے عیوب ڈھانپ دے اور مؤاخذہ کر کے ہمیں رسوا نہ کرنا۔ (تفسیر بیضاوی: 588/1)

(3) ﴿وَارْحَمْنَا﴾ ''اور ہم پر رحم فرما'' سے مراد ہے ہمارے ساتھ نرمی کا معاملہ فرمائیں اور ہم پر فضل فرمائیں۔ (تفسیر بیضاوی: 588/1)

(4) بزرگوں کا قول ہے کہ گناہ گار کو تین باتوں کی ضرورت ہے ایک تو اللہ تعالیٰ کی معافی تاکہ عذاب سے نجات پائے، دوسرے پردہ پوشی تاکہ رسوائی سے بچے، تیسرے عصمت کی تاکہ دوسری بار گناہ میں مبتلا نہ ہو، اس پر بھی جناب باری نے قبولیت کا اعلان کیا۔ (تفسیر ابن کثیر: 386/1) اس دعا کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں! اور دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا: ''میں نے اسی طرح کیا۔'' (مسلم: 125، 126)

سوال 12: فتح و نصرت کی اس دعا ﴿اَنْتَ ... الْكٰفِرِيْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿اَنْتَ مَوْلٰنَا﴾ ''تو ہی ہمارا مولیٰ ہے'' اس سے مراد ہے آپ ہمارے امور میں ہمارے مددگار ہیں، ہماری حفاظت کرنے والے، ہمارے ولی ہیں۔(تفسیر خازن:221/1)

(2)ایمان والے مولیٰ کا مضبوط سہارا تھام کر جاہلیت کی ہر علامت، ہر بت، ہر محبت اور ہر رغبت کو توڑ کر ایک اللہ تعالیٰ کے سائے میں جاتے ہیں۔(3)﴿اَنْتَ مَوْلٰنَا﴾ ''تو ہی ہمارا مولا ہے'' ہماری زندگی، ہماری نمازیں، ہماری قربانیاں، ہماری موت سب آپ کے لیے ہے۔ یہ مومن کا اللہ تعالیٰ سے سچا تعلق ہے۔

(4)﴿فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''چنانچہ کافر لوگوں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما'' اللہ تعالیٰ سے ایک مومن کی دعا ہے کہ اے اللہ تیرے دین کو پھیلانا چاہتے ہیں، اس کا بول بالا کرنا چاہتے ہیں، اہل کفر کے ساتھ مقابلہ ہے، آپ ہی کے لیے جینا ہے اور آپ ہی کے لیے مرنا ہے، آپ ہماری مدد فرمائیں۔

(5)یعنی تو ہمارا رب، ہمارا بادشاہ اور ہمارا معبود ہے۔ جب سے تو نے ہمیں پیدا فرمایا تیری مدد اور توفیق ہمیں حاصل رہی ہے تیری نعمتیں ہر وقت مسلسل ہمیں مل رہی ہیں پھر تو نے ہم پر ایک عظیم احسان کیا کہ اسلام کی نعمت عطا فرما دی۔ باقی سب نعمتیں اس کے تابع ہیں۔ اس لیے اے ہمارے مالک اور ہمارے مولیٰ ہم تجھ سے اس نعمت کی تکمیل کا سوال کرتے ہیں کہ ان کافروں کے خلاف ہماری مدد فرما جنہوں نے تیرے ساتھ کفر کیا، تیرے نبیوں کا انکار کیا، تیرا دین ماننے والوں سے مقابلہ کیا، تیرے احکامات کو پس پشت ڈالا لہٰذا دلیل و برہان اور شمشیر و سناں کے ساتھ ہماری مدد فرما۔ ہمیں زمین میں شوکت عطا فرما، ان کو ذلیل کر دے۔ ہمیں ایسا ایمان اور ایسے اعمال نصیب فرما، جن کی برکت سے فتح حاصل ہوتی ہے۔ (تفسیر سعدی:337,336/1)(6)اس دعا کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں! اور دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا: ''میں نے اسی طرح کیا۔'' (مسلم:126،125)

(7)اہل ایمان کی یہ دعا ان کے اور رب کے تعلق کی تصویر کشی کرتی ہے۔(i)ایمان والے اپنی کمزوری کی گہری سمجھ رکھتے ہیں۔(ii)اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا محتاج سمجھتے ہیں۔(iii)اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کرتے ہیں۔ (vi)ایک اللہ تعالیٰ سے تعلق کو جوڑتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ماسوا دوسروں سے کٹ جاتے ہیں۔ (v)اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے لیے تیار ہیں اور اسی سے نصرت چاہتے ہیں۔

سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرٰنَ مَدَنِيَّةٌ | اٰيَاتُهَا:200 | رُكُوْعَاتُهَا:20

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال1:اس سورت کا نام آل عمران کیوں ہے؟

جواب:اس سورت میں ایک جگہ پر آل عمران کا تذکرہ کیا گیا ہے۔اسی کو سورت کا نام قرار دیا گیا ہے۔

سوال2:اس سورت کی کتنی آیات اور رکوعات ہیں اور یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟

جواب:اس سورت کی 200 آیات اور 20 رکوعات ہیں۔یہ سورت مدینہ میں نازل ہوئی۔

سوال3:اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب:(1)سیدنا نواس بن سمعان کلابی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:''قیامت کے دن قرآن مجید اور ان لوگوں کو جو اس پر عمل کرنے والے تھے،لایا جائے گا۔ان کے آگے سورۃ البقرہ اور آل عمران ہوں گی۔''رسول اللہ ﷺ نے ان سورتوں کے لیے تین مثالیں ارشاد فرمائی ہیں جنہیں میں اب تک نہیں بھولا،وہ اس طرح سے ہیں جس طرح کے دو بادل ہوں یا دو سیاہ سائبان ہوں اور ان دونوں کے درمیان روشنی ہو یا صف بندھی ہو،پرندوں کی دو قطاریں ہوں،وہ اپنے پڑھنے والوں کے بارے میں جھگڑا کریں گی۔(صحیح مسلم:1876)

(2)سیدنا ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''قرآن مجید پڑھا کرو کیونکہ یہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کے لیے سفارشی بن کر آئے گا اور دو روشن سورتوں کو پڑھا کرو:سورۃ البقرہ اور سورۃ آل عمران کیونکہ یہ قیامت کے دن اس طرح آئیں گی جیسے کہ دو بادل ہوں یا دو سائبان ہوں یا دو اڑتے ہوئے پرندوں کی قطاریں ہوں اور اپنے پڑھنے والوں کے بارے میں جھگڑا کریں گے۔سورۃ البقرہ پڑھا کرو کیونکہ اس کا پڑھنا باعث برکت ہے اور اس کا چھوڑنا باعث حسرت ہے اور جادوگر اس کو حاصل کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔''(صحیح مسلم:1874)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿الٓمّٓ﴾

''الم''(1)

سوال:﴿الٓمّٓ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿الٓمّٓ﴾ حروف مقطعات ہیں یعنی کٹے ہوئے حروف۔ان کی مراد کے بارے میں اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے۔ان پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایمان لانا فرض ہے۔ان کے معانی کی کھوج میں نہیں پڑنا چاہیے۔رسول اللہ ﷺ نے ان حروف کی کوئی تفسیر بیان نہیں کی۔

﴿اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ﴾

''اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہمیشہ زندہ ہے، ہر چیز کو قائم رکھنے والا ہے''(2)

سوال 1: اللہ تعالیٰ کی توحید کی وضاحت ﴿اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ ''اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں'' یہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا اعلان ہے۔اس جملے میں نفی اس بات کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق ہو اور اثبات اس بات کا ہے کہ ہر قسم کی الوہیت اور عبودیت کے حق دار صرف اللہ تعالیٰ ہیں۔

(2) اس جملے کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی کسی قسم کی عبادت نہ کی جائے۔اس کے سوا نہ کسی کے لیے قیام ہے، نہ رکوع، نہ سجدہ، نہ قربانی، نہ نذر و نیاز۔ ہر حالت میں صرف اسی سے دعا کی جائے، اس کے سوا کسی سے دعا نہ کی جائے، صرف اسی کے گھر بیت اللہ کا طواف کیا جائے، صرف اسی کی قسم کھائی جائے، صرف اسی کی غیر مشروط حاکمیت تسلیم کی جائے۔اس کی عبادت میں کوئی اس کا ساجھی، شریک اور مدمقابل نہیں ہے۔

(3) اس سورت کی شروع کی اسی (80) سے زیادہ آیات عیسائیوں سے مباحثہ اور ان کے مذہب کی تردید اور انہیں سچے دین یعنی اسلام کو قبول کرنے کی دعوت پر مشتمل ہیں۔جس طرح سورۃ بقرہ کی ابتدائی آیات یہود سے مناظرہ پر مشتمل ہیں۔اللہ تعالیٰ نے یہ سورت اپنی الوہیت کے اعلان سے شروع کی ہے۔اس نے بتایا ہے کہ وہی ایسا معبود ہے جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔عبادت صرف اسی کی اور اسی کے لیے ہونی چاہیے۔لہٰذا اس کے سوا جس معبود کی بھی پوجا کی جاتی ہے وہ باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی سچا معبود ہے جو الوہیت کی تمام صفات سے موصوف ہے جن سب کا تعلق حیات اور قیومیت کی صفات سے ہے۔ (تفسیر سعدی: 338,337/1)

(4) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: افضل ذکر ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ ہے۔ (ترمذی: 3383)

(5) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب کبھی بھی بندہ کبائر سے اجتناب کرتے ہوئے اخلاص سے ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ کہتا ہے تو اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ (کلمہ توحید) عرش تک پہنچ جاتا ہے۔'' (ترمذی: 3590)

(6) سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جس شخص نے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

گواہی دی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بلاشبہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس پر دوزخ کی آگ حرام کردی۔'' (مسلم:142)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی صفت ﴿الْحَيُّ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کی صفت ﴿الْحَيُّ﴾ ''ہمیشہ زندہ ہے'' سے مراد ہے وہ ذات کہ جس کی زندگی ذاتی اور دائمی ہے یعنی انہیں کسی اور نے زندگی نہیں دی۔ دائمی زندگی سے مراد ہے کہ ان کی زندگی میں تسلسل اور دوام ہے۔ نہ پہلے اور نہ کبھی بعد میں، کبھی زوال نہیں ہے۔

(2) شیخ الاسلام ابن تیمیہ کہتے ہیں اسم مبارک ﴿الْحَيُّ﴾ تمام صفات کمال کو لازم کر دیتا ہے اور یہی اسم اعظم ہے۔ (مجموع الفتاویٰ:311/18)

(3) اللہ تعالیٰ کو عظیم ترین اور کامل ترین حیات کی صفات حاصل ہیں، جو ان تمام صفات کو مستلزم ہیں جن کے بغیر صفات حیات کی تکمیل نہیں ہوتی مثلاً سمع و بصر، قدرت، قوت، عظمت، بقا، دوام اور غلبہ۔ (تفسیر سعدی:338/1)

سوال 3: اللہ تعالیٰ کی صفت ﴿الْقَيُّوْمُ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کی صفت ﴿الْقَيُّوْمُ﴾ ''ہر چیز کو قائم رکھنے والا ہے'' سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ ساری مخلوقات کی تخلیق، رزق، دیکھ بھال اور حفاظت کرنے والے ہیں۔ ہر چیز کا وجود، بقا اور تدبیر اللہ تعالیٰ ہی کے دست قدرت میں ہے۔

(2) القیوم کا مطلب ہے کہ وہ خود بخود قائم ہے لہٰذا تمام مخلوقات سے بے پرواہ ہے اور وہ سب کو قائم رکھنے والا ہے۔ اس لیے تمام مخلوقات وجود میں آنے، تیار ہونے اور ترقی کرنے میں اس کی محتاج ہیں۔ وہی تمام مخلوقات کا مدبر اور ان میں تصرف کرنے والا ہے۔ جسموں، روحوں اور دلوں کے تمام معاملات اسی کے ہاتھ میں ہیں۔ اس کی قیومیت اور رحمت کی بنا پر اس نے اپنے رسول محمد ﷺ پر وہ کتاب نازل کی جو سب سے عظیم کتاب ہے۔ (تفسیر سعدی:338/1)

(3) شیخ عبدالرحمن سعدی نے لکھا: ''بلاشبہ سب صفات افعال ﴿الْقَيُّوْمُ﴾ میں داخل ہیں کیونکہ القیوم وہ ہیں جو خود بخود قائم ہیں اور اپنی تمام مخلوقات سے بے نیاز ہیں انہوں نے ساری موجودات کو قائم کیا، انہیں وجود میں لائے انہیں باقی رکھا اور انہیں اپنے وجود کی بقا کے لیے جو کچھ درکار ہے وہ مہیا فرمایا۔'' (تیسیر الکریم الرحمن:202/1)

(4) کائنات کی ہر چیز کا قیام صرف اللہ رب العزت کے ساتھ ہے۔ وہ کمزور کو برقرار رکھتا ہے تو اسے کوئی گرا نہیں سکتا اور طاقت ور کو ہٹا اور مٹا دے تو اسے کوئی سہارا نہیں دے سکتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5)اللہ تعالیٰ کی صفت القیوم میں کمزور اور ضعیف کے لیے حقیقی اطمینان ہے کہ جب معاملہ رب قیوم کے ساتھ ہے تو ساری کائنات مل کر بھی گرا نہیں سکتی۔اس میں طاقت ور کے لیے تنبیہ ہے کہ سارا زور اور قوت اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے، پھر وہ چاہے تو نشان بھی مٹ جائے۔

(6)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کہا کرتے تھے:﴿اَعُوْذُ بِعِزَّتِكَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ يَمُوْتُوْنَ﴾ ''تیری عزت کی پناہ مانگتا ہوں کہ کوئی معبود تیرے سوا نہیں، تیری ایسی ذات ہے جسے موت نہیں اور جن وانس فنا ہو جائیں گے۔'' (صحیح بخاری:7383)

﴿نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ

''اس نے آپ پر حق کے ساتھ کتاب نازل کی ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور اس نے

التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ﴾

تورات اور انجیل بھی نازل کی'' (3)

سوال: قرآن حکیم کو حق کے ساتھ نازل کیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿نَزَّلَ...وَالْاِنْجِيْلَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ﴾ ''اس نے آپ پر حق کے ساتھ کتاب نازل کی ہے'' یعنی اے محمد ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپ پر قرآن حکیم کو حق کے ساتھ نازل فرمایا ہے۔

(2)کتاب کو حق کے ساتھ نازل کرنے سے مراد یہ ہے کہ قرآن مجید برحق ہے، اس میں کوئی شک نہیں۔اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے علم کے ساتھ اتارا ہے، اس پر فرشتے گواہ ہیں۔قرآن مجید عظیم کتاب ہے، اس کی خبریں اور احکامات حق پر مبنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو حق کے ساتھ اس لیے نازل کیا تاکہ بندے اس کتاب کا نفع مند علم حاصل کریں، اس پر عمل کریں اور اپنے رب کی عبادت کریں۔

(3)﴿مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ﴾ ''جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے'' یعنی قرآن مجید ان تمام آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام پر نازل فرمایا۔

(4)اللہ تعالیٰ نے یہاں اس حقیقت سے روشناس کروایا ہے کہ اگر قرآن مجید کسی انسان کی کوشش کا نتیجہ ہوتا یا کسی اور کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طرف سے نازل ہوتا تو ان آسمانی کتابوں میں ایک جیسے مضامین نہ ہوتے بلکہ یہ کتابیں ایک دوسرے سے ٹکراتیں۔

(5) قرآن مجید پچھلی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے۔جس بارے میں یہ کتاب فیصلہ کردے وہی حق ہے اور مقبول ہے اور جس بارے میں قرآن مجید تردید کردے وہ ناقابل قبول ہے۔

(6) قرآن مجید ان تمام مسائل کے مطابق ہے جن پر تمام رسولوں کا اتفاق ہے۔اس سے اس کا سچا ہونا ثابت ہوتا ہے۔

اہل کتاب جب تک قرآن (مجید) پر ایمان نہ رکھیں تب تک اپنی کتابوں کو سچا نہیں مان سکتے کیونکہ قرآن (مجید) کا انکار ان کتابوں پر ایمان کو کالعدم کردیتا ہے۔(تفسیر سعدی:338/1)(7)﴿وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ﴾"اور اس نے تورات اور انجیل بھی نازل کی" یعنی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات اور عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل کو نازل کیا۔قرآن مجید تورات اور انجیل میں بتائی گئی سچائیوں اور پیشین گوئیوں کا اعتراف کرتا ہے۔(8) یعنی پہلی کتابیں قرآن مجید کی سچائی کو تسلیم کرتی ہیں کیونکہ ان میں قرآن مجید کی بشارت اور قرآن مجید میں ان کی صداقت ہے۔

﴿مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۗ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

"اس سے پہلے لوگوں کی ہدایت کے لئے اور اسی نے حق اور باطل میں فرق کرنے والا (قرآن) اتارا ہے، یقینا جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ

لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ﴾

کی آیات کا کفر کیا، ان کے لیے زبردست عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ سب پر غالب، بدلہ لینے والا ہے" (4)

سوال 1: ﴿مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مِنْ قَبْلُ﴾ "اس سے پہلے" یعنی قرآن مجید کو نازل کرنے سے پہلے۔

(2) ﴿هُدًى لِّلنَّاسِ﴾ "لوگوں کی ہدایت کے لیے" یعنی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید، تورات اور انجیل کو لوگوں کو گمراہی سے بچانے کے لیے راہ نما بنا کر نازل کیا تھا۔

(3) تورات اور انجیل اپنے دور کے لوگوں کے لیے ہدایت کا ذریعہ تھیں۔قرآن مجید نازل ہونے کے بعد اب صرف یہی کتاب ہدایت کا ذریعہ ہے۔اب جو کوئی قرآن مجید کی ہدایت کو قبول کرلے وہ ہدایت پا گیا اور جو انکار کردے وہ گمراہ ہوگیا۔

سوال 2: قرآن حکیم فرقان ہے، کیسے، اس کی وضاحت ﴿وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ﴾ "اور اسی نے حق اور باطل میں فرق کرنے والا (قرآن) اتارا ہے" قرآن مجید میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایسے دلائل ہیں جن سے حق اور باطل کے درمیان فرق واضح ہوجاتا ہے۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ضرورت کے مطابق تفصیل بیان کی ہے جس سے احکامات واضح ہوجاتے ہیں۔

(2)قرآن حکیم ساری آسمانی کتابوں کی اصل ہدایات اور بدلی گئی باتوں کے درمیان فرق کرتا ہے اور یہ واضح کرتا ہے کہ اصل کیا ہے اور تبدیلی کیا ہے۔

(3)یہ قرآن مجید ہدایت اور گمراہی میں،حق اور باطل میں،صحیح اور غلط میں اپنی دلیلوں اور واضح بیانات سے فرق کردیتا ہے، جو اس پر ایمان نہیں لاتا اس کے پاس کوئی دلیل نہیں رہنے دیتا اس لیے قرآن حکیم فرقان ہے۔

سوال3:اللہ تعالیٰ کی آیات کا کفر کرنے والوں کو کیا دھمکی دی گئی ہے،اس کی وضاحت ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ۔۔۔ ذُوانْتِقَامٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ﴾ ''یقینا جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا کفر کیا،ان کے لیے زبردست عذاب ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات کا کفر کرنے والوں کو دھمکی دی ہے کہ جن لوگوں نے معزز رسولوں کی مخالفت کی اور اس کی آیات کو جھٹلایا وہ انہیں انتقام لیے بغیر نہیں چھوڑے گا،ان کے لیے زبردست عذاب ہے کیونکہ اس نے تمام شبہات کو دور فرمادیا ہے۔

(2)اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات کا کفر کرنے والوں کو دھمکی دی ہے کہ قیامت کے دن ان کی سخت پکڑ ہوگی،اس کے قہر اور عذاب سے کوئی چھڑا نہیں سکے گا،جس کی شدت کا اندازہ کرنا ممکن نہیں۔

(3)﴿وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ ذُوانْتِقَامٍ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سب پر غالب،بدلہ لینے والا ہے'' اللہ تعالیٰ عزیز ہے،سب پر غالب ہے۔اس پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔اس کے سامنے انسان مغلوب ہوجائیں گے۔

(4)اللہ تعالیٰ ذوانتقام ہے،انتقام لینے پر قدرت رکھتا ہے۔وہ بے پناہ قوتوں کا مالک ہے،اس کی پکڑ شدید ہے،وہ خوفناک انتقام بھی لے سکتا ہے۔جو اس کی نافرمانی کرے گا وہ اس سے انتقام لے گا لہٰذا آیات کا انکار کرنے سے بچ جاؤ۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یَخْفٰى عَلَیْهِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ﴾

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس سے کچھ بھی چھپا نہیں رہتا نہ ہی زمین میں اور نہ ہی آسمان میں''(5)

سوال:اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے،اس کی وضاحت ﴿اِنَّ اللّٰهَ۔۔۔فِی السَّمَآءِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یَخْفٰى عَلَیْهِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس سے کچھ بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چھپا نہیں رہتا نہ ہی زمین میں اور نہ ہی آسمان میں'' یعنی اللہ تعالیٰ ہی آسمان وزمین کے غیب کو جانتا ہے۔اس کائنات میں اس سے کوئی چیز پوشیدہ رکھی نہیں جاسکتی۔

(2)'' بلاشبہ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس سے کچھ بھی چھپا نہیں رہتا نہ ہی زمین میں اور نہ ہی آسمان میں'' یہ کہہ کر اس حقیقت کا احساس دلایا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ظاہر اور پوشیدہ تمام معلومات پر محیط ہے۔

(3) کسی نیت اور ارادہ کو بھی اللہ تعالیٰ سے چھپایا نہیں جاسکتا۔(4) کوئی تدبیر اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں۔

(5) اس لیے کوئی سزا سے بچ جائے اس کا امکان نہیں۔(6) اللہ تعالیٰ غالب ہے کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں، اس سے کوئی چھپ نہیں سکتا، کوئی بچ نہیں سکتا، اس لیے اس کی آیات کا انکار کرنے سے باز آجاؤ۔

﴿هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾

''وہی ہے جو رحموں میں جیسے چاہتا ہے تمہاری صورتیں بنادیتا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے''(6)

سوال: اللہ تعالیٰ رحم مادر میں جیسے چاہتا ہے انسان کی صورت گری کرتا ہے، اس کی وضاحت ﴿هُوَ الَّذِيْ... الْحَكِيْمُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ﴾ ''وہی ہے جو رحموں میں جیسے چاہتا ہے تمہاری صورتیں بنادیتا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ ہی رحم مادر میں جس طرح چاہتا ہے انسان کی صورت گری کرتا ہے اور لڑکا یا لڑکی، بدبخت اور سعادت مند پیدا فرماتا ہے۔

(2) ماؤں کے پیٹوں کے بچوں کو کوئی دیکھ نہیں سکتا۔اللہ تعالیٰ باریک بینی سے انہیں سنبھالتا ہے۔مکمل وجود رکھنے والے اور ناقص بچوں کو بھی وہ پورے طریقے سے سنبھالتا ہے۔اس نے فرمایا:﴿يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ﴾ ''وہی تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں، تین تاریکیوں میں، ایک شکل کے بعد دوسری شکل میں تمہیں پیدا کرتا ہے۔'' (الزمر:6)

(3) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہوسکتا۔جو خود ماں کے پیٹ سے جنم لے وہ الٰہ کیسے ہوسکتا ہے؟ جب کہ اللہ تعالیٰ نے تخلیق کے سلسلے کو خود قائم کیا ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی تصویر کشی کی جیسے اس نے چاہی لہٰذا یہ عقیدہ باطل ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام رب ہیں یا اس کے بیٹے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5) جورب ماں کے پیٹ میں جیسی چاہتا ہے صورتیں بناتا ہے پھر وہ بچے کی چھوٹی بڑی ضرورتیں پوری کرتا ہے، یقیناوہی راہ نمائی کرسکتا ہے۔

(6) ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ ''اس کے سوا کوئی معبود نہیں'' اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا حق دار نہیں کیونکہ کسی میں مچھر کا ایک پر بنانے کی بھی طاقت نہیں، پوری پیدائش تو درکنار، اللہ تعالیٰ ہی ہر آن و ہر شان میں یکتا ہے اور کسی بات میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں۔ (السراج المنیر :199/1)

(7) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اس سے اس کا معبود ہونا ثابت اور متعین ہوتا ہے یعنی الوہیت اور عبودیت کا حق صرف اللہ تعالیٰ کا ہے اس کے ماسوا جس جس کو پوجا جاتا ہے ان کی الوہیت باطل ہے۔

(8) اس سے عیسائیوں کے اس عقیدے کی تردید ہوجاتی ہے جو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو معبود سمجھتے ہیں۔

(9) ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ ''اس کے سوا کوئی معبود نہیں'' اس جملے کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی کسی قسم کی عبادت نہ کی جائے، اس کے سوا نہ کسی کے لیے قیام ہے، نہ رکوع، نہ سجدہ، نہ قربانی، نہ نذر و نیاز۔ ہر حالت میں صرف اسی سے دعا کی جائے، اس کے سوا کسی سے دعا نہ کی جائے، صرف اسی کے گھر بیت اللہ کا طواف کیا جائے، صرف اسی کی قسم کھائی جائے، صرف اسی کی غیر مشروط حاکمیت تسلیم کی جائے۔ اس کی عبادت میں کوئی اس کا ساجھی، شریک اور مدمقابل نہیں ہے۔

(10) ﴿الْعَزِيْزُ﴾ ''وہ سب پر غالب'' اللہ تعالیٰ العزیز ہے وہ حیات اور تصویر سازی پر پوری طرح غلبہ رکھتا ہے۔ وہ ایسی غیر فانی عزت والا ہے جسے کوئی پا نہیں سکتا۔

(11) اللہ تعالیٰ ﴿الْحَكِيْمُ﴾ ''کمال حکمت والا ہے'' اس کے تمام احکام حکمتوں پر مبنی ہیں۔ اس کا تخلیقی عمل جو گہری ٹیکنالوجی پر مبنی ہے اس میں کوئی رکاوٹ نہیں آتی، نہ کوئی دوسرا اس کام میں اس کا شریک ہوتا ہے۔

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ

''وہی ہے جس نے آپ پر کتاب اتاری، جس میں سے بعض محکم آیات ہیں وہی کتاب کی اصل ہیں اور کچھ دوسری کئی معنوں میں ملتی

مُتَشٰبِهٰتٌ ۭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاۗءَ الْفِتْنَةِ

جلتی ہیں، پھر جن کے دلوں میں کجی ہے وہ اس میں سے ان آیات کے پیچھے لگ جاتے ہیں جو کئی معنوں میں ملتی جلتی ہیں، فتنہ کی تلاش

وَابْتِغَاۗءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے لئے اور اس کی اصل مراد کی تلاش کے لئے، حالانکہ ان کی اصل مراد کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور علم میں پختگی رکھنے والے

﴿يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾

لوگ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے، سب ہی ہمارے رب کی طرف سے ہیں اور نصیحت نہیں قبول کرتے مگر جو عقل مند ہیں۔" (7)

سوال: قرآن حکیم کی بعض آیات محکم اور بعض متشابہ ہیں، اس کی وضاحت ﴿هُوَ الَّذِيْٓ ... اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ﴾ "وہی ہے جس نے آپ پر کتاب اتاری" اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ پر کتاب نازل کی ہے۔

(2) ﴿مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ﴾ "جس میں سے بعض محکم آیات ہیں" قرآن مجید کی بعض محکم آیات ہیں۔ قرآن مجید سب کا سب محکم (پختہ، مضبوط) ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ﴾ "ایک کتاب ہے جس کی آیات پختہ کی گئی ہیں پھر کمال حکمت والے، پوری خبر رکھنے والے کی طرف سے تفصیل سے بیان کی گئی ہیں۔" (ہود:1) لہٰذا یہ انتہائی مضبوطی، عدل اور احسان پر مشتمل ہیں۔ ﴿وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ﴾ "اور کون اللہ تعالیٰ سے فیصلہ کرنے میں بہتر ہے ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں؟" (المائدہ:50)

(i) ﴿مُّحْكَمٰتٌ﴾ سے مراد وہ آیات ہیں جن کا مفہوم سمجھنے میں کسی کو مشکل پیش نہیں آتی۔ ان کا مفہوم ظاہر ہوتا ہے اور ہر شخص اسے سمجھ لیتا ہے، اس میں کائناتی نشانیاں شامل ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کی ذات اور آخرت کے لیے دلیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ ان میں احکامات، مسائل، تاریخی واقعات، عبرت اور نصیحت کی باتیں محکم ہیں۔

(ii) جن میں اللہ تعالیٰ کی حجتیں، لوگوں کا بچاؤ اور حق و باطل کے نزاع کے فیصلے ہیں۔ (مختصر ابن کثیر:200/1)

(iii) محکم کی سب سے بہتر تعریف یہ ہے کہ جس کا معنی واضح اور جس کی دلالت ظاہر ہو۔ (تیسیر الرحمن:165/1)

(iv) ایسی آیات میں دنیا کو اسلام کی دعوت دی گئی ہے، ان آیات میں گمراہیوں کی تردید اور سیدھے راستے کی وضاحت کی گئی ہے، ان آیات میں دین کے بنیادی اصول بتائے گئے ہیں، دنیا کی زندگی کے احکامات ہیں مثلاً عبادات، اخلاق، فرائض اور امر و نہی وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے۔

(3) ﴿هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ﴾ "وہی کتاب کی اصل ہیں" ﴿اُمُّ﴾ ہر شے کی اصل کو کہتے ہیں۔ مقاتل بن حیان نے کہا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿اُمُّ الْكِتٰبِ﴾ ہونے سے مراد یہ ہے کہ اہل دین میں سے کوئی ایسا نہیں جو ان پر راضی نہ ہو۔(ابن ابی حاتم:593/2)

(4)﴿وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ﴾ ''اور کچھ دوسری کئی معنوں میں ملتی جلتی ہیں''﴿مُتَشٰبِهٰتٌ﴾ سے مراد وہ آیات ہیں جن کے معنی سمجھنے میں بعض لوگ شبہ میں پڑ جاتے ہیں، جن کا مفہوم ذہن انسانی کی دسترس سے بالا ہوتا ہے۔(تیسیر القرآن:246/1) جس کا معنی واضح نہ ہو یا جس کی دلالت ظاہر نہ ہو۔(تیسیر الرحمن:165/1) مثلاً اللہ تعالیٰ کی ذات، اللہ تعالیٰ کی صفات، مثلاً ''رحمن عرش پر مستوی ہے'' کسی کو معلوم نہیں یا جنت دوزخ کے حالات، تقدیر کے مسائل اور ملائکہ وغیرہ کے بارے میں ذکر کیا گیا ہو۔قرآن مجید کی بہت زیادہ آیات محکم ہیں جو آسانی سے ہر شخص کی سمجھ میں آجاتی ہیں ان کی طرف ہر شخص کو رجوع کرنا چاہئے۔قرآن مجید کی کچھ آیات متشابہ ہیں جو بعض لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتیں۔ایسی آیات کو ایسی صورت میں محکم آیات کی روشنی میں سمجھنا ضروری ہے۔اس طریقے سے آیات ایک دوسرے کی تائید کرتی ہوئی نظر آنے لگتی ہیں۔

(5)﴿فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ﴾ ''پھر جن کے دلوں میں کجی ہے'' یعنی جو لوگ سیدھے راستے سے ہٹے ہوئے ہیں، جن کے دل ہدایت پر نہیں، جو گمراہ ہیں، جن کے ارادے ٹیڑھے ہیں۔﴿زَيْغٌ﴾ ''دل کی کجی'' سے مراد عقل کی کجی ہے، یعنی وہ کسی معاملے کو نہ صحیح رخ سے دیکھے، نہ صحیح رائے قائم کر سکے اور اس طرح غلط فہمیوں میں پڑ جائے۔دل کی کجی سے مراد شبہات، شہوات اور فتنوں کی وجہ سے حق سے ہٹ جانا ہے۔(ایسر التفاسیر:158,157)

(6)﴿فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ﴾ ''وہ اس میں سے ان آیات کے پیچھے لگ جاتے ہیں جو کئی معنوں میں ملتی جلتی ہیں'' یعنی دل اور عقل کی کجی والے محکم آیات کو چھوڑ کر متشابہ کے پیچھے لگ جاتے ہیں اور محکم آیات کو متشابہ کی روشنی میں سمجھنا شروع کر دیتے ہیں۔

(7)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: شک کرنے والے﴿مُتَشٰبِهٰتٌ﴾ کے پیچھے پڑتے ہیں۔(تفسیر ابن ابی حاتم:595/2)

(8)﴿ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ﴾ ''فتنہ کی تلاش کے لئے'' یعنی وہ لوگوں کو فتنے میں مبتلا کرتے ہیں۔متشابہ میں چونکہ اشتباہ موجود ہوتا ہے اس لیے اس کے ذریعے دل اور عقل کی کجی والے فتنہ اٹھاتے ہیں۔

(9)''فتنہ کی تلاش کے لئے'' لوگ﴿مُتَشٰبِهٰتٌ﴾ کے پیچھے ایسے پڑتے ہیں جیسے عیسائی پڑے۔انہوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہی گئی بات ''عبداللہ'' یعنی اللہ تعالیٰ کا بندہ اور ''نبی'' یعنی اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو چھوڑ کر ''کلمۃ اللہ'' اور ''روح اللہ'' کو لے کر اس کی ایسی تاویلیں کیں جس سے ان کے عقائد کی گمراہی کی تائید ہوتی ہے۔ایسے ہی مسلمانوں میں سے بھی بدعات میں مبتلا ہونے والوں کا حال ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(10)﴿وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ﴾ ''اور اس کی اصل مراد کی تلاش کے لئے'' تاویل سے مراد کسی چیز کی اصل حقیقت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی آیات کی حقیقی مراد نہیں جانتا۔ دل اور عقل کی کجی والے تاویل کی تلاش میں اس طرح رہتے ہیں کہ آیت کو اپنے خیال کے مطابق لے کر اسے اس کی جگہ سے ہٹا دیتے ہیں یعنی قرآن کو اپنی رائے کے مطابق بنا دیتے ہیں۔

(11) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''قرآن کریم میں شبہ کر کے جھگڑنا کفر ہے۔''

(سنن ابی داؤد: 4603)

(12) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی ﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ﴾ آخر آیت ﴿اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ تک سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب تم لوگ ایسے لوگوں کو دیکھو جو متشابہ آیتوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہوں تو یاد رکھو کہ یہ وہی لوگ ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے، اس لیے ان سے بچتے رہو۔'' (صحیح بخاری: 4547، جامع ترمذی: 2994)

(13)﴿وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ﴾ ''حالانکہ ان کی اصل مراد کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا'' اس سے مراد یہ ہے کہ ﴿مُتَشٰبِهٰتٌ﴾ کی تاویل یعنی ان کی حقیقی مراد اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(14)﴿وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ﴾ ''اور علم میں پختگی رکھنے والے لوگ'' سے مراد علماء ہیں جو محکمات اور متشابہات کو جانتے ہیں۔ نافع بن یزید کہتے ہیں کہ راسخ فی العلم وہ لوگ ہیں جو متواضع ہوں، جو عاجزی کرنے والے ہوں، رب کی رضا سے راضی ہوں، اپنے سے بڑوں سے مرعوب نہ ہوں اور اپنے سے چھوٹے کو حقیر سمجھنے والے نہ ہوں۔ (تفسیر ابن کثیر: 392/1) یعنی جو لوگ مخلص ہوتے ہیں اور اس کے ساتھ علم و فہم بھی رکھتے ہیں وہ محکمات کو اصل سمجھتے ہیں اور متشابہات کے من عند اللہ ہونے پر ایمان تو رکھتے ہیں لیکن ان کی تفصیلات سمجھنے اور متعین کرنے کے درپے نہیں ہوتے۔ (تفسیر الحواشی: 61/1)

(15)﴿يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ﴾ ''کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے'' پختہ علم والے لوگ علم کی وجہ سے جان لیتے ہیں کہ انسانی عقل و فکر اپنی موجودہ قوت اور موجودہ ذرائع سے متشابہات کے مفہوم کو نہیں پا سکتیں، اس لیے وہ پورے اطمینان سے کہتے ہیں ہم ان پر ایمان لائے۔

(16)﴿كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا﴾ ''سب ہی ہمارے رب کی طرف سے ہیں'' پختہ علم والوں کو ان کا ایمان آگے بڑھاتا ہے اور وہ کہتے ہیں یہ سب اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں اس لیے حق ہیں۔

(17) جن اشیاء کی حقیقت کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس رکھا ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کی صفات کی حقیقت و کیفیت، آخرت میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیش آنے والے اوصاف کی حقیقت وغیرہ، ان کو اللہ تعالیٰ کے سوا واقعی کوئی نہیں جانتا۔ اس کو معلوم کرنے کی کوشش کرنا بھی درست نہیں، کیونکہ یہ ایسی چیز کی کوشش ہے جسے جاننا ممکن ہی نہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: اس آیت کا کیا مطلب ہے؟ ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ ''رحمان عرش پر مستوی ہے۔'' (طٰہٰ:5) سائل نے کہا: ''کس طرح مستوی ہے؟'' امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: استواء (قائم ہونا) معلوم ہے (یعنی واضح لفظ ہے جس کی تشریح کی ضرورت نہیں) اس کی کیفیت نامعلوم ہے۔ اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے۔'' اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کے بارے میں یہی طرز عمل اختیار کرنا چاہئے کہ اگر کوئی شخص ان کی کیفیت دریافت کرے تو امام مالک رحمہ اللہ کی طرح کہہ دیا جائے کہ یہ صفت تو معلوم ہے لیکن اس کی کیفیت نامعلوم ہے۔ تاہم اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کے بارے میں سوال کرنا (کہ یہ صفت کس طرح ہے) بدعت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ صفات بتائی ہیں۔ ان کی کیفیت بیان نہیں فرمائی لہٰذا ہمیں اپنی حد تک آ کر رک جانا چاہئے۔ حد سے تجاوز نہیں کرنا چاہئے۔ گمراہ لوگ ان متشابہ امور کے بارے میں بے فائدہ بحث کرتے ہیں اور اس چیز کے حصول کی کوشش کرتے ہیں جنہیں معلوم کرنے کا کوئی طریقہ موجود نہیں، کیونکہ انہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ پختہ کار اہل علم ان پر ایمان لاتے ہیں، اور ان کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔ اس طرح (فرمان الٰہی کو) تسلیم کر کے (تکلفات اور غلطیوں) سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:341/1)

(18) اگر تاویل کا مطلب تفسیر اور وضاحت لیا جائے تو (الراسخون) کا عطف (اللہ) پر ہوگا۔ (اس صورت میں لفظ (اللہ) پر وقف نہیں ہوگا، بلکہ (العلم) پر وقف ہوگا۔) اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ متشابہ کو محکم کی روشنی میں سمجھ کر اس کی تفسیر کرنا اور اس کے شبہات دور کرنا یہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور پختہ علم والے بھی جانتے ہیں چنانچہ وہ اس پر ایمان لاتے ہیں اور اسے محکم کی طرف پھیر دیتے ہیں اور کہتے ہیں: ﴿كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا﴾ ''سب ہی ہمارے رب کی طرف سے ہے'' یعنی محکم اور متشابہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئے ہیں اور اس کی طرف سے آنے والی چیز میں تعارض اور تناقض نہیں ہو سکتا بلکہ یہ ایک دوسرے کی تائید اور تصدیق کرتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:342/1)

(19) ﴿وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ ''اور نصیحت نہیں قبول کرتے مگر جو عقل مند ہیں'' اللہ تعالیٰ کی نصیحت اور اس کی طرف سے آنے والے علم کو قبول کرنے والے صرف وہ لوگ ہیں جو عقل میں کامل ہیں۔ ان کی عقلوں تک نصیحت پہنچتی ہے تو انہیں اپنا فائدہ نظر آتا ہے اور وہ اس پر عمل کر لیتے ہیں اور انہیں اپنے نقصان کی باتیں معلوم ہوتی ہیں تو وہ ان سے بچ جاتے ہیں۔ دوسرے لوگوں کے پاس عقل ہی نہیں جس سے وہ فائدہ اٹھا سکیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 2: علم میں پختگی کیسے آتی ہے؟

جواب: (1) علم میں پختگی اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقین سے آتی ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور وعیدوں پر یقین سے آتی ہے۔

(3) تکبر میں مبتلا نہ ہونے سے آتی ہے۔ (4) اللہ تعالیٰ کے لیے خالص ہونے سے آتی ہے۔

(5) اللہ تعالیٰ سے ہدایت پر استقامت کی دعاؤں سے آتی ہے۔ (6) اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے آتی ہے۔

(7) اللہ تعالیٰ کے کلام اور اللہ تعالیٰ کے عہد پر پورا بھروسہ کر کے پختگی آتی ہے۔

(8) اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت کے صحیح شعور سے پختگی پیدا ہوتی ہے۔

(9) اللہ تعالیٰ کی قضاوقدر پر پختہ یقین رکھنے سے علم میں پختگی آتی ہے۔

(10) اللہ تعالیٰ کا خوف دل کے اندر موجزن ہونے سے پختگی آتی ہے۔

(11) اللہ تعالیٰ کی طرف سے کبھی غافل نہ رہنے سے پختگی آتی ہے۔

(12) اپنے روز وشب میں فرائض کی ادائیگی کو نہ بھولنے سے علم میں پختگی آتی ہے۔

﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ

''اے ہمارے رب! آپ ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر دینا، اس کے بعد کہ جب آپ نے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں اپنے پاس سے

رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ﴾

رحمت عطا فرمانا، بے شک آپ ہی بے حد عطا کرنے والے ہیں'' (8)

سوال: پختہ علم رکھنے والوں کی اس دعا ﴿رَبَّنَا ... اَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) پختہ علم رکھنے والے اپنے رب سے یہ دعا مانگتے ہیں: ﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا﴾ ''اے ہمارے رب! آپ ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر دینا، اس کے بعد کہ جب آپ نے ہمیں ہدایت دی'' اے ہمارے رب ہمیں سیدھے راستے پر چلنے والا بنا، ہدایت پانے والا بنا اور ہدایت دینے والا بنا۔ ہمیں ان برے اعمال سے محفوظ رکھیں جن میں گم راہ لوگ مبتلا ہو چکے ہیں۔ ہمیں ٹیڑھے دل والوں جیسا نہ بنا دینا جو قرآن مجید کی متشابہ آیات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ اکثر اوقات یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔ ﴿يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ﴾ ''اے دلوں کو پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر جما دے'' میں نے عرض کیا: آپ ﷺ یہ دعا بہت زیادہ کرتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمام دل اللہ رحمان کی دو انگلیوں کی گرفت میں ہیں۔ جب وہ دلوں کو سیدھا کرنا چاہتا ہے سیدھا کر دیتا ہے اور جب وہ ٹیڑھا کرنا چاہے تو ٹیڑھا کر دیتا ہے''۔ (ترمذی: 2140)

(3) سیدھے راستے پر آنے کے بعد بھی دل پھر جاتے ہیں۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ! کیا دل بھی پھر جاتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں ہر ایک کا دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان میں ہے خواہ وہ اسے ہدایت پر قائم رکھے یا پھیر دے۔'' (ابن ابی حاتم، مسند احمد: 302/6)

(4) جب لوگ جہالت یا عناد کی وجہ سے حق سے روگردانی کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ دلوں کو ٹیڑھا کر دیتا ہے۔ دل متشابہ آیات کی وجہ سے ٹیڑھے ہو جاتے ہیں۔ دل دنیا کی محبت اور غیر اللہ کی محبت کی وجہ سے ٹیڑھے ہو جاتے ہیں۔

(5) ﴿وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً﴾ ''اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرمانا'' اے اللہ تعالیٰ ہمیں سیدھے راستے پر ثابت قدم رکھنا، ہمارے ایمان اور یقین میں اضافہ فرما۔ اس دعا میں یہ یقین جھلک رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وجہ سے ہر بھلائی کا حصول ممکن ہے اور اس کی رحمت کی وجہ سے ہر برائی سے بچنا ممکن ہے۔

(6) ﴿اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ ''بے شک آپ ہی بے حد عطا کرنے والے ہیں'' اللہ تعالیٰ ''الوہاب'' ہے، کثیر عطا کرنے والا ہے، موقع پر پہنچانے والا ہے۔ وہ اپنی حکمت کے تقاضوں کے مطابق جیسے چاہے تقسیم کرتا ہے۔

(7) اللہ تعالیٰ ہی ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے، جس قدر چاہتا ہے ہدایت کے راستے پر ثبات عطا فرماتا ہے۔ ہدایت اس کی عطا ہے، ثبات اس کی عطا ہے۔

(8) پختہ علم والے اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک الوہاب کا وسیلہ اختیار کرتے ہیں کہ تو کثیر عطا کرنے والا ہے۔ ہمیں ہدایت عطا فرما دے، تو ہی مواقع بہم پہنچانے والا ہے ہمیں نفع مند علم کے مواقع عطا فرما دے۔ تو اپنی حکمت کے تقاضوں کے مطابق تقسیم کرتا ہے، تو ہمارے حق میں اعمال صالحہ اور اپنی رضا کو رکھ دے۔ آمین۔

﴿رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

''اے ہمارے رب! بلاشبہ آپ ہی لوگوں کو اس دن جمع کرنے والے ہیں جس میں کوئی شک نہیں، بے شک اللہ تعالیٰ

لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ﴾

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

وعدہ خلافی نہیں کرتا"(9)

سوال: پختہ علم والوں کی اس دعا ﴿رَبَّنَآ ... الْمِيْعَادَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) پختہ علم رکھنے والے اپنے رب سے یہ دعا بھی کرتے ہیں: ﴿رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ﴾ "اے ہمارے رب! بلاشبہ آپ ہی لوگوں کو اس دن جمع کرنے والے ہیں جس میں کوئی شک نہیں، بے شک اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا" اس سے مراد ہے کہ اے ہمارے رب! آپ لوگوں کو جزا کے دن جمع کرنے والے ہیں جس کے آنے میں کوئی شک نہیں ہم اس پر یقین رکھتے ہیں کیونکہ آپ نے ہمیں اس کی خبر دی ہے اور آپ کی بات حق ہے اور اس میں جزا دینے کا وعدہ کیا ہے اور آپ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتے۔

(تفسیر مراغی:458/1)

(2) سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک اللہ تعالیٰ پہلے اور بعد میں آنے والوں کو قیامت کے دن ایک میدان میں جمع کرے گا۔" (مسلم:327)

(3) یہ ایمان عمل پر آمادہ کرتا ہے اور غلطیوں سے بچاتا ہے۔

(4) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ﴾ "بے شک اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا" سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ اس کے لیے ہے جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم:602/2)

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔا ۭ

"یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا ان کے مال اور ان کی اولادیں اللہ تعالیٰ (کی پکڑ) سے ہرگز کچھ بھی ان کے کام نہ آئیں گے

وَاُولٰۗىِٕكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ﴾

اور وہی لوگ آگ کا ایندھن ہیں"(10)

سوال: مال اور اولاد قیامت کے دن کام نہیں آئیں گے، اس کی وضاحت ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ ... النَّارِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔا﴾ "یقیناً جن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لوگوں نے کفر کیا ان کے مال اور ان کی اولادیں اللہ تعالیٰ (کی پکڑ) سے ہرگز کچھ بھی ان کے کام نہ آئیں گے'' جو لوگ اللہ تعالیٰ، اس کے رسولوں، کتابوں اور آخرت کا انکار کرتے ہیں وہ اپنے کفر کی وجہ سے سخت عذاب کے مستحق ہیں۔ قیامت کے دن ان کے مال اور ان کی اولادیں کام نہیں آئیں گی۔ اللہ تعالیٰ کا یہ قانون گزشتہ امتوں میں بھی جاری رہا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ﴾ ''جس دن ظالموں کو اُن کی معذرت فائدہ نہ دے گی اور اُن کے لیے لعنت ہے اور اُن کے لیے بدترین گھر ہوگا۔'' (المومن:52)

(2) اللہ تعالیٰ نے کفر یعنی انکار حق کے پیچھے کام کرنے والی نفسیات پر ایسے ضرب لگائی ہے کہ آج جو چیزیں تمہیں اہم دکھائی دیتی ہیں، کل حشر کے دن وہ تمہارے کام نہیں آئیں گی۔ آج کی چیزوں کی اہمیت اس وقت تک ہے جب تک معاملہ انسان اور انسان کے درمیان ہے۔ کل جب معاملہ اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ہو جائے گا، جب غیب کا پردہ پھٹ جائے گا تو یہ چیزیں اتنی بے وقعت ہو جائیں گی جیسے ان کا کوئی وجود ہی نہ ہو۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ﴾ ''سو ان کے اموال اور ان کی اولادیں آپ کو بھلی نہ لگیں درحقیقت اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتا ہے کہ ان کی وجہ سے انہیں دنیا کی زندگی میں عذاب دے اور ان کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ کافر ہی ہوں۔'' (التوبہ:55)

(3) اللہ تعالیٰ کے ہاں ایمان اور اعمال صالح کی قدر ہے۔ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۡ فَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ جَزَاۗءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ﴾ ''اور تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایسے نہیں ہیں جو تمہیں ہمارے قرب میں نزدیک کر دیں مگر جو ایمان لایا اور نیک عمل کیے تو یہی لوگ ہیں جن کے عمل کی بنا پر ان کی دوگنی جزا ہے اور وہ بلند و بالا عمارتوں میں پرامن ہوں گے۔'' (سبا:37) (4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے قریش کے لوگو! اپنی جانوں کو آگ سے بچا لو، اس لیے کہ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے مقابل میں کوئی نقصان یا کوئی نفع پہنچانے کی طاقت نہیں رکھتا۔۔۔۔ اے بنی عبدالمطلب کے لوگو! اپنے آپ کو آگ سے بچا لو، کیونکہ میں تمہیں کسی طرح کا ضرر یا نفع پہنچانے کا اختیار نہیں رکھتا، اے فاطمہ بنت محمد! اپنی جان کو جہنم کی آگ سے بچا لے، کیونکہ میں تجھے کوئی نقصان یا نفع پہنچانے کا اختیار نہیں رکھتا، تم سے میرا رحم (خون) کا رشتہ ہے سو میں احساس کو تازہ رکھوں گا۔'' (ترمذی:3185)

(5) ﴿وَاُولٰۗىِٕكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ﴾ ''اور وہی لوگ آگ کا ایندھن ہیں'' حق کا انکار کرنا اور کفر کرنا انسان کو دوزخ کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایندھن بناتا ہے۔

﴿كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ

''جیسے فرعون کی قوم کا اوران سے پہلوں کا حال ہوا جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے

بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾

گناہوں کے باعث پکڑ لیا اور اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے'' (11)

سوال: اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے والوں کے انجام کی وضاحت ﴿كَدَاْبِ ... شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ﴾ ''جیسے فرعون کی قوم کا حال ہوا'' آل فرعون اور ان سے پہلے لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کو، اس کے طریق کار کو نہیں مانا۔ انہوں نے رسولوں کی تعلیمات کو ماننے سے انکار کیا اور ان سے دشمنی رکھی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے گناہوں کے بدلے میں پکڑ لیا۔

(2) ﴿وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''اور ان سے پہلوں کا'' پہلوں سے مراد پہلی امتیں ہیں مثلاً قوم نوح، قوم ہود، قوم شعیب وغیرہ۔

(3) ﴿كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا﴾ ''جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا'' آیات کو جھٹلانے سے مراد آیات کا انکار کرنا، ان کو غلط ثابت کرنا، ان کو اپنے لیے ضروری خیال نہ کرنا اور انہیں قابل عمل نہ سمجھنا ہے۔

(4) ﴿فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے گناہوں کے باعث پکڑ لیا'' اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر اور آیات کو جھٹلانے کے سبب انہیں پکڑ لیا تھا۔ (5) آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ کفار کے مال اور اولاد کام نہ آسکیں گے بلکہ انہیں ہلاک کر کے عذاب میں مبتلا کر دیا جائے گا جیسا کہ فرعونیوں اور ان سے پہلے لوگوں کا حال ہوا جو اللہ تعالیٰ کے پاس سے آیات اور روشن دلائل لانے والے انبیاء کرام کی تکذیب کرتے رہے۔ (المصباح المنیر: 590/1)

(6) ﴿وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے فرعون اور آل فرعون کے انجام سے اپنے ﴿شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ یعنی سخت عذاب والا ہونے کا شعور دلایا ہے۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے غرق کر دیا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلاتے تھے۔ (7) اللہ تعالیٰ کی پکڑ نہایت سخت اور دردناک ہے، کوئی چیز اس سے چھپ نہیں سکتی، وہ ہر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چیز پر غالب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

﴿قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ۭ

''آپ ان لوگوں سے کہہ دو جنہوں نے کفر کیا عنقریب تم مغلوب کیے جاؤ گے اور جہنم کی طرف اکٹھے کیے جاؤ گے

وَبِئْسَ الْمِهَادُ﴾

اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے''(12)

سوال: کافروں کے لیے دنیا اور آخرت میں ذلت ہے، اس کی وضاحت ﴿قُلْ...الْمِهَادُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''آپ ان لوگوں سے کہہ دو جنہوں نے کفر کیا'' نبی ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ ﷺ کافروں سے کہہ دیں۔ یہاں کافروں سے مراد یہود مدینہ بنو قینقاع ہیں۔ (ایسر التفاسیر:159)

(2)﴿سَتُغْلَبُوْنَ﴾ ''عنقریب تم مغلوب کیے جاؤ گے'' دنیا میں بھی تم مغلوب کیے جاؤ گے، تمہارا زور ٹوٹ جائے گا، لشکر بے کار رہ جائیں گے اور تم ذلیل ہو گے۔

(3)﴿وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ﴾ ''اور جہنم کی طرف اکٹھے کیے جاؤ گے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے'' اپنی موت کے بعد تم جہنم میں اکٹھے کیے جاؤ گے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔ تم آخرت میں بھی ذلیل ہو گے۔ یہ تمہارے کفر، عناد اور حق کو پہچاننے کے بعد انکار کی بناء پر ہے۔

(4) عاصم بن قتادہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جنگ بدر کے حالات و واقعات سے فارغ ہونے کے بعد جب مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ نے بنو قینقاع کے بازار میں یہودیوں کو جمع کیا اور فرمایا: ''اے یہودیو! مسلمان ہو جاؤ کہ تمہیں بھی قریشیوں کی سی سزا اور ذلت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔'' انہوں نے جواب دیا: اے محمد ﷺ! تو ہمیں اپنے ساتھیوں کی طرح خیال کرتا ہے اور تجھے وہ معرکہ گھمنڈ میں نہ ڈال دے جس میں تو نے فنون جنگ سے نابلد چند لوگوں کو ہرا دیا تھا، یہ تو تجھے ان کے مقابلے میں ایک دن مل گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر ہم سے لڑائی ہوئی تو بتا دیں گے کہ ہم جنگجو ہیں اور ہم جیسوں سے تو نے کبھی پنجہ آزمائی نہ کی ہو گی تو اللہ تعالیٰ نے ﴿قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ تا ﴿لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ﴾ آیات نازل فرما دیں۔ (تفسیر طبری:261/3)

(5) کافروں کی مغلوبیت کی پیشین گوئی جلد پوری ہو گئی۔ بنو قینقاع اور بنو نضیر جلا وطن کیے گئے اور بنو قریظہ قتل کیے گئے پھر خیبر فتح کر کے تمام یہودیوں پر جزیہ عائد کر دیا گیا۔ (فتح القدیر)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6)اس آیت میں مومنوں کی مدد اور فتح کی جانب اشارہ ہے اور کافروں کے لیے تنبیہ ہے۔اللہ تعالیٰ نے یہودی اور عیسائی کافروں کے خلاف مومنوں کی مدد فرمائی۔وہ قیامت تک مدد فرماتا رہے گا۔اس میں عبرت ہے اور قرآن کی ایسی نشانی ہے جو آنکھوں سے دیکھی جاسکتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کافر دنیا میں مغلوب ہونے کے ساتھ ساتھ قیامت کے دن جمع کر کے جہنم کی طرف ہانک دیے جائیں گے جو برا ٹھکانہ ہے اور ان کے بداعمال کا برا بدلہ ہے۔

(7)﴿سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ﴾ ''عنقریب تم مغلوب کیے جاؤ گے اور جہنم کی طرف اکٹھے کیے جاؤ گے'' یہ الفاظ انسان کو اس کی سرکشی کے بارے میں سوچنے پر مجبور کرتے ہیں۔کفر حق کو چھپانا بھی ہے اور سرکشی کا رویہ بھی،مغلوبیت کے ساتھ جہنم کی طرف اکٹھے کیے جانے کے الفاظ سے انسان سرکشی کی وجوہات پر غور وفکر کر کے سرکشی چھوڑنے کے لیے اندر سے مجبور ہو جاتا ہے۔﴿وَبِئْسَ الْمِهَادُ﴾ ''اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے'' کے الفاظ تو مہر ثبت کر دیتے ہیں اور انسان اگر شعور سے کام لینے والا ہو تو کفر چھوڑنے کا فیصلہ کر لیتا ہے۔

﴿قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى

''یقیناً تمہارے لیے ان دو گروہوں میں ایک نشانی تھی جو ایک دوسرے کے مقابلے میں آئے۔ایک گروہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑ رہا تھا

كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ

اور دوسرا گروہ کافر تھا،وہ کھلی آنکھوں سے انہیں اپنے سے دوگنا دیکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی مدد سے قوت

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ﴾

پہنچاتا ہے۔بلاشبہ اس میں یقیناً اہل بصیرت کے لیے بڑی عبرت ہے''(13)

سوال1: یہود کو غزوہ بدر سے عبرت حاصل کرنے کی ترغیب کیسے دی گئی ہے،اس کی وضاحت ﴿قَدْ كَانَ ... لِّاُولِي الْاَبْصَارِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ﴾ ''یقیناً تمہارے لیے ان دو گروہوں میں ایک نشانی تھی'' یعنی اے یہودیو! یقیناً تمہارے لیے غزوہ بدر میں عظیم عبرت تھی۔اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا ہے کہ وہ اپنے دین کو غالب کرے گا،اپنے کلمے کو سر بلند کرے گا اور اپنے رسول اور مومنوں کی مدد کرے گا۔

(2)﴿فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا﴾ ''دو گروہوں میں جو ایک دوسرے کے مقابلے میں آئے'' یہ معاملہ غزوہ بدر میں ہوا تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مجاہد نے کہا: اس سے مراد محمد ﷺ اور ان کے اصحاب اور مشرکین قریش ہیں جو بدر کے دو گروہ ہیں۔ (جامع البیان: 217/3)

(3) ﴿فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''ایک گروہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑ رہا تھا'' اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جن کی تعداد 313 تھی جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اور اللہ تعالیٰ کے کلمے کو بلند کرنے کے لیے لڑ رہے تھے۔ سعید بن جبیر اللہ عزوجل کے قول ﴿فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں: اس سے مراد ہے اللہ عزوجل کی اطاعت میں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم: 605/2)

(4) ﴿وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ﴾ ''اور دوسرا گروہ کافر تھا'' اس سے مراد مشرکین قریش ہیں جن کی تعداد 1000 کے قریب تھی جو طاغوت کے راستے میں لڑ رہے تھے۔

(5) کافروں اور مومنوں میں اخلاقی اعتبار سے واضح فرق تھا۔ کافروں کے لشکر میں شراب کے دور چل رہے تھے، ناچنے اور گانے والی لونڈیاں آئی ہوئی تھیں اور خوب داد عیش دی جا رہی تھی جبکہ مسلمانوں کے لشکر میں پرہیز گاری، خدا خوفی اور انتہا درجے کا نظم وضبط ان کی نمازوں کے ذریعے پتہ چل رہا تھا۔ بات بات پر اپنی قوت کا نہیں اللہ تعالیٰ کا نام تھا اور اسی کے آگے دعائیں اور التجائیں تھیں۔

(6) ﴿يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ﴾ ''وہ کھلی آنکھوں سے انہیں اپنے سے دوگنا دیکھتے تھے'' مومن اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ کافر تعداد میں ان سے بہت زیادہ ہیں۔ یہ اضافہ تین گنا سے زیادہ تھا لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کافروں پر فتح سے نوازا۔

(7) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے مشرکوں کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ وہ ہم سے دوگنا ہیں اور ہم نے پھر انہیں دیکھا تو یوں نظر آیا کہ تعداد میں ہمارے برابر ہیں، ان میں ایک آدمی بھی زیادہ نہیں ہے، یہی معنی ہیں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے، رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ﴾ ''اور جب تم مقابل ہوئے، وہ ان کو تمہاری آنکھوں میں کم دکھاتا تھا اور تمہیں ان کی نگاہوں میں بہت کم کرتا تھا۔'' (الانفال: 44) (تفسیر طبری: 265/3) یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مومنوں کی مدد تھی کہ وہ ظاہری طور پر کھلی آنکھوں سے کفار کو دوگنا دیکھنے کے باوجود مشرکین کی تعداد کو کم محسوس کر رہے تھے۔ اس وجہ سے بھی مسلمان حوصلے میں تھے۔

(8) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر والے دن ہمیں مشرکین کی تعداد اس قدر کم معلوم ہوئی کہ میں نے اپنے پاس کے ایک شخص سے کہا کہ یہ لوگ تو کوئی ستر ہوں گے۔ اس نے کہا، نہیں نہیں سو ہوں گے۔ جب ان میں سے ایک شخص پکڑا گیا تو اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے مسلمانوں کو یہ معلوم ہوا کہ مشرکین ہم سے دوگنے ہیں۔(تفسیر ابن کثیر:395/1)

(9) اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿يَرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ﴾ ''وہ کھلی آنکھوں سے انہیں اپنے سے دوگنا دیکھتے تھے'' کے معنی یہ بھی ہیں کہ مشرکین جنگ بدر کے دن مسلمانوں کو اپنے سر کی آنکھوں سے اپنے سے دوگنا دیکھ رہے تھے اور اس طرح مسلمانوں کی تعداد کے دیکھنے کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی فتح ونصرت کا سبب بنا دیا۔(المصباح المنیر :592/1)

(10) جب دونوں گروہ آمنے سامنے آئے تو مسلمانوں کو مشرک زیادہ معلوم ہوئے تا کہ انہیں اپنی کمی کا یقین ہو جائے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں اور اسی کی طرف متوجہ رہیں اور مشرکوں کو مسلمان زیادہ معلوم ہوئے تا کہ وہ مرعوب ودہشت زدہ ہو جائیں اور ان کی گھبراہٹ اور پریشانی میں اضافہ ہو جائے، پھر جب لڑائی چھڑ گئی تو ہر گروہ دوسرے گروہ کو کم معلوم ہونے لگا تا کہ ہر ایک دل بھر کر اپنے اپنے ارمان نکال لے، اللہ تعالیٰ حق وباطل میں امتیاز پیدا کر دے، ایمان کفر پر غالب آجائے اور مومنوں کو عزت اور کافروں کو ذلت نصیب ہو۔(السراج المنیر :204/1)

(11) ﴿وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی مدد سے قوت پہنچاتا ہے'' اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی مدد کی تو انہوں نے کفار کو شکست دی، ان کے سرداروں کو قتل کیا اور بہت سے افراد کو قید کر لیا۔ اس لیے کہ جو اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا ہے اور جو کفر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے چھوڑ دیتا ہے۔

(12) ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ﴾ ''بلاشبہ اس میں یقیناً اہل بصیرت کے لیے بڑی عبرت ہے'' کامل عقل والے مومنوں اور کافروں کا فرق بھی دیکھ رہے تھے اور یہ بھی کہ جن لوگوں کی مدد کی گئی ہے وہ حق پر ہیں اور دوسرے باطل پر ہیں۔ ظاہری معاملات کو دیکھنے والا یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ چھوٹی جماعت اتنی بڑی جماعت پر غالب نہیں آسکتی۔ اہل بصیرت ایمان اور توکل علی اللہ کی وجہ سے بصارت سے نظر نہ آنے والے اسباب کے پیچھے عظیم سبب دیکھتے ہیں وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کافروں کے خلاف اپنے بندوں کی مدد کرتا ہے۔

سوال 2: غزوۂ بدر سے کیا اسباق ملتے ہیں؟

جواب: غزوۂ بدر سے یہ سبق ملتا ہے کہ (1) جو لوگ اللہ تعالیٰ کی قوت سے غافل ہوتے ہیں اور اپنے اسلحے اور افرادی قوت پر پھولے نہیں سماتے انہیں اللہ تعالیٰ کیسے شکست دلواتے ہیں۔ وہ دیکھ لیں کہ چند مفلس مہاجرین اور مدینے کے کاشتکاروں کی چھوٹی سی جماعت سے قریش کے مضبوط قبیلے کو جو عرب کا سرتاج تھا اللہ تعالیٰ نے کیسے شکست دلوائی۔

(2) غزوۂ بدر سے یہ سبق ملتا ہے کہ اس جہان میں قوت والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ انسان کی قوت اللہ تعالیٰ کے مقابلے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

(3)اس سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے فتح دے دے اور جسے چاہے شکست دے دے۔

﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ

''لوگوں کے لیے نفسانی خواہشات کی محبت خوش نما بنادی گئی، جو عورتیں اور بیٹے اور سونا چاندی کے جمع کیے ہوئے

الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ

خزانے اور نشان زدہ گھوڑے اور مویشی اور کھیتی ہیں۔ یہ سب دنیا کی زندگی کا سامان ہیں

الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ﴾

اور اللہ تعالیٰ کے پاس بہت اچھا ٹھکانہ ہے''(14)

سوال1: لوگوں کے لیے جن خواہشات کو مزین کر دیا گیا ہے، ان کی وضاحت ﴿زُيِّنَ۔۔۔حُسْنُ الْمَاٰبِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ﴾ ''لوگوں کے لیے نفسانی خواہشات کی محبت خوش نما بنادی گئی'' اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ اس نے لوگوں کے لیے دنیا کی مرغوب چیزوں کی محبت مزین کر دی ہے۔ ان میں سے کچھ چیزوں کا خاص طور پر ذکر فرمایا ہے، باقی چیزیں ان کے بعد آتی ہیں۔

(2)﴿مِنَ النِّسَآءِ﴾ ''عورتیں'' اللہ تعالیٰ نے عورت میں مرد کے لیے رغبت رکھی ہے۔

(3)اللہ تعالیٰ نے عورت کے پاس ہی سکون رکھ دیا ہے جیسا کہ فرمایا:﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ ''اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری جنس ہی سے بیویاں پیدا کیں تا کہ تم ان سے سکون حاصل کر سکو اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھ دی، بلاشبہ اس میں یقیناً ان لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔'' (الروم:21)(4)سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے عورتیں اور خوشبو بہت پسند ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔'' (نسائی:3391)

(5)سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے اپنے بعد مردوں کے لئے عورتوں کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فتنہ سے بڑھ کر نقصان دینے والا اور کوئی فتنہ نہیں چھوڑا۔'' (صحیح بخاری:5096)

(6) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دنیا متاع (کچھ وقت تک کے لیے فائدہ اٹھانے کی چیز) ہے اور دنیا کی بہترین متاع نیک عورت ہے۔'' (مسلم:3649)

(7) ﴿وَالْبَنِيْنَ﴾ ''اور بیٹے'' بیٹوں کی محبت کو انسان کے لیے اس لیے خوش نما بنا دیا گیا کہ بیٹوں کی محبت نسل کے تسلسل اور بقاء کے لیے ہوتی ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾ ''اور جان لو تمہارے اموال اور تمہاری اولاد واقعتاً آزمائش ہیں'' (الانفال:28) اور فرمایا: ﴿اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ﴾ ''یقیناً تمہاری بیویوں اور تمہاری اولادوں میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں سو ان سے ہوشیار رہو۔'' (التغابن:14)

(8) ﴿وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ﴾ ''اور سونا چاندی کے جمع کئے ہوئے خزانے'' سونا چاندی سے انسان محبت کرتے ہیں اسی لیے انہیں خزانوں کی صورت میں جمع کرتے ہیں۔

(9) سیدنا کعب بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دو بھوکے بھیڑیے جن کو بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیا جائے وہ اتنا نقصان نہیں پہنچاتے جتنا دین کو مال اور عزت کی حرص برباد کرتی ہے۔'' (جامع ترمذی:2376)

(10) سیدنا کعب بن عیاض رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہر امت کے لیے ایک فتنہ ہوتا ہے اور میری امت کا فتنہ مال ہے۔'' (جامع ترمذی:2336)

(11) ﴿وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ﴾ ''اور نشان زدہ گھوڑے'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس سے مراد چرنے والے، موٹے تازے اور خوب صورت (گھوڑے) ہیں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم:610/2) یہ قیمتی اور قابل قدر چیز سمجھے جاتے تھے۔

(12) مسند احمد میں سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے: گھوڑے تین طرح کے ہوتے ہیں۔ رحمن کا گھوڑا، انسان کا گھوڑا اور شیطان کا گھوڑا۔ رحمن کا گھوڑا وہ ہے جو فی سبیل اللہ باندھا جائے۔ اس کا گوبر، پیشاب اور لید سب کا اجر ہے۔ شیطان کا گھوڑا جس کے ذریعے ایک دوسرے پر فخر کیا جاتا ہے اور انسان کا گھوڑا جس پر لوگ سواری کرتے ہیں، جو اس کی ضروریات کو پورا کرتا ہے۔

(13) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر عربی گھوڑے کو (یہاں مخاطب عرب تھے) (اس لیے آپ نے عربی گھوڑا کہا، لیکن مقصود راہ جہاد میں کام آنے والے گھوڑے ہیں، اس لیے ہر عمدہ گھوڑے کو خواہ کسی بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ملک کا ہو جو جہاد کی نیت سے رکھا جائے اس دعا کی اجازت ہونی چاہئے) ہر صبح دو دعائیں کرنے کی اجازت دی جاتی ہے (وہ کہتا ہے) اے اللہ! اولاد آدم میں سے جس کی بھی سپردگی میں مجھے دے اور جس کو بھی مجھے عطا کرے مجھے اس کے گھر والوں اور اس کے مالوں میں سب سے زیادہ محبوب وعزیز بنادے یا مجھے اس کے محبوب گھر والوں اور پسندیدہ مالوں میں سے کردے۔" (نسائی:3609)

(14)﴿وَالْاَنْعَامِ﴾ "اور مویشی" مویشی جانوروں پر عرب کی معیشت کا انحصار تھا ان کی وجہ سے وہ ایک دوسرے پر فخر کیا کرتے تھے۔ رب العزت نے اسی لیے بندوں پر اپنے انعام کا تذکرہ فرمایا ہے۔﴿وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ۝ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ۭ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ "اور اس نے چوپائے پیدا کیے جن میں تمہارے لیے گرمی حاصل کرنے کا سامان ہے اور بہت سے فوائد بھی اور ان ہی میں سے تم کھاتے بھی ہو۔ اور ان میں تمہارے لیے جمال ہے جب شام کے وقت تم چرا کر لاتے ہو اور جب صبح کے وقت تم انہیں چرانے لے جاتے ہو۔ اور وہ تمہارے بوجھ اس شہر تک اٹھالے جاتے ہیں جہاں تم جانوں کی مشقت کے بغیر کبھی پہنچنے والے نہیں تھے۔ یقیناً تمہارا رب بہت نرمی کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔" (النحل:5-7)

(15)﴿وَالْحَرْثِ﴾ "اور کھیتی" کھیتوں کے ساتھ انسانی اور حیوانی زندگی کی بقا کا تعلق ہے۔ ان کی ضرورت تمام ضروریات سے بڑھ کر ہے۔ انسانوں اور حیوانوں کی خوراک ان ہی کھیتوں سے حاصل ہوتی ہے۔ اس لیے ان کی محبت کو دلوں کے اندر بسادیا گیا۔

(16)﴿ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ "یہ سب دنیا کی زندگی کا سامان ہیں" یہ مرغوبات دنیا کی زندگی کے لیے ضروری سامان ہیں، ہمیشہ کی اعلیٰ زندگی کا سامان نہیں ہیں۔ ان مرغوبات سے زیادہ قیمتی، زیادہ بلند اور زیادہ پاکیزہ مقصد آخرت کی کامیابی ہے۔

(17) سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ ایک چٹائی پر سو کر بیدار ہوئے تو آپ ﷺ کے پہلو مبارک پر نشان پڑے ہوئے تھے، ہم نے عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ! ہم آپ کے لیے بستر نہ بنادیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "میرا دنیا سے کیا تعلق؟ میں تو دنیا میں ایک سوار کی طرح ہوں (جو دوران سفر) کسی درخت کے سایہ میں ٹھہرتا ہے اور آرام کرنے کے بعد اسے چھوڑ کر (اپنی منزل کی طرف روانہ) ہو جاتا ہے۔" (جامع ترمذی:2377)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(18) دنیا اور اس میں جو کچھ ہے، پانی کی طرح ہے۔ اس میں انسان کا دل ایک کشتی کی طرح ہے۔ پانی جب تک کشتی کے نیچے اور ارد گرد رہے تو کشتی کے لئے مفید اور اس کے مقصد وجود کو پورا کرنے والا ہے۔ اگر پانی کشتی کے اندر داخل ہو جائے تو یہی کشتی کے غرق ہونے اور تباہی کا سامان ہو جاتا ہے۔ دنیا کا مال ومتاع جب تک انسان کے دل پر غالب نہ ہو اس کے لئے دین و دنیا میں مددگار ہے اور جس وقت اس کے دل پر چھا جائے تو دل کی بربادی ہے۔

(19) دنیا میں جو کچھ ہے قلیل ہے، زائل ہونے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے باقی رہنے والی نعمتوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔

(20) ﴿وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے پاس بہت اچھا ٹھکانہ ہے'' یعنی لوٹ کر جانے کی بہترین جگہ ہے۔ اس لیے دنیا سے وہ طلب نہ کرو جو ﴿حُسْنُ الْمَاٰبِ﴾ ''اچھا ٹھکانہ'' کو حرام کر دے۔ یا اللہ ایسے ﴿حُسْنُ الْمَاٰبِ﴾ کو ہمارے لیے حرام نہ کر دینا۔

(21) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''بے شک دنیا ملعون ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے وہ بھی ملعون ہے، سوائے اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس چیز کے جس کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے، یا عالم (علم والے) اور متعلم (علم سیکھنے والے) کے۔'' (ترمذی:2322)

سوال 2: خواہشات اور مرغوبات کی حقیقت واضح کریں؟

جواب: (1) اس آیت کے ذریعے خواہشات اور مرغوبات کے مزاج اور ان کی حقیقت کو سمجھا دیا گیا ہے۔

(2) خواہشات اور مرغوبات مستحب ہیں، مکروہ اور غلیظ نہیں ہیں۔

(3) انسان اپنی شہوتوں سے اندھی محبت کرتا ہے لیکن جب وہ حد اعتدال سے بڑھ جاتی ہیں تو ان کا غلام جانوروں سے قریب ہو جاتا ہے۔ (4) یہ آیت خواہشات اور مرغوبات کا تعلق بھی اللہ تعالیٰ کی ذات سے قائم کرتی ہے۔

(5) مرغوبات میں دلوں کو مائل کرنے کی صفت پائی جاتی ہے اس لیے دل ان کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ اس طرح لوگوں کی دو قسمیں ہو جاتی ہیں ایک طرف وہ لوگ ہیں جو مادی اشیاء کو ہی سب کچھ سمجھ بیٹھے ہیں۔ ان کی فکر، ان کے خیالات، ان کے اعمال، ان ہی مرغوبات کے لیے ہو کر رہ گئے ہیں۔ وہ اپنا مقصد زندگی بھول گئے ہیں۔ دنیا سے ان کا تعلق جانوروں کا سا ہے۔ وہ مرغوبات سے لذت لیتے ہیں لیکن یہ نہیں سوچتے کہ انہوں نے انہیں کیسے حاصل کیا اور کہاں خرچ کیا۔ ایسے لوگوں کے لیے دنیا عذاب کے مقام جہنم تک جانے کا سبب بن جاتی ہے، دوسری طرف وہ لوگ ہیں جنہوں نے مرغوبات کا اصل مقصد سمجھ لیا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہیں تاکہ یہ دیکھا جائے کہ کون اپنی خواہشات اور لذتوں پر اللہ تعالیٰ کی رضا کو ترجیح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیتا ہے۔انہوں نے دنیا کو آخرت حاصل کرنے کا ذریعہ بنالیا۔وہ دنیا سے اس طرح فائدہ اٹھاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کے لیے مددگار ثابت ہو۔ان کے جسم،ان لذتوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں لیکن اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے میں مددگار ہوں۔ان کے جسم تو ان کے ساتھ ہوتے ہیں مگر دل ان سے دور ہوتے ہیں کیونکہ یہ سب کچھ دنیا کی زندگی کا تھوڑا سا سامان ہے۔

(6)اللہ تعالیٰ کی ذات سے ایک روحانی تعلق کے ذریعے سے انسان کو یہ احساس دلایا گیا ہے کہ مرغوبات کا استعمال بھی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہوگا۔

(7)اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کی محبت طبعی طور پر انسان کے دل میں ڈال دی ہے،جس میں بے شمار حکمتیں ہیں:اگر انسان طبعی طور پر ان چیزوں کی طرف مائل اور ان سے محبت کرنے والا نہ ہوتا تو دنیا کا سارا نظام درہم برہم ہوجاتا،دنیا کی بقا کا انحصار اس پر تھا کہ لوگوں میں فطری طور پر ان چیزوں کی محبت پیدا کردی جائے تاکہ وہ ان چیزوں کے مہیا کرنے اور باقی رکھنے کی فکر میں پڑ جائیں۔

(8)اگر خواہشات کی محبت ورغبت انسان کے دل میں نہ ہوتو اس کو آخرت کی نعمتوں کا ذائقہ ہی معلوم نہیں ہوگا نہ ہی ان میں رغبت ہوگی پھر نیک اعمال کی کوشش کرکے جنت حاصل کرنے کی اس کو کیا ضرورت ہوگی؟اور برے اعمال چھوڑ کر دوزخ سے بچنے کی کیا فکر ہوگی؟

سوال3:دنیا میں انسان کی خواہشات کے ذریعے اس کا امتحان لیا جاتا ہے،واضح کریں؟

جواب:(1)دنیا امتحان کی جگہ ہے اور یہاں کی چیزوں میں انسان کے لیے کشش رکھی گئی ہے۔اللہ تعالیٰ یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ کون ہے جو ظاہر سے اوپر اٹھ کر آخرت کی ان دیکھی چیزوں کو اپنی توجہ کا مرکز بناتا ہے؟

(2)اور کون ہے جو ظاہری کشش سے متاثر ہوکر دنیا کی چیزوں میں کھوجاتا ہے؟

(3)دنیا میں انسان اپنے اور اپنے بچوں کے مستقبل کی تعمیر میں اتنا مشغول ہوجاتا ہے کہ اسے یاد ہی نہیں رہتا کہ دنیا سے آگے بھی کوئی مستقبل ہے جس کی تعمیر کی اسے فکر کرنی چاہئے۔

(4)دنیا میں انسان کو اپنا گھر آباد کرنا اتنا محبوب ہوجاتا ہے کہ اسے یاد ہی نہیں رہتا کہ اس کے سوا بھی کوئی گھر ہے جسے آباد کرنے کے لیے مجھے مصروف ہونا چاہئے۔

(5)دنیا میں دولت سمیٹنا اور جائیدادیں بنانا انسان کو اتنا قیمتی لگتا ہے کہ وہ سوچ ہی نہیں سکتا کہ اس کے سوا بھی کوئی دولت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے جس کو حاصل کرنے کے لیے اسے اپنے آپ کو وقف کرنا چاہیے۔

سوال 4: خواہشات کی محبت کے بارے میں اسلام نے کیا راہ نمائی کی ہے؟

جواب: (1) ایسی حدود کے اندر رہ کر خواہشات پوری کی جائیں جن سے نفس کی تعمیر ہو۔

(2) خواہشات کی محبت کی وجہ سے زندگی کی نشوونما ہو۔

(3) انسان خواہشات کی محبت سے اللہ تعالیٰ کی رضا چاہے۔

(4) خواہشات کی محبت میں بھی انسان کا مقصد آخرت کے گھر کا حصول ہو۔

(5) انسان خواہشات کی محبت میں غرق ہو کر نہ رہ جائے۔

(6) اسلام نے شہوت ولذت اور اخلاقی بلندی و پاکیزگی میں توازن پیدا کیا ہے اور حد اعتدال میں اجازت دی ہے۔

(7) ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت خیال کرتے ہوئے ذریعہ آخرت بنایا جائے اور شریعت کی حدود میں رہ کر ان سے فائدہ اٹھایا جائے تو یہ مذموم اور مبغوض نہیں بلکہ پسندیدہ ہیں۔ اصل چیز نیت اور اعمال ہیں۔

﴿قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ۭ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ

"آپ کہہ دیں کیا میں تمہیں ان سب سے بہتر نہ بتاؤں؟ پرہیزگاروں کے لیے ان کے رب کے پاس جنتیں ہیں جن کے

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ۭ

نیچے نہریں بہتی ہیں، اس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں، اور نہایت پاک صاف بیویاں ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے

وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ﴾

اور اللہ تعالیٰ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے" (15)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: مسند احمد میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ سے حُسْنُ الْمَاٰبِ﴾ تک تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ جب کہ تو نے اسے زینت دے دی تو اس کے بعد کیا؟ اس پر یہ آیت اتری کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے کہہ دیجئے کہ میں تمہیں اس سے بہترین چیزیں بتاتا ہوں۔ (تفسیر ابن کثیر: 397/1)

سوال 2: پرہیزگاروں کی جزا دنیا کی نعمتوں سے زیادہ بہتر ہے، اس کی وضاحت ﴿قُلْ ... بِالْعِبَادِ﴾ کی روشنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ﴾ ''آپ کہہ دیں کیا میں تمہیں ان سب سے بہتر نہ بتاؤں؟'' یعنی اے محمد ﷺ! لوگوں سے کہہ دیں کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جو ان تمام چیزوں سے عورتوں، بیٹوں، مال اور جائیداد وغیرہ سے زیادہ بہتر ہے۔

(2)﴿لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ ''پرہیز گاروں کے لیے ان کے رب کے پاس جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں'' جو لوگ اپنے رب سے ڈر گئے اور جنہوں نے شرک کو اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کو چھوڑ دیا، انہوں نے اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کی اور اس کے عذاب کے خوف سے اس کی نافرمانی سے رکے، ایسے پرہیز گاروں کے لیے جنت ہے جو دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔ وہاں ان کے محلات اور درختوں کے نیچے سے نہریں بہیں گی۔ یہ دودھ، شہد، شراب اور شفاف پانی کی نہریں ہوں گی۔

(3)﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَا﴾ ''اس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں'' یعنی وہ اس میں رہیں گے تو اس کے بعد کبھی وہاں سے نکالے نہیں جائیں گے۔

(4)﴿وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ﴾ ''اور نہایت پاک صاف بیویاں ہیں'' جو حیض، منی، بول اور ہر طرح کے ظاہری و باطنی عیب اور نجاست سے پاک ہوں گی۔

(5)﴿وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے'' اللہ عزوجل کی رضا ساری نعمتوں سے بڑھ کر ہے جیسا کہ فرمایا:﴿وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی تھوڑی سی رضامندی سب سے بڑی ہے۔'' (التوبہ:72)

(6) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اہل جنت سے پوچھے گا کہ کیا تم لوگ خوش ہو گئے؟ تو اہل جنت کہیں گے: ہم کیوں نہ خوش ہوتے؟ تو نے تو ہمیں وہ کچھ دیا ہے جو کسی کو بھی نہیں دیا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں تمہیں اس سے بھی افضل چیز دیتا ہوں۔ میں تمہیں اپنی رضامندی دیتا ہوں ایسی رضامندی جس کے بعد تم پر کبھی بھی ناراض نہیں ہوں گا۔'' (صحیح مسلم:7140)

(7) سیدنا سہل رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''جنت میں ایک کوڑے جتنی جگہ دنیا اور اس میں جو کچھ ہے سب سے بہتر ہے۔'' (بخاری:6415)

(8)﴿وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دیکھتا ہے اور ان کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اچھی بری صفات کی خبر رکھتا ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دیکھتا ہے کہ کون نعمتوں کو پا کر اطاعت کا رویہ اختیار کرتا ہے اور کون نافرمانی کرتا ہے؟ اللہ تعالیٰ بصیر ہے اس لیے وہ اپنے بندوں کو ان کے حق کے مطابق اجر دے گا۔

سوال 3: جو شخص ہمیشہ کی زندگی کو اپنی توجہ کا مرکز بنائے اس کی زندگی کیسی ہوگی؟

جواب: (1) جو شخص ہمیشہ کی زندگی کو اپنی توجہ کا مرکز بنائے دنیا کی رونقیں اس کی نظر میں حقیر ہو جائیں گی۔

(2) اس کا دل اس یقین سے بھر جائے گا کہ آخرت کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

(3) ایسا شخص اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرے گا۔(4) ایسا شخص آخرت کے لیے زیادہ حریص بن جائے گا۔

(5) ایسا شخص معاملات میں اپنی خواہشات کے پیچھے نہیں بھاگے گا۔

(6) ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے عدل کو سامنے رکھ کر اپنا رویہ متعین کرے گا۔

(7) ایسے شخص کے قول اور عمل میں فرق نہیں ہوگا۔(8) ایسے شخص کا مال اللہ تعالیٰ کے لیے وقف ہو جائے گا۔

(9) اللہ تعالیٰ کی راہ میں جتنی بھی مشکلات آئیں ایسا شخص پوری استقامت کے ساتھ اس راستے پر قائم رہے گا۔

(10) اس کا دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے پگھلے گا۔(11) اس کی تنہائیاں رب کی محبت میں بسر ہوں گی۔

(12) اس کے پاس اس کے سوا کہنے کے لیے کچھ نہیں ہوگا کہ اے میرے اللہ! مجھے معاف کر دے۔

﴿اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا

''وہ لوگ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! بلاشبہ ہم ایمان لائے سو ہمارے لیے ہمارے گناہ بخش دے

وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾

اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا لے''(16)

سوال: تقویٰ والوں کی دعا کی وضاحت ﴿اَلَّذِيْنَ...النَّارِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے جن تقویٰ والوں سے اجر و ثواب کا وعدہ کیا ہے ان کے بارے میں فرمایا: ﴿اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا﴾ ''وہ لوگ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! بلاشبہ ہم ایمان لائے'' تقویٰ والے سب سے پہلے اپنے ایمان کا اقرار کرتے ہیں اور قبولیت کی گھڑیوں میں یہ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم دل میں راسخ یقین کے ساتھ اس پر ایمان لائے جو آپ نے اپنے رسولوں پر نازل کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)ایمان عقل پر نگہبان اور بدنی اعمال پر غالب رہتا ہے جس کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نہیں پھرتا الا یہ کہ نادانی یا بھول چوک ہو جائے۔

(3)ایمان کی وجہ سے توبہ کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ﴾ ''اللہ تعالیٰ پر توبہ کا قبول کرنا صرف انہی کے لیے ہے جو نادانی سے برائی کرتے ہیں پھر جلد ہی اس سے توبہ کرتے ہیں۔'' (النساء:17) ﴿وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى﴾ ''اور بلاشبہ جس شخص نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے، پھر سیدھی راہ پر چلا، تو یقیناً میں بہت بخشنے والا ہوں۔'' (طٰہٰ:82)

(4)﴿فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ ''سو ہمارے لیے ہمارے گناہ بخش دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے'' متقی دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ تعالیٰ! ہمارے ایمان کی بدولت ہمارے گناہ معاف فرما دیجئے۔اپنی رحمت سے ہماری خطائیں معاف فرما دیجئے اور ہمیں گناہوں کے برے نتائج یعنی جہنم کی آگ سے بچا لیجئے۔

(5)ایمان لانے کے بعد انسان کو گناہوں کی بخشش کی فکر لاحق ہو جاتی ہے کیونکہ ایمان لانے کے بعد ہی انسان کو یہ احساس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اعمال صالحہ کی جزا اور گناہوں کی سزا ملے گی۔اس لیے اسے گناہوں کی بخشش کی فکر لاحق ہو جاتی ہے تاکہ وہ آگ کے عذاب سے بچ سکے۔

(6)اس آیت میں جنت الفردوس کے وارث ہونے والے متقیوں کی صفت ایمان، خشیت اور ان کی دعا کا ذکر کیا گیا۔

(7)اس آیت سے رات کے آخری حصے میں استغفار کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔نبی ﷺ نے فرمایا:''ہمارا رب ہر رات آسمان دنیا پر آخری تہائی رات میں اترتا ہے اور کہتا ہے:''کون ہے جو مجھے پکارے کہ میں اس کی دعا قبول کرلوں؟ کون ہے جو مجھ سے مانگے کہ میں اسے عطا کردوں؟ اور کون ہے جو مجھ سے مغفرت مانگے کہ میں اسے بخش دوں؟'' (ترمذی:3498)

﴿الصّٰبِرِيْنَ وَ الصّٰدِقِيْنَ وَ الْقٰنِتِيْنَ وَ الْمُنْفِقِيْنَ وَ

''وہ صبر کرنے والے اور سچ بولنے والے اور فرماں برداری کرنے والے اور خرچ کرنے والے اور

الْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ﴾

سحری کے اوقات میں بخشش مانگنے والے ہیں'' (17)

سوال1:تقویٰ والوں کی صفات کمال کی وضاحت ﴿الصّٰبِرِيْنَ ... بِالْاَسْحَارِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)اس آیت میں متقیوں کی جن صفات کمال کا تذکرہ ہے وہ صبر،صداقت،قنوت،انفاق اور سحری کے وقت استغفار ہیں۔

(2)﴿اَلصّٰبِرِيْنَ﴾''وہ صبر کرنے والے''جو اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے کاموں پر کاربند رکھتے ہیں،اس کی ناراضگی کے کاموں یعنی گناہوں سے بچنے کے لیے استقامت اختیار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق پیش آنے والے مصائب اور مشکلات پر صبر کرتے ہیں۔

(3)صبر سے انسان کے اندر تین بنیادی خصوصیات پیدا ہوتی ہیں:(i)ثابت قدمی۔(ii)مشکلات میں بھی اللہ تعالیٰ کے دین پر قائم رہنا۔(iii)انسان کا اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہوجانا کہ یہ میرے بارے میں میرے رب کا فیصلہ ہے۔

(4)﴿وَالصّٰدِقِيْنَ﴾''اور سچ بولنے والے''جو اپنے ایمان،اقوال اور حالات میں سچے ہیں۔صدق انسان کو نیکی کا راستہ دکھاتا ہے اور نیکی جنت تک لے جاتی ہے۔(5)﴿وَالْقٰنِتِيْنَ﴾''اور فرماں برداری کرنے والے''قتادہ اور ربیع بن انس نے کہا:''جو دل کی خوشی سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں۔''(ابن ابی حاتم)(i)قنوت سے مراد ہے اطاعت پر ہمیشگی اختیار کرنا۔(ii)اللہ تعالیٰ کے لیے خشوع وخضوع کے ساتھ دل کو جھکائے رکھنا۔(iii)قنوت عبادت کی روح اور خلاصہ ہے۔(iv)قنوت کے بغیر عبادت بے روح اور بے ثمر درخت ہے۔

(6)﴿وَالْمُنْفِقِيْنَ﴾''اور خرچ کرنے والے''جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں،ضرورت مندوں کو بھی دیتے ہیں اور دین کی حفاظت کے کاموں میں بھی خرچ کرتے ہیں۔انفاق سے مراد اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال خرچ کرنا ہے خواہ وہ واجب نفقہ ہو یا مستحب۔انفاق نیکی کے تمام کاموں میں ہوتا ہے جس پر شارع نے رغبت دلائی ہو۔

(7)﴿وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ﴾''اور سحری کے اوقات میں بخشش مانگنے والے ہیں''اس سے مراد رات کے آخری حصے میں تہجد ادا کرنا اور کثرت سے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنا ہے۔

(8)قرآن مجید میں متعدد سورتوں میں راتوں کو اٹھنے اور پچھلے پہر نمازوں اور دعاؤں میں مشغول ہونے کی فضیلت اور ترغیب مذکور ہے۔سورۃ الذاریات میں فرمایا:﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ(۱۵)اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ(۱۶)كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ(۱۷)وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ(۱۸)﴾''یقیناً پرہیزگار باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔لینے والے ہوں گے جو کچھ اُن کا رب اُنہیں دے گا،یقیناوہ اس سے پہلے ہی نیکی کرنے والے تھے۔رات کو وہ بہت کم سویا کرتے تھے۔اور سحری کے اوقات میں وہ بخشش مانگا کرتے تھے۔''

(الذاریات:15-18)(تفسیر انوار البیان:451/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(9) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہمارا پروردگار بلند برکت والا ہے ہر رات کو اس وقت آسمان دنیا پر آتا ہے جب رات کا آخری تہائی حصہ رہ جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے کوئی مجھ سے دعا کرنے والا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں، کوئی مجھ سے مانگنے والا ہے کہ میں اسے دوں، کوئی مجھ سے بخشش طلب کرنے والا ہے کہ میں اس کو بخش دوں۔'' (بخاری:1145)

(10) سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''رب تعالیٰ اپنے بندے سے سب سے زیادہ قریب رات کے آخری نصف حصے کے درمیان میں ہوتا ہے، تو اگر تم ان لوگوں میں سے ہو سکو جو رات کے اس حصے میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں تو ہو جاؤ (یعنی تہجد پڑھو)۔'' (ترمذی:3579)

(11) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رات کو تہجد پڑھتے رہتے اور اپنے غلام سیدنا نافع سے پوچھتے کیا: سحر ہو گئی؟ جب وہ کہتے: ہاں، تو آپ رضی اللہ عنہ صبح صادق کے نکلنے تک دعا و استغفار میں مشغول رہتے۔ سیدنا حاطب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سحری کے وقت میں نے سنا کہ کوئی شخص مسجد کے کسی گوشہ میں کہہ رہا ہے، اے اللہ تو نے مجھے حکم کیا میں بجالایا، یہ سحر کا وقت ہے مجھے بخشش دے، میں نے دیکھا تو وہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھے۔

(12) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہمیں حکم کیا جاتا تھا کہ ہم جب تہجد کی نماز پڑھیں، تو سحری کے آخری وقت ستر مرتبہ استغفار کریں اور اللہ تعالیٰ سے بخشش کی دعا کریں۔ (تفسیر ابن کثیر:398/1)

سوال 2: رات کے پچھلے پہر میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعائیں کون کرتا ہے؟

جواب: رات کے پچھلے پہر میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعائیں وہ کرتا ہے (1) جس کے لیے آخرت کی کامیابی اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول سب سے بڑا کام بن جائے۔

(2) جو اپنے آپ کو معمولی اور گناہ گار سمجھتا ہے اس لیے رب سے مغفرت کی درخواست کرتا ہے اور ایسا وقت منتخب کرتا ہے جب دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

سوال 3: رات کی آخری گھڑیوں میں استغفار کرنا انسان کے لیے کیسے بہت مفید ہو جاتا ہے؟

جواب: رات کی آخری گھڑیوں میں استغفار کرنا انسان کے لیے اس اعتبار سے بہت مفید ہو جاتا ہے کہ (1) یہ وقت پر سکون ہوتا ہے۔ (2) اچھے خیالات کا انسان کے دل و ذہن پر القاء ہوتا ہے۔

(3) اس میں انسانی نفس کے تصورات جاگ جاتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4) ایسے وقت میں انسان کی روح اور کائنات کی روح رب کائنات کے سامنے ایک ہوجاتی ہے۔

(5) ایسے وقت میں استغفار انتہائی عمدہ روحانی اثرات پیدا کرتی ہے۔

﴿شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ ؕ

''اللہ تعالیٰ نے اور فرشتوں نے اور اہل علم نے گواہی دی ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اس حال میں کہ وہ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾

انصاف پر قائم ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے''(18)

سوال: اللہ تعالیٰ کی توحید پر جو گواہی دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿شَهِدَ اللّٰهُ ... هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کی توحید پر خود اللہ تعالیٰ نے، اس کے فرشتوں نے اور اہل علم نے گواہی دی ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے اور فرشتوں نے اور اہل علم نے گواہی دی ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں'' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے توحید کا پختہ ترین ثبوت پیش کیا ہے وہ ہے اللہ عزوجل کی اپنی گواہی اور اس کی مخلوق میں سے معزز ترین افراد یعنی فرشتوں اور علماء کی گواہی۔ (تفسیر سعدی: 348/1)

(2) اللہ تعالیٰ نے جو کچھ پیدا کیا اور جو کچھ وحی کے ذریعے سے بیان کیا اس کے ذریعے اس نے اپنی وحدانیت کی شہادت دی ہے۔ (فتح القدیر) (3) اللہ تعالیٰ کی شہادت یہ ہے کہ اس نے توحید پر قطعی دلائل قائم فرمائے ہیں۔ اس عظیم اصول پر آفاق وانفس کے دلائل قائم ہیں۔

(i) اللہ تعالیٰ کا جو بندہ بھی توحید کا علم لے کر اٹھا ہے اس نے ہمیشہ توحید کا انکار کرنے والوں اور مشرکوں کے خلاف اس کی مدد کی ہے۔

(ii) اللہ تعالیٰ کے بندوں کو جو بھی نعمت حاصل ہے وہ اسی کی طرف سے ہے۔ اس کے سوا کوئی مشکلات کو دور نہیں کرسکتا۔

(iii) مخلوق کے تمام افراد عاجز ہیں جو نہ اپنے آپ کو نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان سے بچا سکتے ہیں اور نہ کسی اور کے نفع و نقصان پر اختیار رکھتے ہیں۔

(iv) یہ زبردست دلیل ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا واجب ہے اور اس کی عبادت

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

میں کسی کو شریک کرنا باطل ہے۔(تفسیر سعدی:348/1)

(4)﴿وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ﴾ ''اور فرشتوں اور اہل علم نے'' فرشتے اور اہل علم بھی توحید کی گواہی دیتے ہیں۔ فرشتوں کی گواہی کا علم ہمیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے بتانے سے ہوا ہے۔

(5)﴿وَاُولُوا الْعِلْمِ﴾ اہل علم سے مراد وہ لوگ ہیں جو کتاب اور سنت کا علم رکھتے ہیں۔(فتح القدیر)

(6)اہل علم کی گواہی اس لیے معتبر ہے کہ تمام دینی معاملات میں ان کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔خاص طور پر توحید کے معاملے میں۔

(7)علماء کا توحید پر اتفاق ہے۔انہوں نے لوگوں کو اس کی طرف دعوت دی ہے اور توحید تک پہنچنے کے راستے بتائے ہیں۔(تفسیر سعدی:349/1)

(8)اہل علم اپنے علم کی وجہ سے باقی ساری کائنات کے مقابلے میں اہم حیثیت رکھتے ہیں۔

(9)عقیدہ توحید پر اللہ تعالیٰ کی گواہی ہے جو ساری حقیقتوں کا براہ راست علم رکھتا ہے۔معتبر فرشتوں کی گواہی ہے کہ اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کا حکم نہیں چلتا۔مخلوقات میں سے جن کے پاس علم ہے ان کی گواہی ہے کہ ایک اللہ تعالیٰ اس پوری کائنات کی تدبیر اور انتظام کرنے والا ہے۔

(10)اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو منتخب کر کے اس عظیم معاملے میں شہادت دینے کے لیے مقرر کیا۔

(11)اللہ تعالیٰ،اس کے معزز فرشتوں،اہل علم اور انبیاء کی گواہیوں کی وجہ سے مخلوق پر واجب ہے کہ وہ اتنی عظیم گواہیوں والے حکم کو تسلیم کریں اور اس پر عمل کریں۔

(12)توحید پر عظیم گواہیوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سب سے زیادہ شرف والا کام توحید کا علم حاصل کرنا ہے۔

(13)امت مسلمہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے شہادت کے مقام پر فائز کیا ہے،اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ ''اور اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول تم پر گواہ ہو جائیں۔''(البقرہ:143)

(14)﴿قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ﴾ ''اس حال میں کہ وہ انصاف پر قائم ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنے افعال اور بندوں کے معاملات کے فیصلے کرنے میں ازل سے انصاف کے ساتھ متصف ہے۔امر و نہی میں بھی اس کا راستہ صراط مستقیم ہے،خلق و تقدیر میں بھی۔(تفسیر سعدی:349/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(15)﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ ''اس کے سوا کوئی معبود نہیں'' اس کے سوا کوئی رب نہیں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

(16)﴿الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ ''سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' وہ اپنے ملک اور اپنی خلق میں غلبہ رکھنے والا العزیز ہے اور اپنے تصرف میں الحکیم ہے، وہ کسی چیز کو اس کے اصل مقام سے ہٹا کر نہیں رکھتا۔

(17)یعنی وہ اس قدر غالب ہے کہ عظمت و کبریائی میں اس کی جناب کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا اور وہ اپنے تمام اقوال و افعال اور شرع و قدر میں حکمت والا ہے۔(المصباح المنیر:598/1)

﴿اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۗ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ

''یقیناً دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہے، اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی انہوں نے اختلاف نہیں کیا۔ مگر اس کے بعد کہ ان کے

مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۗ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾

پاس علم آ چکا آپس میں ضد کی وجہ سے اور جو اللہ تعالیٰ کی آیات سے کفر کرتا ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے''(19)

سوال: اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ دین کون سا ہے، اس کی وضاحت ﴿اِنَّ الدِّيْنَ ... سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ﴾ ''یقیناً دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہے'' اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اسلام ہی پسندیدہ دین ہے۔ وہ اسلام کے سوا کسی دین کو قبول نہیں فرمائے گا۔

(2)دین سے مراد ایسا نظام زندگی یا ضابطہ حیات ہے جسے انسان اس دنیا کے لیے یا دنیا و آخرت دونوں کے لیے بہتر سمجھ کر اختیار کرتا ہے۔(تیسیر القرآن:252/1)

(3)اسلام کا مطلب سر تسلیم خم کرنا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید اور اطاعت پر جس کی دعوت اس کے رسولوں نے دی، جس کی ترغیب اس کی کتابوں نے دی۔ اس کے سوا کوئی دین قبول نہیں۔

(4)اسلام میں یہ بھی شامل ہے کہ محبت، خوف، امید، انابت اور دعا خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لیے ہو اور اس مقصد کے لیے اس کے رسول ﷺ کی پیروی کی جائے۔ یہی تمام رسولوں کا دین ہے جو ان کی پیروی کرے گا وہ ان کے راستے پر ہوگا۔

(تفسیر منان:351)

(5)ہر نبی کے زمانے میں ان کا لایا ہوا دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل قبول تھا۔ سب سے آخر میں نبی ﷺ کا لایا ہوا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دین اسلام کہلایا جو قیامت تک باقی رہے گا۔رب العزت کا فرمان ہے:﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ﴾ ''اور جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے گا تو اس سے وہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔''
(آل عمران:85)

(6)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے کہ اس امت کا کوئی بھی یہودی اور نصرانی جو میری بات سنے،(شریعت) جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں (یعنی اسلام) اور وہ اس پر ایمان نہ لائے تو اس کا ٹھکانہ جہنم والوں میں سے ہوگا۔'' (صحیح مسلم:386)

(7)اہل کتاب اور مشرکین عرب کو آپ ﷺ نے دعوت دی۔آپ ﷺ نے اس آیت کے مطابق عرب وعجم کے تمام ملوک وامرا کو دعوتی خطوط لکھے۔

(8)﴿وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ﴾ ''اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی انہوں نے اختلاف نہیں کیا مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آچکا آپس میں ضد کی وجہ سے'' اہل کتاب کو ان کی کتابیں متحد ہو کر دین پر عمل کرنے کا حکم دیتی تھیں لیکن انہوں نے علم آجانے کے بعد ایک دوسرے پر زیادتی کرنے کے لیے باہم اختلاف کیا۔

(9)لوگوں کے باہمی اختلاف سے مراد ایک ہی دین کے ماننے والوں کے درمیان اختلاف ہے مثلاً یہودیوں کے اختلافات، عیسائیوں کی فرقہ بندیاں وغیرہ۔

(10)﴿بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ﴾ ''آپس میں ضد کی وجہ سے'' اس سے مراد ظلم اور حسد ہے۔یعنی اختلاف کی وجہ ضد ہے اور حسد اور تکبر کی نفسیات اسلام کی سچائی کا اعتراف نہیں کرنے دیتی۔اختلاف کی وجہ یہ نہیں ہے کہ حق واضح نہیں۔حق واضح ہوتا ہے لیکن اس کا اعتراف نہیں کرتے۔

(11)﴿وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ کی آیات سے کفر کرتا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جو نازل فرمایا ہے اس کا انکار کرے۔

(12)یہاں آیات سے مراد وہ آیات ہیں جو اسلام کے سچے دین ہونے پر گواہ ہیں۔

(13)﴿فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾ ''تو یقیناً اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ اسے اس کے بدلے میں سزا دے گا اور اپنی تکذیب پر اس کا محاسبہ فرمائے گا اور اپنی کتاب کی مخالفت پر سزا دے گا۔(المصباح المنیر:1/599)

(14)اللہ تعالیٰ نے اپنے سریع الحساب ہونے کا علم اس لئے دیا ہے کہ لوگ باہمی اختلافات چھوڑ دیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہاں ان کا حساب دینا ہے۔

﴿فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا

''پھر وہ لوگ اگر آپ سے جھگڑا کریں تو آپ کہہ دو کہ میں نے اور جنہوں نے میری پیروی کی اپنے چہرے کو اللہ تعالیٰ کے تابع کر دیا،

الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا

اور آپ ان لوگوں سے جو کتاب دیے گئے اور ان پڑھوں سے کہہ دیں: ''کیا تم تابع ہو گئے''؟ پھر اگر وہ تابع ہو جائیں تو یقینا

عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ﴾ ع 2 11 10

ہدایت پا گئے اور اگر وہ منہ موڑیں تو آپ کے ذمے صرف پیغام پہنچا دینا ہے، اور اللہ تعالیٰ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے'' (20)

سوال: توحید کے بارے میں جھگڑا کرنے والوں کو جو جواب دینے کا حکم دیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿فَاِنْ... وَمَنِ اتَّبَعَنِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِنْ حَآجُّوْكَ﴾ ''پھر وہ لوگ اگر آپ سے جھگڑا کریں'' یعنی باطل دلیلوں سے آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی توحید میں جھگڑیں۔

(2) ﴿فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ﴾ ''تو آپ کہہ دو کہ میں نے اپنے چہرے کو اللہ تعالیٰ کے تابع کر دیا'' یعنی آپ ان کو جواب میں کہہ دیں کہ میں نے اپنے تمام قلبی اور بدنی اعمال اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ کے لیے خالص کر لیے ہیں۔ جیسا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ﴿اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ ''یقینا میں نے اپنا چہرہ اس کی طرف متوجہ کر لیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، یک سو ہو کر، اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔'' (الانعام:79) ﴿قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ؕ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں: ''یہی میرا راستہ ہے، میں دلیل و برہان کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہوں اور وہ بھی جنہوں نے میری پیروی کی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ پاک ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔'' (یوسف:108)

(3) ﴿وَمَنِ اتَّبَعَنِ﴾ ''اور جنہوں نے میری پیروی کی ہے'' یعنی جنہوں نے اپنے تمام اعمال کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کر لیا۔ میں نے اور میرے پیروکاروں نے اپنے مالک کے سامنے سر جھکا دیے ہیں اور ہم نے اسلام کے سوا سارے مذاہب

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کو چھوڑ دیا۔

سوال 2: دنیا کے تمام لوگوں کو دین اسلام کی دعوت دینے کے حکم کی وضاحت ﴿وَقُلْ ... بِالْعِبَادِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ﴾ ''اور آپ ان لوگوں سے جو کتاب دیے گئے اور ان پڑھوں سے کہہ دیں'' اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ اور امیوں یعنی مشرکین عرب کو اسلام کی دعوت دیں اور ان سے کہہ دیں۔ ﴿ءَاَسْلَمْتُمْ﴾ ''کیا تم تابع ہو گئے؟'' کیا تم اسلام لے آئے یعنی اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول کو مان لیا ہے؟

(2) ﴿فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا﴾ ''پھر اگر وہ تابع ہو جائیں تو یقیناً ہدایت پا گئے'' اگر وہ آپ کی دعوت قبول کر لیں تو وہ ہدایت کے راستے پر آ جائیں گے، جس طرح تم ہدایت کے راستے پر ہو ایسے ہی وہ بھی تمہارے بھائی بن جائیں گے، ان کو وہی حقوق حاصل ہوں گے جو تمہیں حاصل ہیں اور ان کے وہی فرائض ہوں گے جو تمہارے ہیں۔

(3) (i) انسان کو ہدایت اللہ تعالیٰ کے آگے سر تسلیم خم کرنے سے، اپنا آپ اللہ تعالیٰ کے حوالے کرنے سے ملتی ہے۔

(ii) اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دینے سے اور اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کرنے سے انسان کو ہدایت ملتی ہے۔

(4) ﴿وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ﴾ ''اور اگر وہ منہ موڑیں تو آپ کے ذمے صرف پیغام پہنچا دینا ہے'' اس سے مراد یہ ہے کہ اگر انہوں نے حق سے منہ موڑ لیا اور اس کو پہچاننے کے بعد اس سے اعراض کیا تو ان کا معاملہ آپ کو نقصان نہیں دے گا جب کہ آپ نے انہیں حق پہنچا دیا۔

(5) اگر کوئی ہدایت کے راستے پر آنے سے منہ پھیر لے تو دعوت دینے والا یقین رکھے کہ اس کا کام محض پہنچا دینا ہے۔ ہر ایک نے حساب اپنے رب کو دینا ہے۔

(6) ﴿وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اعمال دیکھنے والا ہے اور ان کی نیتوں کو جاننے والا ہے۔

(7) اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ساری کائنات کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اس بات کا ثبوت دیگر آیات اور احادیث سے بھی ملتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں: اے لوگو! یقیناً میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، وہ ذات جس کے لیے بادشاہت ہے تمام آسمانوں اور زمین کی، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے، سو تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر جو اُمّی نبی ہے ایمان لے آؤ جو اللہ تعالیٰ اور اس کی باتوں پر ایمان رکھتا ہے اور اُس کی پیروی کرو تا کہ تم ہدایت پاؤ۔'' (الاعراف:158)

(8) ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا﴾ ''بہت برکت والا ہے جس نے اپنے بندے پر فرقان اُتارا تا کہ وہ تمام جہانوں کے لیے ڈرانے والا ہو۔'' (الفرقان:1)

(9) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے اس زمانے کا (یعنی میرے وقت اور میرے بعد قیامت تک) کوئی یہودی یا نصرانی (یا اور کوئی دین والا) میرا حال سنے پھر ایمان نہ لائے اس پر جس کو میں دے کر بھیجا گیا ہوں (یعنی قرآن) تو جہنم میں جائے گا۔'' (مسلم:153)

(10) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے ہر سرخ وسیاہ کی طرف بھیجا گیا ہے۔'' (مسند احمد:21357)

(11) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تمام انبیاء اپنی اپنی قوم کے لیے مبعوث ہوتے تھے لیکن میں تمام انسانوں کے لیے عام طور پر نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔'' (بخاری:335)

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّيَقْتُلُوْنَ

''یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں اور پیغمبروں کو ناحق قتل کرتے ہیں اور لوگوں میں سے انہیں قتل کرتے ہیں

الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾

جو انصاف کا حکم دیتے ہیں تو آپ انہیں دردناک عذاب کی بشارت دے دو'' (21)

سوال: یہود کے کن جرائم کی مذمت کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ ... اَلِيْمٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اس آیت میں یہودیوں کے ان جرائم کی مذمت کی گئی ہے: (i) انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا۔ (ii) اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو ناحق قتل کیا۔ (iii) انصاف کا حکم دینے والوں کو قتل کیا۔

(2) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ﴾ ''یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں'' یہاں کفر کرنے والوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے مراد یہودی ہیں۔انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا جو حق کا ثبوت پیش کرتی ہیں اور حق کا انکار کرنے والا ہی کفر میں مبتلا ہوتا ہے۔

(3)﴿وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ﴾ ''اور پیغمبروں کو ناحق قتل کرتے ہیں'' یہود اللہ تعالیٰ کے نبیوں کو قتل کرتے تھے جن کا حق اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے بڑا ہے۔انبیاء پر ایمان لانا،ان کی عزت کرنا اور ان کی اطاعت کرنا اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دیا ہے۔

(4)پیغمبروں کو اس لیے ناحق قتل کیا جاتا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف دعوت دیتے تھے۔جن لوگوں پر یہ دعوت ناگوار ہوتی تھی وہ اسے برداشت نہیں کر سکتے تھے، وہ دعوت دینے والے پیغمبر سے جان چھڑانا چاہتے تھے تاکہ کوئی ان کے معاملات پر تنقید نہ کرے،کوئی انہیں اپنی زندگی کی تبدیلی کی طرف توجہ نہ دلائے۔اس وجہ سے پیغمبر کی طرف سے مسلسل دعوت یہودیوں کے اندر دشمنی کی آگ بھڑکاتی تھی حتیٰ کہ وہ وقت آجاتا تھا جب لوگ غرور اور تکبر کی وجہ سے پیغمبر کو قتل کر دیتے تھے۔نبی ﷺ نے فرمایا:''تکبر حق کو نہ ماننا اور لوگوں کو حقیر جاننا ہے۔''(مسلم:91)

(5)﴿وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ﴾ ''اور لوگوں میں سے انہیں قتل کرتے ہیں جو انصاف کا حکم دیتے ہیں'' وہ ان لوگوں کو بھی قتل کرتے تھے جو انصاف کا حکم دیتے تھے یعنی جو احسان اور خیر خواہی سے اچھی بات بتاتے اور بری بات سے روکتے انہیں وہ شہید کر دیتے۔

(6)یہود کو اصلاح کی کوششیں کرنے والے ناپسند تھے اس لیے انہوں نے اصلاح کرنے والوں کو قتل کیا۔انہیں سچی باتیں اور عدل وانصاف کی ترغیب ناگوار تھی اس لیے انہوں نے انبیاء اور انصاف کا حکم دینے والوں کو قتل کیا۔

(7)﴿فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ ''تو آپ انہیں دردناک عذاب کی بشارت دے دو'' یہودیوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا،انبیاء کو قتل کیا،حق سے منہ پھیرا،غرور اور تکبر میں مبتلا ہوئے،لوگوں پر اپنی بڑائی جتانے لگے اور لوگوں میں سے انہیں قتل کرنے لگے جو انہیں انصاف کا حکم دیتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی آخرت کی رسوائی کے لیے ذلیل کرنے والے عذاب تیار کر دیے جس کی تکلیف بدنوں،دلوں اور روحوں کے لیے ہے جس کی شدت اور دکھ کو بیان کرنا ممکن نہیں۔

(8)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اس قوم پر زیادہ ہوگی جس نے اللہ تعالیٰ کے رسول کے ساتھ یہ معاملہ کیا۔'' اور آپ ﷺ اس وقت اپنے دانت کی طرف اشارہ فرما رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''اس آدمی پر بھی اللہ تعالیٰ کا غصہ زیادہ ہوگا جسے اللہ تعالیٰ کا رسول،اللہ رب العزت کے راستہ میں قتل کرے۔''(صحیح مسلم:4648)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(9) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن سخت ترین عذاب اس شخص کو ہوگا جس کو کسی نبی نے قتل کیا، یا اس نے کسی نبی کو قتل کیا ہو۔'' (مسند احمد: 3867)

﴿أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ﴾

''یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے اور ان کے لئے کوئی مددگار نہیں'' (22)

سوال: کفر کرنے اور انبیاء وصالحین کو قتل کرنے والوں کو کیا وعید دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿أُولٰٓئِكَ ... مِّنْ نّٰصِرِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) کفر کرنے اور انبیاء وصالحین کو قتل کرنے والوں کو یہ وعید دی گئی ہے کہ: ﴿أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ﴾ ''یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے'' یعنی ان کے برے اعمال کی وجہ سے ان کی نیکیاں ضائع ہو گئیں۔

(2) حبوط کے لغوی معانی کسی جانور کا زہریلی گھاس کھا کر پھول جانا ہیں۔ اس سے بظاہر تو جانور موٹا تازہ ہو جاتا ہے لیکن نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آخر کار وہ برباد اور ہلاک ہو جاتا ہے۔ اسی طرح دنیا کی زندگی میں تو کافروں کے بڑے بڑے کارنامے ہیں لیکن قیامت میں ان کے کام کچھ نہیں آئے گا۔ دنیا میں ان کی باطل کے لیے لگائی جانے والی قوتیں اور مال سب ضائع ہو جائیں گے اور ان کا کوئی حامی ومددگار نہیں ہوگا۔

(3) ان کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے۔ اعمال کے ضائع ہو جانے سے مراد دنیا میں ان کا قبول نہ ہونا اور آخرت میں ان پر جزا کا نہ ملنا ہے۔

(4) ﴿وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ﴾ ''اور ان کے لئے کوئی مددگار نہیں'' اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی ایسا نہیں جو انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات دلا دے۔ کوئی ایسا نہیں جو ان کی سزا میں ذرہ برابر کمی کروا سکے۔ وہ ہر خیر سے محروم ہو گئے اور ہر شر اور مصیبت کے حق دار بن گئے۔ یہی حالت ان ہی جیسے دوسرے لوگوں کی ہے جو اللہ تعالیٰ پر، انبیاء پر اور نیک لوگوں پر جری ہو جاتے ہیں۔

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ

''کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا تھا؟ انہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے

بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

درمیان فیصلہ کرے پھران میں سے ایک گروہ منہ موڑ لیتا ہے، اس حال میں کہ وہ منہ موڑنے والے ہوتے ہیں'' (23)

سوال 1: اہل کتاب کے رویے کی وضاحت ﴿اَلَمْ ... مُّعْرِضُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ﴾ ''کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا تھا؟'' اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی حالت بیان فرمائی ہے۔ یہاں اہل کتاب سے مراد مدینہ کے یہودی ہیں جن کی اکثریت اسلام قبول کرنے سے محروم رہی، جو رسول اللہ ﷺ کے خلاف سازشوں میں مصروف رہے حتیٰ کہ ان کے ایک قبیلے کو قتل اور دوسرے کو جلاوطن کر دیا گیا۔

(2) یہودیوں اور عیسائیوں کو کتاب کے علم میں سے کچھ حصہ دیا گیا اور مسلمانوں کو پوری کتاب دی گئی ہے کیونکہ قرآن دین کے تمام اُصولوں کا مجموعہ ہے اور پچھلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔ الکتاب سے مراد وہ سارا ریکارڈ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی بھی زمانے، کسی بھی دور میں کسی بھی نبی پر اترا۔ کتاب بھیجنے والا یعنی اللہ تعالیٰ ایک ہے، اس کی نگہبانی ایک ہے اور حقیقتاً کتاب بھی ایک ہے۔

(3) ﴿يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾ ''انہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے پھران میں سے ایک گروہ منہ موڑ لیتا ہے، اس حال میں کہ وہ منہ موڑنے والے ہوتے ہیں'' یہاں اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی مذمت کی ہے جنہیں کتاب اللہ کی طرف بلایا جاتا تھا تو وہ کنی کترا کر نکل جاتے تھے، جو یہ دعوے کرتے تھے کہ ہم تورات اور انجیل پر عمل پیرا ہیں۔ جب تورات اور انجیل کے حکم پر عمل کرنے کی دعوت دی گئی کہ اس میں محمد ﷺ کی پیروی کا حکم ہے تو آؤ اللہ تعالیٰ کی کتاب پر عمل کرو اور محمد ﷺ کی اتباع کرو، تو وہ پہلو بچا کر نکل جاتے ہیں۔

(4) کتاب کا تقاضا تھا کہ وہ سب سے زیادہ اس پر قائم رہتے، اس کے احکامات کو مانتے لیکن ان کی حالت یہ ہوگئی کہ انہیں کتاب کے فیصلے کو قبول کرنے کی طرف بلایا جاتا ہے تو ان میں سے کچھ لوگ اپنے دلوں، اپنی روحوں اور اپنے بدنوں سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ اس میں مسلمانوں کے لیے تنبیہ ہے کہ یہود جیسے نہ ہو جائیں ورنہ ان جیسی سزا کے مستحق ہو جائیں گے۔

(5) پچھلی کتابوں کو جاننے اور ماننے والوں کے لیے قرآن کو پہچاننا ممکن ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں پیغمبروں پر وحی نازل کی ہے۔ آخر میں قرآن حکیم کی صورت میں نبی ﷺ پر وحی نازل کی ہے۔ ہدایت ایک ہے، ہدایت بھیجنے والا ایک ہے۔ یہ یکسانیت ہے اور یکسانیت کی وجہ سے پہچاننا مشکل نہیں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو ان معاملات میں حکم بنایا جو ان کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تھے۔ قرآن مجید کا ان کے بارے میں فیصلہ یہ ہے کہ وہ ہدایت پر نہیں اس لیے ان سے منہ پھیر لیں۔
(تفسیر خازن: 1/234، 235)

(7) ان کا کتاب اللہ سے منہ موڑنے اور اس سے فیصلے نہ لینے کا اصل سبب آخرت کے حساب و کتاب کے بارے میں یقین نہ ہونا ہے۔

(8) جس کو اللہ تعالیٰ کی کتاب کی طرف بلایا جائے اس کا فرض ہے کہ اس کتاب کو مانے، اسے دل سے تسلیم کرے اور اس کی اطاعت کرے۔ رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا﴾ ''درحقیقت مؤمنوں کی بات ہی یہ ہوتی ہے جب انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کر دے، وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور ہم نے فرماں برداری کی۔''
(النور: 51)

سوال 2: قرآن کی دعوت کیا ہے؟

جواب: قرآن کی دعوت یہ ہے کہ: (1) زندگی کے تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ کی کتاب سے راہ نمائی لی جائے۔

(2) معاشرے اور معاش کے فیصلے اللہ تعالیٰ کی کتاب سے لیے جائیں۔

(3) نظریاتی اور عملی امور میں اللہ تعالیٰ کی کتاب کی طرف رجوع کیا جائے۔

سوال 3: قرآن کی دعوت کا انکار کیوں کیا جاتا ہے؟

جواب: قرآن مجید کی دعوت کا انکار کیا جاتا ہے کیونکہ (1) قرآن مجید کی دعوت کو لوگ اپنے لیے سنجیدہ معاملہ نہیں سمجھتے تو خود ساختہ عقیدوں کی وجہ سے آخرت کے عذاب سے خود کو محفوظ سمجھتے ہیں۔

(2) حق کے داعی کی طرف سے جب قرآن مجید کی دعوت دی جاتی ہے تو جو لوگ قبول نہیں کرتے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن مجید کو قبول نہ کرنے سے ان کی کامیابی خطرے میں پڑنے والی نہیں ہے۔

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۖ وَّغَرَّهُمْ

''یہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے کہا تھا گنتی کے چند دنوں کے سوا دوزخ کی آگ ہمیں ہرگز نہ چھوئے گی، اور اس چیز نے

فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان کے دین کے بارے میں انہیں دھوکے میں ڈال دیا جو وہ گھڑا کرتے تھے" (24)

سوال 1: یہود کے کتاب اللہ سے منہ پھیرنے کا کیا سبب تھا، اس کی وضاحت ﴿ذٰلِكَ...يَفْتَرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ﴾ "یہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے کہا تھا گنتی کے چند دنوں کے سوا دوزخ کی آگ ہمیں ہرگز نہ چھوئے گی" یہود کے کتاب اللہ سے منہ پھیرنے کا سبب یہ تھا کہ وہ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے چہیتے ہیں، اس لیے ہمیں دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی اور اگر ہم دوزخ میں گئے تو صرف 7 دن جائیں گے۔ ان کے نظریے کے مطابق دنیا کی عمر 7000 سال ہے اور ہر ہزار سال کے بدلے میں ہم ایک دن جہنم میں جائیں گے۔ اسی عقیدے نے انہیں دھوکے میں ڈالا تھا اور اسی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے تھے۔

(2) ﴿وَّغَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾ "اور اس چیز نے ان کے دین کے بارے میں انہیں دھوکے میں ڈال دیا جو وہ گھڑا کرتے تھے" یہودیوں کی افترا پردازی تھی کہ ہم جہنم میں 7 دن جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بات اپنی کسی کتاب میں نازل نہیں کی۔ ان کی اسی افترا پردازی نے انہیں اپنے دین کے معاملے میں دھوکے میں مبتلا کیا۔ انہوں نے اپنی جانب سے ایک بات گھڑی کہ ہم جنت میں جائیں گے پھر اسی کو حقیقت سمجھ لیا اور گناہوں سے اجتناب نہیں کیا۔ یہ بات بہت بڑا جھوٹ ہے کیونکہ ان کا ہلاکت خیز انجام ہونے والا ہے۔ اب ان کی حالت یہ ہے کہ جب بھی انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا جاتا ہے وہ اس سے کنی کتراتے ہیں۔

سوال 2: کیا آج مسلمانوں نے بھی خود ساختہ عقیدے بنا رکھے ہیں جن کا دین سے تعلق نہیں، وضاحت کریں؟

جواب: (1) آج مسلمانوں نے بھی خود ساختہ عقیدے بنا رکھے ہیں جن کا دین سے تعلق نہیں مفاد سے تعلق ہوتا ہے مثلاً

(i) زندگی دنیا کا نام ہے اور دنیا کے ساتھ دین کا کیا تعلق؟ (ii) خاندانی زندگی میں دین کی ضرورت نہیں۔

(iii) لوگوں کی روزمرہ زندگی، معاشرتی رابطوں اور معاشی معاملات میں دین کو لانے کی ضرورت نہیں۔

(2) دین کے بارے میں پائی جانے والی غلط فہمیاں مثلاً (i) دین پر عمل نہیں کیا جا سکتا، بہت مشکل ہے۔

(ii) دین پر عمل کیا تو دنیا چھوٹ جائے گی۔

(iii) انسان نماز، روزہ، زکوٰۃ کی ادائیگی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر کر لے یہی کافی ہے۔

(iv) بندہ رشتہ داروں کے حقوق ادا کر لے بس یہ کافی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(v)عورت اپنے گھر اور بچوں کا خیال رکھ لے بس یہ کافی ہے۔

(vi)عورت اپنے شوہر کو خوش کر دے تو جنت اسی کی ہے چاہے وہ نمازیں نہ پڑھے، چاہے وہ دین پر نہ چلے۔(vii)بس انسان کا اخلاق اچھا ہونا چاہئے۔(viii)تجارتی معاملات میں کسی کو دھوکہ نہ دے یہی کافی ہے۔(ix)اللہ تعالیٰ غفور ورحیم ہے۔(x)اللہ تعالیٰ آخرت میں مسلمانوں کو پاک کرنے کے لیے چند دن دوزخ میں رکھ کر جنت میں داخل کر دے گا۔

﴿فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۖ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا

''تو کیا حال ہوگا جب ہم انہیں اس دن کے لئے اکٹھا کریں گے جس میں کوئی شک نہیں اور ہر جان کو اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے

كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾

گا جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا''(25)

سوال1: آخرت کا دن یاد دلا کر یہود کو کیا دھمکی دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿فَكَيْفَ...يُظْلَمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)یہود کو دھمکی دی گئی ہے کہ ﴿فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ﴾''تو کیا حال ہوگا جب ہم انہیں اس دن کے لئے اکٹھا کریں گے جس میں کوئی شک نہیں''یعنی ان کا کیا حال ہوگا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھا ہے ان کے رسولوں کی تکذیب کی ہے، ان کے علماء وانبیاء کی تکذیب کی ہے جو کہ نیکی کا حکم دیتے تھے اور برائی سے منع کرتے تھے، اللہ تعالیٰ ان سب باتوں کے بارے میں پوچھے گا، ان سے محاسبہ کرے گا اور انہیں سزا دے گا۔(المصباح المنیر :602/1)

(2)﴿لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ﴾''اس دن کے لئے جس میں کوئی شک نہیں''اس سے مراد قیامت کا دن ہے جس دن اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔اس کے آنے میں کوئی شک نہیں۔(3)﴿فَكَيْفَ﴾ کیا حال ہوگا؟ یہ ایک خوف ناک دھمکی ہے جسے سن کر مومن کا دل کانپ اٹھتا ہے۔ وہ یقین رکھتا ہے کہ وہ دن بڑا خوف ناک ہوگا۔وہ انصاف کا دن ہوگا، اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی کا دن ہوگا، اس دن ہر ایک کو اس کی کمائی کا پورا بدلہ مل جائے گا۔اللہ تعالیٰ نے سوال کیا ہے جواب نہیں دیا، جواب تو خود ہی نظروں کے سامنے آ گیا ہے۔

(4)﴿وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾''اور ہر جان کو اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا''(i)سعید بن جبیر نے کہا:﴿كُلُّ نَفْسٍ﴾ سے مراد نیک اور فاجر ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(ii)﴿مَّا كَسَبَتْ﴾ سے مراد جو کچھ اچھا یا برا کام کیا۔(ابن ابی حاتم:624,623/4)

(5)﴿وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ ''اوران پر ظلم نہیں کیا جائے گا'' قیامت کے دن کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ ہر ایک کو اپنے اعمال کے مطابق بدلہ دیا جائے گا۔ان پر ان کے اعمال کے بارے میں ظلم نہیں کیا جائے گا یعنی ان کی نیکیوں میں کمی نہیں کی جائے گی اور برائیوں میں اضافہ نہیں کیا جائے گا۔

(6)اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر یہودیوں کے بارے میں واضح فرمایا ہے کہ ان کے اعمال ایسے ہیں جو شدید ترین عذاب کا حق دار بناتے ہیں۔یہی حال ان لوگوں کا بھی ہوگا جو ان کے جیسے عمل کرتے ہیں۔

﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ

''آپ کہہ دیں اے اللہ! بادشاہی کے مالک! تو جس کو چاہتا ہے بادشاہی دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے بادشاہی چھین لیتا ہے

مِمَّنْ تَشَآءُ ۫ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ

اور تو جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے، تیرے ہاتھ میں ہی سب بھلائی ہے،

اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾

تو ہر چیز پر یقیناً پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے''(26)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے پروردگار سے دعا فرمائی کہ روم اور فارس کی بادشاہت آپ کی امت کو دے دی جائے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔(جامع البیان:246/3)

سوال2:ادائے شکر کی اس دعا﴿قُلِ اللّٰهُمَّ ... قَدِيْرٌ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو دعا کا طریقہ سکھایا ہے،فرمایا:﴿قُلِ﴾ ''آپ کہہ دو'' یعنی آپ اپنے رب کی تعظیم کرتے ہوئے،اس کا شکر ادا کرتے ہوئے ،اپنے معاملات اس کے سپرد کرتے ہوئے اور اسی پر بھروسہ کرتے ہوئے دعا مانگیں۔﴿اَللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ﴾''اے اللہ! بادشاہی کے مالک!'' اے اللہ تعالیٰ! ساری بادشاہت تیرے لیے ہے۔تو ہی ہے وہ جو ساری کائنات اور تمام انسانوں کا مالک ہے۔تو ہی تمام اختیارات کا مالک ہے۔تو ہی وہ مالک ہے جس کی ملکیت میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ آیت میں ملک سے مراد نبوت ہے۔ (تیسیر الرحمٰن 171/1) اللہ تعالیٰ مالک الملک ہے جو تمام ملکوں کا مالک ہے، بادشاہ ہے۔

(3) مالک کا لفظ دعا کے شروع ہی میں لاکر یاد دلا دیا کہ مالکانہ تصرف کا حق واختیار اسی کو حاصل ہے جس سے دعا کی جارہی ہے۔

(4) یعنی اے اللہ تعالیٰ! تو بادشاہ ہے جو تمام ملکوں کا مالک ہے۔ بادشاہ کی صفت علی الاطلاق تیرے لیے ہے اور آسمان کی اور زمین کی تمام سلطنت تیری ہی ہے۔ اس میں تبدیلیاں لانا اور انتظام کرنا سب تیرے ہاتھ میں ہے۔ (تفسیر سعدی 354/1)

(5) اللہ تعالیٰ کے مالک الملک ہونے کے یقین سے یہ شعور ملتا ہے کہ کسی بھی چیز کا کوئی اصلی مالک نہیں کہ وہ اپنی ذاتی خواہش کے مطابق اسے استعمال کرے۔ انسانوں کی ملکیت عارضی ہے اور اللہ تعالیٰ کی عطا ہے جو ان شرائط اور پابندیوں کے تحت ہے جن کے ماتحت عطا کرنے والے نے عطا کی ہے۔

(6) اللہ تعالیٰ کے مالک الملک ہونے کے یقین سے یہ شعور بھی ملتا ہے کہ

(i) ﴿مٰلِكَ الْمُلْكِ﴾ کی تعلیم اور راہ نمائی کے مطابق حکومت اور ملکیت میں تصرّف ہوگا۔

(ii) ﴿مٰلِكَ الْمُلْكِ﴾ کی شرائط کے خلاف اگر حکومت اور ملکیت میں تصرف ہوگا تو وہ باطل ہوگا۔

(iii) مسلمانوں کا یہ فرض ہے کہ اس دنیا میں ﴿مٰلِكَ الْمُلْكِ﴾ کی شرائط کے خلاف ہر تصرف کو مسترد کر دیں۔

(7) ﴿تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ﴾ ''تو جس کو چاہتا ہے بادشاہی دیتا ہے'' یعنی بادشاہت اور تصرف کے اختیارات بھی تیرے ہاتھ میں ہیں جس کو جو چاہے عطا کر دے، مالک تو ہی ہے۔

(8) ﴿وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ﴾ '' اور تو جس سے چاہتا ہے بادشاہت چھین لیتا ہے'' حکومت کا چھن جانا اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہوتا ہے۔

(9) اس میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایران کے کسریٰ بادشاہوں سے اور روم کے قیصر بادشاہوں سے اور ان کے پیروکاروں سے حکومت چھین کر محمد ﷺ کو عطا فرمائے گا اور ایسا ہی ہوا۔

(10) حکومت کا مل جانا اور چھن جانا اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے کچھ دینی اور تکوینی اسباب بھی قائم کر رکھے ہیں۔ یہ اسباب اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہیں۔

(11) اللہ تعالیٰ نے حکومت کے حصول کے لیے جو اسباب مقرر کیے ہیں ان میں سے ایمان اور اعمال صالحہ، مسلمانوں کا باہمی اتحاد، صبر وثبات اور باہمی تنازعات سے پرہیز وغیرہ ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ وعدہ کیا ہے جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کیے کہ وہ ان کو زمین میں ضرور بہ ضرور جانشین بنائے گا جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کو جانشین بنایا تھا۔'' (النور:55) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (۴۵) وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم مدمقابل ہو کسی گروہ کے تو ثابت قدم رہو اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی اور صبر کرو، بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔'' (الانفال:45،46)

اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مومنوں کی باہمی محبت، ثابت قدمی اور اتفاق دشمنوں پر فتح کا باعث ہے۔ مسلمانوں کی حکومت کے ختم ہونے کا بڑا سبب دین سے دوری اور باہمی اختلاف ہے جس سے دشمن کو حوصلہ ملتا ہے اور وہ ان کے درمیان جدائی ڈال دیتا ہے۔

(12) ﴿وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ﴾ ''اور تو جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے'' یعنی عزت اور ذلت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے حکم، فیصلوں اور ارادے میں کوئی رکاوٹ ڈالنے والا نہیں۔ اس پر کسی کا کوئی جبر نہیں۔ سارے معاملات اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہیں۔

(13) (i) اللہ تعالیٰ عدل کے ساتھ عزت اور ذلت دیتا ہے۔

(ii) اللہ تعالیٰ اپنی اطاعت کی وجہ سے عزت اور معصیت کی وجہ سے ذلت دیتا ہے۔

(iii) اللہ تعالیٰ کی نظر میں وہ معزز ہے جو ہر چیز کو اللہ تعالیٰ کی ملکیت سمجھے۔ جو عزت اور ذلت کو خالص اللہ تعالیٰ کی چیز سمجھے۔ (iv) اللہ تعالیٰ کی نظر میں وہ عزت کے لائق نہیں جو ہر چیز پر اپنی ملکیت سمجھے اور جو عزت کو خالص اپنا ذاتی حق سمجھے۔

(14) حسن بن علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے چند کلمات سکھائے جنہیں میں وتر میں کہا کرتا ہوں (ابن جو اس کی روایت میں ہے ''جنہیں میں وتر کے قنوت میں کہا کروں'') وہ کلمات یہ ہیں: ﴿اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فِيْمَنْ هَدَيْتَ، وَعَافِنِيْ فِيْمَنْ عَافَيْتَ، وَتَوَلَّنِيْ فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ، وَبَارِكْ لِيْ فِيْمَا أَعْطَيْتَ، وَقِنِيْ شَرَّ مَا قَضَيْتَ إِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا يُقْضَى عَلَيْكَ، إِنَّهٗ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ، وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ، تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ﴾ ''اے اللہ! مجھے ہدایت دے ان لوگوں میں (داخل کر کے) جن کو تو نے ہدایت دی ہے اور مجھے عافیت دے ان لوگوں میں (داخل کر کے) جن کو تو نے عافیت دی ہے اور میری کارسازی فرما ان لوگوں میں (داخل کر کے) جن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی تو نے کارسازی کی ہے اور مجھے میرے لیے اس چیز میں برکت دے جو تو نے عطا کی ہے اور مجھے اس چیز کی برائی سے بچا جو تو نے مقدر کی ہے، تو فیصلہ کرتا ہے اور تیرے خلاف فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔ جسے تو دوست رکھے وہ ذلیل نہیں ہو سکتا اور جس سے تو دشمنی رکھے وہ عزت نہیں پا سکتا، اے ہمارے رب تو بابرکت اور بلند و بالا ہے"۔ (ابوداؤد:1425)

(15)﴿بِيَدِكَ الْخَيْرُ﴾ "تیرے ہاتھ میں ہی سب بھلائی ہے" اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں سارے اختیارات ہیں اور اس کی نگہبانی میں سب کا بھلا ہے۔ تمام بھلائیاں صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں، اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھلائی دینے والا نہیں۔ وہ کائنات اور انسان کی نگہبانی انصاف اور عدل کے ساتھ کرتا ہے۔ اس کا دینا اور واپس لینا سب انصاف کے ساتھ ہے۔ اس کے ہاتھ میں بھلائی ہے، وہ ہر حال میں خیر ہی خیر ہے۔ وقت کے بڑے جس کو بے حقیقت سمجھیں اللہ تعالیٰ چاہے تو اس کے حق میں سربلندی کا فیصلہ کر دے۔ نصرت، غنیمت اور عزت اسی کے ہاتھ میں ہے۔ علم کی مسند پر بیٹھنے والے جس کی جہالت کا فتویٰ دے دیں، اللہ تعالیٰ چاہے تو اسی کے ذریعے علم کا چشمہ جاری کر دے۔

(16)﴿إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ "تو ہر چیز پر یقیناً پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے" کوئی چیز تیرے حکم سے سرتابی نہیں کر سکتی سب کچھ تیری قدرت اور مشیت کے تحت ہے۔ صرف تیرے ہاتھ میں ہر خیر کے خزانے ہیں۔ (صفوۃ التفاسیر:177/1)

(17) اس آیت میں نبی ﷺ اور آپ کی امت کو ہدایت کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کریں کہ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں سے نبوت منتقل فرما کر اسے عربی مکی قریشی اور امی رسول کو عطا فرما دی۔ آپ ﷺ قیامت تک کے لئے تمام جنوں اور انسانوں کے نبی ہیں اور سابق انبیاء کے تمام محاسن کا مجموعہ ہیں اور آپ کی چند ایسی خصوصیات بھی ہیں جو کسی نبی یا رسول میں نہیں پائی جاتیں مثلاً اللہ تعالیٰ کی شریعت کا علم، ماضی و مستقبل کی بعض باتوں کی اطلاع، حقائق آخرت کا علم، تمام دنیا میں آپ کی امت کا پھیل جانا، دنیا کے گوشے گوشے میں اسلام کا پہنچ جانا اور اسلام کو تمام دینوں پر غالب کر دینا وغیرہ۔ آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور سلامتیاں ہوں جب تک دنیا باقی رہے دن رات آتے جاتے ہیں۔ (السراج المنیر:211/1)

﴿تُولِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ

"تو ہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور تو ہی دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور تو ہی زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور تو ہی

الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾

مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور تو جسے چاہتا ہے، بے حساب رزق دیتا ہے" (27)

سوال 1: رات دن اور موت و حیات کا نظام اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، اس کی وضاحت ﴿تُولِجُ الَّيْلَ... مِنَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الْحَيِّ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ﴾ ''تو ہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور تو ہی دن کو رات میں داخل کرتا ہے'' رات اور دن کا نظام اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ وہی رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔

(2) رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرنے سے مراد موسموں کی تبدیلی ہے۔ غیر محسوس طور پر کائنات میں ہونے والی حرکت سے رات دن کی شکل اختیار کر لیتی ہے اور دن رات میں پرویا جاتا ہے۔ گرمیوں میں رات کا ایک حصہ دن میں بدل جاتا ہے اور سردیوں میں دن کا ایک حصہ رات بن جاتا ہے۔ رات کی تاریکی میں دن کی روشنی داخل ہو جاتی ہے اور دن کی روشنی میں رات داخل ہو جاتی ہے۔ زمین تاریک ہے۔ وہ سورج کے سامنے اپنے مرکز کے گرد گھوم رہی ہے۔ اس طرح تاریک حصہ روشن حصے سے بدلتا رہتا ہے اور روشن حصہ تاریک سے بدلتا رہتا ہے۔ کائنات کے اندر ہونے والی یہ مسلسل حرکت بتا رہی ہے کہ اس نظام میں بلاشبہ حکیم و دانا کا ہاتھ ہے۔ یہ کائنات کی گواہی ہے۔

(3) اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت سے موسموں میں تبدیلیاں آتی ہیں، روشنی، دھوپ، سایہ، سکون اور انتشار پیدا ہوتا ہے، رات اور دن بڑے چھوٹے ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی قدرت، عظمت، حکمت اور رحمت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ (تفسیر سعدی:355/1)

(4)﴿وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ﴾ ''اور تو ہی زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور تو ہی مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے'' موت و حیات کا نظام اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ مردہ عناصر سے زندگی کو وجود میں لاتا ہے اور زندہ چیزوں کو مردہ عناصر میں بدل دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی زندگی کو موت کی طرف بڑھاتے ہیں اور موت سے زندگی کو نکالتے ہیں۔

(5) ایک زندہ مخلوق پر جو لمحہ بھی گزرتا ہے اس میں زندگی کے ساتھ موت بھی طاری کرتے رہتے ہیں۔ اس کی زندگی کو موت کھا لیتی ہے اور پھر سے زندگی نمودار ہوتی ہے مثلاً زندہ جسم کے اندر موت کو دیکھنا چاہیں تو ایک زندہ مخلوق کے خلیے (cells) ختم ہوتے جاتے ہیں اور ان کی جگہ جدید خلیے پیدا ہوتے ہیں اور کام کرتے ہیں۔

(6) جو (cells) مر جاتے ہیں وہ دوسرے period میں دوبارہ زندہ ہو جاتے ہیں اور جو زندہ ہو جاتے ہیں وہ دوسرے دور میں پھر dead ہو جاتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(7)زندہ وجود پورے کا پورا ختم ہوجاتا ہے تو اس کے cells ذرات کی شکل اختیار کرتے ہیں اور پھر دوسرے زندہ جسم میں آتے ہیں۔اس طرح زندگی اس جسم میں داخل ہوتی ہے۔انسان یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ وہ کوئی زندہ مخلوق تیار کرسکتا ہے۔

(8)اس دعوے پر یقین نہیں کیا جاسکتا کہ موت وحیات کا یہ نظام اتفاقاً قائم ہوگیا ہے۔

(9)اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تمام اشیاء مسخر ہیں۔ان کے پاس کوئی اختیار نہیں۔متضاد اشیاء کو پیدا کرنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سب مجبور ولاچار ہیں۔

(10)﴿وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ﴾''اور تو ہی زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے''اللہ تعالیٰ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے جیسے چوزے کو انڈے سے نکالتا ہے، پرندے کو انڈے سے نکالتا ہے، درخت کو بیج سے نکالتا ہے اور کافر سے مومن کو نکالتا ہے۔

(11)﴿وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ﴾''اور تو ہی مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے''جیسے پرندے سے انڈا،درخت سے گٹھلی اور مومن سے کافر وغیرہ۔یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

(12)رات اور دن کا نظام اور موت وحیات کا نظام اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔اس سے یہ سمجھانا مطلوب ہے کہ انسانی زندگی کے لیے راہ نمائی کا نظام بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔انسان دوسرے انسانوں کو اپنا غلام نہیں بنا سکتے،اپنی فکر اور اپنے نظریے کو جبراً دوسروں پر مسلط نہیں کرسکتے۔انسان صرف اللہ تعالیٰ کا غلام ہے۔

سوال 2:اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے،اس کی وضاحت ﴿وَتَرْزُقُ ... حِسَابٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾''اور تو جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے''اللہ تعالیٰ ہی رازق ہے،اسی کا ہر چیز پر اختیار ہے۔وہ جسے چاہتا ہے وسیع رزق دیتا ہے جہاں سے انسان کو گمان بھی نہیں ہوتا اور نہ اس نے کمائی کی ہوتی ہے۔

(2)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں ایک دن (سواری پر) رسول اللہ ﷺ کے پیچھے (بیٹھا ہوا) تھا۔آپ ﷺ نے فرمایا:''اے لڑکے!میں تجھے چند باتیں بتلاتا ہوں۔تو اللہ تعالیٰ کے (احکام) کی حفاظت کر!اللہ تعالیٰ تیری حفاظت فرمائے گا۔تو اللہ تعالیٰ کے حقوق کا خیال رکھ،تو اس کو اپنے سامنے پائے گا۔جب تو سوال کرے تو صرف اللہ تعالیٰ سے کر۔جب تو مدد چاہے تو صرف اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کر اور یہ بات جان لے کہ اگر ساری امت بھی جمع ہوکر تجھے کچھ نفع پہنچانا چاہے تو وہ تجھے اس سے زیادہ کچھ نہیں پہنچا سکتی جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے لکھ دیا ہے اور وہ اگر تجھے کچھ نقصان پہنچانے کے لئے جمع ہو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائے تو اس سے زیادہ کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے لکھ دیا ہے۔ قلم اٹھا لئے گئے اور صحیفے خشک ہو گئے۔" (جامع ترمذی:2516) (3) وہ نیک اور فاجر کو بے حساب دیتا ہے۔ وہی ایک ذات ہے جو سب کچھ کرنے والی ہے۔ وہی مالک، وہی تدبیر کرنے والا، وہی داتا اور وہی دینے والا ہے۔

﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ

"ایمان والے مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں، اور جو ایسا کرے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی چیز میں نہیں

فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ

مگر یہ کہ تم ان سے بچو، کسی طرح سے بچنا اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے

وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ﴾

اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے" (28)

سوال 1: اس آیت کا شانِ نزول کیا ہے؟

جواب: (1) ابن جریر نے سعید اور عکرمہ کی روایت سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ حجاج بن عمرو جو عمرو بن اشرف کا حلیف تھا اور ابن ابی الحقیق اور قیس بن زید تینوں نے انصار کے چند آدمیوں سے اندرونی دوستی گانٹھی تاکہ دین کی طرف سے ان کو ورغلائیں اور بہکائیں۔ رفاعہ بن منذر اور عبداللہ بن جبیر اور سعید بن خیثمہ نے انصار سے کہا: آپ لوگ ان یہودیوں سے بچتے رہیں کہیں دین کی طرف سے آپ کو بہکا نہ دیں لیکن انصار نے اندرونی دوستی ترک کرنے سے انکار کر دیا، اس پر اس آیت کا نزول ہوا۔ (لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی) (تفسیر مظہری صفحہ: 213)

(2) کلبی کا قول بر اویت ابو صالح بغوی نے یہ نقل کیا ہے کہ آیت کا نزول عبداللہ بن ابی اور اس کے منافق ساتھیوں کے بارے میں ہوا جو مشرکوں اور یہودیوں سے دوستی رکھتے تھے اور مسلمانوں کی خبریں ان کو اس امید پر پہنچاتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کو غلبہ ہو جائے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور اہلِ ایمان کو منافقوں کے عمل سے روک دیا۔ (تفسیر مظہری صفحہ: 213)

سوال 2: کافروں سے دوستی نہ کرنے کے حکم کی وضاحت ﴿لَا يَتَّخِذِ ... الْمَصِيْرُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ "ایمان والے مومنوں کو چھوڑ کر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کافروں کو دوست نہ بنائیں" اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو کافروں سے دوستی لگانے سے روکا ہے کہ نہ ان سے محبت رکھیں، نہ ان کی مدد کریں، نہ مسلمانوں کے معاملات میں ان سے مدد لیں۔

(2) مومن سارے انسانوں کے ساتھ نیکی اور عدل کا سلوک کرنے کا پابند ہے۔ اس میں مسلمان اور غیر مسلم کی تفریق نہیں۔ غیر مسلم اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے والا اس کے دشمن سے دوستی کیسے رکھ سکتا ہے؟

(3) جب غیر مسلموں سے دوستی مسلمانوں کے مفادات کی قیمت پر ہو تو ایسی دوستی مسلمانوں کے لیے جائز نہیں۔

(4) ﴿وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ﴾ "اور جو ایسا کرے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی چیز میں نہیں" اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تنبیہ کی ہے کہ کافروں سے دوستی کرنے والے کا اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں۔

(5) اس کا مطلب یہ ہے کہ غیر مسلموں سے دوستی کرنے والا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کچھ نہیں، وہ اللہ تعالیٰ سے کٹ گیا ہے۔ اس کا اللہ تعالیٰ کے دین میں کوئی حصہ نہیں کیونکہ کافروں سے دوستی اور ایمان جمع نہیں ہو سکتے۔ ایمان تو اللہ تعالیٰ اور اس کے دوستوں یعنی مومنوں سے تعاون کر کے اللہ تعالیٰ کے دین کو قائم کرنے اور اس کے دشمنوں سے جنگ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ ایسا شخص نہ اللہ تعالیٰ کے دین پر ہے، نہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کا رابطہ ہے اور نہ دوستی۔

(6) جو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں سے دوستی لگاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں اور اس کے اولیاء کو فتنہ میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں ایسا شخص مسلمانوں کی جماعت سے نکل جاتا ہے اور کافروں میں داخل ہو جاتا ہے۔ اسی لیے رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ﴾ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یہودیوں اور عیسائیوں کو دوست نہ بناؤ، وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں سے جو انہیں دوست بنائے گا تو یقیناً وہ انہی میں سے ہے۔" (المائدۃ:51)

(7) ﴿اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً﴾ "مگر یہ کہ تم ان سے بچو، کسی طرح سے بچنا" بچاؤ کی تدبیر کے طور پر کسی مسلمان کو غیر مسلم گروہ سے ظاہری طور پر وقتی تعلق قائم کرنا پڑے تو کوئی حرج نہیں لیکن اللہ تعالیٰ نیت کو دیکھتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا خوف موجود ہو، اسے حساب دینے کا پورا احساس ہو تو اس کی طرف سے پکڑ نہیں ہوگی۔

(8) وہ مسلمان جو کسی کافر حکومت میں رہتے ہیں وہ اگر حکومتی شر سے بچ سکتے ہوں تو ظاہری طور پر دوستی کا اظہار کیا جا سکتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ﴾ "اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مت بناؤ، تم ان کے پاس دوستی کا پیغام بھیجتے ہو حالانکہ جو حق تمہارے پاس آیا ہے یقیناً انہوں نے اس کا انکار کیا ہے۔“ (الممتحنۃ:1)

(9)﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ﴾ ”آپ ان لوگوں کو نہیں پائیں گے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ ان لوگوں سے دوستی رکھتے ہوں جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کی، اگرچہ وہ ان کے باپ ہوں یا ان کے بیٹے ہوں یا ان کے بھائی ہوں یا ان کا خاندان ہو۔“ (المجادلۃ:22)

(10) اگر تمہیں ان سے جان کا خطرہ ہو تو اپنی جان بچانے کے لیے زبان سے تقیہ کر سکتے ہو اور ظاہری طور پر ایسا کام کر سکتے ہو جس سے تقیہ ہو جاتا ہے۔ (تفسیر منان:357/1)

(11) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ صرف زبان سے اظہار کرے لیکن عمل میں ان کا ساتھ ایسے میں بھی ہر گز نہ دے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم:629/2) (تفسیر ابن کثیر:404/1)

(12) امام بخاری نے ابو درداء کا قول نقل کیا ہے کہ ہم لوگ بعض قوموں کے سامنے مصنوعی مسکراہٹ کا اظہار کرتے تھے حالانکہ ہمارے دل ان پر لعنت بھیجتے تھے۔ (بخاری کتاب الادب، باب:82)

(13)﴿وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ﴾ ”اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے“ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے کہ تم اس کے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔

(14)﴿وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ﴾ ”اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے“ اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ لوٹ کر تو اس کی طرف جانا ہے اس کے سوا کسی اور کی طرف نہیں جانا۔ حشر کے دن حساب و کتاب کے لیے جانا ہے۔ پھر وہ تمہارے اعمال کو شمار کرے گا اور ان کی جزا و سزا دے گا لہٰذا ایسے کام کرنے سے بچو جس کی وجہ سے سزا کے مستحق ہو جاؤ۔

سوال 3: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کافروں سے دوستی نہ کرنے کے حکم پر کس طرح عمل کیا؟

جواب: (1) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے اپنے قریبی رشتہ دار کافروں سے بھی دوستی نہ رکھی۔ خاتمۂ جنگ کے بعد سیدنا مصعب بن عمیر عبدری رضی اللہ عنہ اپنے بھائی ابو عزیز بن عمیر عبدری کے پاس سے گزرے۔ ابو عزیز نے مسلمانوں کے خلاف جنگ لڑی تھی اور اس وقت ایک انصاری صحابی اس کا ہاتھ باندھ رہے تھے۔ سیدنا مصعب رضی اللہ عنہ نے اس انصاری سے کہا: اس شخص کے ذریعے اپنے ہاتھ مضبوط کرنا، اس کی ماں بڑی مالدار ہے وہ غالباً تمہیں اچھا فدیہ دے گی۔ اس پر ابو عزیز نے اپنے بھائی مصعب رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا میرے بارے میں تمہاری یہی وصیت ہے؟ سیدنا مصعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(ہاں) تمہارے بجائے یہ انصاری میرا بھائی ہے۔ (الرحیق المختوم:305)

(2) ابوسفیان مدینہ پہنچا اور اپنی صاحبزادی ام المومنین سیدہ اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے گھر گیا۔ جب رسول اللہ ﷺ کے بستر پر بیٹھنا چاہا تو انھوں نے بستر لپیٹ دیا۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا: بیٹی! کیا تم نے اس بستر کو میرے لائق نہیں سمجھا یا مجھے اس بستر کے لائق نہیں سمجھا؟ انھوں نے کہا: یہ رسول اللہ ﷺ کا بستر ہے اور آپ ناپاک مشرک آدمی ہیں۔ ابوسفیان کہنے لگا: قسم خدا کی میرے بعد تمہیں شر پہنچ گیا ہے۔ (الرحیق المختوم:539)

(3) غزوہ بنو مصطلق سے واپسی پر ایک جگہ انصار اور مہاجرین میں جھگڑا ہو گیا تو رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے یہ بات کہی "مدینہ پہنچ کر ہم میں سے عزت والے ذلیل لوگوں کو نکال باہر کریں گے۔" لشکر جب مدینہ پہنچا تو عبداللہ بن ابی کا اپنا بیٹا عبداللہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے سچی محبت کرنے والا وفادار صحابی تھا، تلوار سونت کر اپنے باپ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا: تم نے کہا تھا مدینہ پہنچ کر عزت والا ذلیل کو نکال باہر کرے گا اب پتہ چلے گا کہ عزت والے تم ہو کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہیں؟ رسول اللہ ﷺ کو پتہ چلا تو آپ ﷺ نے سیدنا عبداللہ سے فرمایا: "اپنے باپ کو مدینہ جانے دو" سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! اگر یہ آپ ﷺ کا حکم ہے تو پھر کیا جا سکتا ہے۔ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ساتھ ہی یہ بات بھی عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! اگر آپ میرے باپ کو (توہینِ رسالت کے جرم میں) قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں تو مجھے حکم دیں، اللہ کی قسم! میں اس کا سر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر کر دوں گا۔

(سیرت ابنِ ہشام)

(4) سیدنا حنظلہ رضی اللہ عنہ کا باپ ابوعامر تورات اور انجیل کا عالم تھا لیکن جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو ابوعامر آپ ﷺ کی دشمنی میں اس قدر دیوانہ ہو گیا کہ مدینہ چھوڑ کر مشرکینِ مکہ کے ہاں جا کر رہائش پزیر ہو گیا۔ لوگوں کو ہر وقت رسول اکرم ﷺ کے خلاف بھڑکاتا اور مشتعل کرتا رہتا تھا۔ سیدنا حنظلہ رضی اللہ عنہ نے کچھ دیر تو برداشت کیا لیکن ایک روز توہینِ رسالت کے جرم پر غیرتِ ایمانی کو یارائے ضبط نہ رہا۔ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اجازت ہو تو اپنے باپ کا سر اتار لاؤں؟ رحمتِ عالم ﷺ نے فرمایا: "نہیں! ہم اس سے برا سلوک نہیں کریں گے۔"

﴿قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ یَعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَیَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ

"آپ کہہ دو جو تمہارے سینوں میں ہے، تم اسے چھپاؤ یا اسے ظاہر کرو اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے اور جو آسمانوں میں ہے

وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور جو زمین میں ہے اللہ تعالیٰ اس کو بھی جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے" (29)

سوال: اللہ تعالیٰ کے علم اور قدرت کی وسعت کی ضاحت ﴿قُلْ ... قَدِيْرٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ﴾ "آپ کہہ دو جو تمہارے سینوں میں ہے تم اسے چھپاؤ یا اسے ظاہر کرو اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے" اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کی وسعت کے بارے میں واضح فرمایا ہے کہ جو تمہارے سینوں میں ہے تم اسے چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے۔ اس سے کسی انسان کی کوئی بات چھپی ہوئی نہیں خواہ اعلانیہ کی گئی ہو یا چھپ کر۔

(2)﴿وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ "اور جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اللہ تعالیٰ اس کو بھی جانتا ہے" اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کی وسعت کے بارے میں بتایا ہے کہ وہ زمین و آسمان کی تمام چیزوں کا علم رکھتا ہے۔

(3) اس کا علم تمام حالات، زمانوں، دنوں، اور تمام لحظات و اوقات کو محیط ہے۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب کو جمع کرے گا اس سے ذرہ برابر بھی کوئی چیز غائب نہیں ہو سکتی۔ تمام اطراف و اکناف زمین، دریاؤں اور پہاڑوں کا کوئی ذرہ یا ذرے سے بھی کوئی چھوٹی چیز اس سے مخفی نہیں رہ سکتی۔ (المصباح المنیر: 606/1)

(4) اللہ تعالیٰ نے اپنے خوف کے ذریعے توجہ دلائی ہے کہ اس کے انتقام سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ اس کے پاس علم کے ایسے ذرائع ہیں کہ اس سے بچ کر تم کہیں نہیں جا سکتے۔

(5)﴿وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ "اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے" اللہ تعالیٰ اپنے علم سے ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ اس کی قدرت ہر چیز میں کارفرما ہے۔

(6) اس میں اشارہ ہے کہ دلوں کو پاک رکھنا چاہئے، ہر وقت اللہ تعالیٰ کے علم کو ذہن میں رکھنا چاہئے۔ اس کے نتیجے میں بندے کو اس بات سے شرم آئے گی کہ اس کا مالک اس کے دل کو گندے خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا دیکھے بلکہ وہ اپنی سوچ کو ایسے امور میں مشغول کرے گا جن سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو مثلاً قرآن مجید کی کسی آیت یا رسول اللہ ﷺ کی کسی حدیث پر غور و فکر کرنا یا ایسے علم کو سمجھنے کی کوشش کرنا جس میں اسے فائدہ ہو یا اللہ تعالیٰ کی مخلوق یا اس کی نعمت کے بارے میں سوچنا یا اللہ تعالیٰ کے بندوں کی بھلائی کے کسی کام کی سوچ بچار۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے علم اور قدرت کا ذکر فرماتا ہے تو اس میں ضمناً اعمال کی جزا و سزا بھی شامل ہوتی ہے جو قیامت کے دن واقع ہوگی۔ اس دن ہر شخص کو اس کے اعمال کی پوری جزا و سزا ملے گی۔ (تفسیر سعدی: 358,357/1)

﴿يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۚ وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''جس دن ہر نفس اس کو موجود پائے گا جو اس نے نیکی کی اور جو اس نے برائی کی، اس دن آدمی تمنا کرے گا کاش!

تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗۤ اَمَدًۢا بَعِيْدًا ؕ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ

اس کے اور اس کی برائیوں کے درمیان میں بہت دور کا فاصلہ ہوتا، اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈرا رہا ہے،

وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ﴾

اور اللہ تعالیٰ بندوں پر بے حد نرمی کرنے والا ہے'' (30)

سوال: قیامت کے دن کے حالات کی وضاحت ﴿يَوْمَ ... بِالْعِبَادِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا﴾ ''جس دن ہر نفس اس کو موجود پائے گا جو اس نے نیکی کی'' یہ قیامت کے دن کا حال ہے، وہ ایسا دن ہوگا جب امتحان کا پردہ ہٹ جائے گا اور انسان اپنے اعمال کے سرمائے کے سامنے کھڑا ہوگا۔

(2) اس سے مراد یہ ہے کہ اس کی نیکیاں مکمل طور پر محفوظ ہوں گی، ان میں ذرہ برابر کمی نہیں آئے گی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ﴾ ''تو جو ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا۔'' (الزلزال:7)

(3) خیر ایک جامع لفظ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے والا ہر نیک عمل شامل ہے، خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا۔

(4) ﴿وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ﴾ ''اور جو اس نے برائی کی'' اور اس کی برائیاں بھی محفوظ ہوں گی۔ سوء ایک جامع لفظ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والا ہر چھوٹا بڑا عمل شامل ہے۔ قیامت کے دن بندوں کے تمام اچھے برے اعمال ان کے سامنے پیش کر دیے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ﴾ ''اُس دن انسان کو بتایا جائے گا جو کچھ اُس نے آگے بھیجا اور جو اُس نے پیچھے چھوڑا ہے۔'' (القیامۃ:13)

(5) ﴿تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗۤ اَمَدًۢا بَعِيْدًا﴾ ''اس دن آدمی تمنا کرے گا کاش! اس کے اور اس کی برائیوں کے درمیان میں بہت دور کا فاصلہ ہوتا'' اس دن بے انتہا افسوس اور شدید غم کی وجہ سے آدمی تمنا کرے گا کاش! اس کے اور اس کی برائیوں کے درمیان میں بہت دور کا فاصلہ ہوتا۔ (6) وہ منظر اتنا ہولناک ہوگا کہ انسان چاہے گا کہ جو چیزیں دنیا میں اس کے لیے لذت کا سامان بنی ہوئی تھیں اس سے دور ہو جائیں۔

(7) اس دن آدمی تمنا کرے گا کہ کاش یہ دن نہ آتا! لیکن وہ آ گیا، انسان پکڑا گیا، اب کوئی چھٹکارا نہیں، اب کوئی جائے فرار نہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ﴾

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

''جس دن وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی تمنا کریں گے کہ کاش! ان پر زمین برابر کر دی جائے۔'' (النساء:42)

(8) ﴿وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ (۳۶) وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (۳۷) حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ (۳۸)﴾ ''اور جو شخص رحمان کے ذکر سے اندھا بن جاتا ہے ہم اُس کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں۔ چنانچہ وہی اُس کا ساتھی بن جاتا ہے۔ اور بلاشبہ یقیناً وہ انہیں ضرور راہِ حق سے روکتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ یقیناً وہ سیدھے راستے پر چلتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب وہ ہمارے پاس آئے گا تو کہے گا کہ کاش میرے اور تمہارے درمیان مشرقوں کا فاصلہ ہوتا! چنانچہ بہت ہی بُرا وہ ساتھی ہے۔'' (الزخرف:36-38)

(9) آج گناہوں کو ترک دینا ممکن ہے اس لیے آج انہیں چھوڑنا ہے۔

(10) ﴿وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈرا رہا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے عذاب سے ڈراتا ہے تاکہ لوگ اس کی نافرمانی سے بچیں ورنہ اس دن بندہ کہے گا۔ ﴿يٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ﴾ ''ہائے افسوس اس کوتاہی پر جو میں نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں کی۔'' (الزمر:56)

(11) اللہ تعالیٰ نے محبت کرتے ہوئے اپنے آپ سے اور آنے والے وقت سے ڈرایا تاکہ نیک اعمال کی ترغیب ہو جس کے نتیجے میں امید اور عمل صالح حاصل ہو اور ترہیب ہو جس کے نتیجے میں خوف حاصل ہو اور گناہ چھوٹ جائیں۔

(12) ﴿وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بندوں پر بے حد نرمی کرنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو امید دلائی ہے کہ وہ اس کی رحمت سے مایوس نہ ہوں، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کمال درجے کا مہربان ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ہمیں اپنی رحمت سے اپنا خوف نصیب فرمائے تاکہ ہم وہ کام نہ کریں جس سے وہ ناراض ہوتا ہے۔ (آمین)

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ

''آپ کہہ دیں اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کرے

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

گا، اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، بے حد رحم والا ہے'' (31)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:(1) نجران کے عیسائیوں کا وفد رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو انہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم مسیح کی تعظیم اور ان کی اور ان کی ماں کی تقدیس اللہ تعالیٰ کی محبت کے حصول کے لیے کرتے ہیں کیونکہ یہ اس کی محبت ہے جس سے ہم محبت رکھتے ہیں اور اس کی تعظیم ہے جس کی وہ تعظیم کرتا ہے۔اس پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا ہے کہ ان سے کہہ دیں:اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو جو تم توحید عبادت کی دلیل لے کر آئے ہو اس کے مطابق میری پیروی کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ بھی معاف کرے گا اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، بے حد رحم والا ہے۔(ایسر التفاسیر:170)

(2)حسن نے کہا:عہد نبوی ﷺ میں لوگوں نے کہا:اے محمد ہم اپنے رب سے محبت کرتے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ ''آپ کہہ دیں اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا'' اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ کی اتباع کو اپنی محبت کی اور آپ ﷺ کی مخالفت کو اپنے عذاب کی علامت بنا دیا۔(جامع البیان:256/3)(فتح القدیر:424/1)

سوال2:اللہ تعالیٰ کی محبت کے کیا مطالبات ہیں، اس کی وضاحت ﴿قُلْ...غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ﴾ ''آپ کہہ دیں اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو'' اللہ تعالیٰ کی محبت صرف زبانی دعویٰ نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ کی محبت کا مطالبہ ہے کہ رسول ﷺ کی اتباع کی جائے۔

(2)اللہ تعالیٰ کی محبت کے لیے رسول اللہ ﷺ کے نقش قدم پر چلنا ضروری ہے۔جس نے رسول اللہ ﷺ کی اتباع نہیں کی وہ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے والا نہیں۔

(3)اللہ تعالیٰ کی محبت کا مطالبہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہر حال میں ہو، اقوال و افعال میں، ظاہر و باطن میں اور عقائد و اعمال میں بھی۔

(4)جتنی کسی میں اتباع ہوگی اتنا ہی اس میں ایمان اور اللہ تعالیٰ کی محبت کا حصہ ہوگا اور جتنی اتباع میں کمی ہوگی اتنا ہی ایمان اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں کمی ہوگی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5) سہل بن عبداللہ نے کہا: اللہ تعالیٰ کی محبت کی علامت قرآن مجید کی محبت ہے۔ قرآن مجید کی محبت کی علامت نبی ﷺ کی محبت ہے اور نبی ﷺ کی محبت کی علامت سنت کی محبت ہے اور سنت کی محبت کی علامت آخرت کی محبت ہے اور آخرت کی محبت کی علامت اپنے نفس کی محبت ہے اور اپنے نفس کی محبت کی علامت دنیا سے بغض ہے اور دنیا سے بغض کی علامت یہ ہے کہ اس سے بقدر ضرورت لیا جائے۔ (تفسیر قرطبی: 47/2)

(6) ﴿فَاتَّبِعُوْنِيْ﴾ ''تو میری پیروی کرو'' اتباع کے مفہوم میں اطاعت کی نسبت بہت زیادہ وسعت ہے۔ اطاعت صرف اوامر و نواہی میں ہوتی ہے جب کہ اتباع یہ ہے کہ جیسے تم رسول اللہ ﷺ کو کرتے دیکھو ویسے ہی تم بھی کرنے لگ جاؤ اور جس بات کو وہ ناپسند کریں اسے تم بھی ناپسند کرو۔ (تیسیر القرآن)

(7) سیدنا نافع سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس چھینک ماری اور کہا: ﴿الحمد لله والسلام على رسول الله﴾ یعنی ''تمام تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے اور رسول اللہ ﷺ پر سلام ہے'' سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ﴿الحمد لله والسلام على رسول الله﴾ تو میں بھی کہتا ہوں لیکن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یوں سکھایا کہ ہم ﴿الحمد لله على كل حال﴾ یعنی ''ہر حال میں سب تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے'' کہیں (لہٰذا جو سنت کا طریقہ ہے وہی اختیار کرو)۔ (جامع ترمذی: 2737)

(8) ﴿يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ ''اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا'' رسول اللہ ﷺ کی اتباع پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔ تمہاری اطاعت اور اپنے دلوں کو پاک کرنے اور تقویٰ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔

(9) ﴿وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ﴾ ''اور تمہارے گناہ معاف کرے گا'' رسول اللہ ﷺ کی اتباع کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو ڈھانپ دے گا اور ان پر مؤاخذہ نہیں کرے گا۔

(10) ﴿وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، بے حد رحم والا ہے'' (i) اللہ تعالیٰ نے گناہوں کی معافی سے اپنی مغفرت اور رحمت کا یقین دلایا ہے۔

(ii) اللہ تعالیٰ نے اتباع رسول کے نتیجے میں اپنی محبت کا یقین دلاتے ہوئے اپنی رحمت کا یقین دلایا ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ بندے سے کیسے محبت کرتے ہیں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ اس سے محبت رکھتا ہے جس نے محمد ﷺ کی اتباع کی۔ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے اور اس پر رحمت فرماتا ہے اور سیدھے راستے پر قائم رکھتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2) اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتے ہیں تو آسمان والے اور زمین والے اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل علیہ السلام کو آواز دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو دوست رکھتا ہے لہٰذا تم بھی اس کو دوست رکھو۔ پس جبریل علیہ السلام اس کو دوست رکھنے لگتے ہیں پھر جبریل علیہ السلام تمام آسمان والوں میں اعلان کر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو دوست رکھتا ہے لہٰذا تم بھی اس کو دوست رکھو چنانچہ اس کو تمام آسمان والے دوست رکھتے ہیں پھر زمین (والوں) میں اس کی مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔'' (بخاری:1357)

﴿قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ﴾

''آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، پھر اگر وہ منہ موڑ جائیں تو اللہ تعالیٰ کافروں کو یقیناً پسند نہیں کرتا'' (32)

سوال 1: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کے حکم کی وضاحت ﴿قُلْ ... الْكٰفِرِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ﴾ ''آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو'' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اپنی اور رسول کی اطاعت کرنے کا حکم دیا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت میں ایمان اور توحید شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت میں ایمان کی شاخیں یعنی ظاہری اور باطنی اقوال و افعال شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت میں اللہ تعالیٰ کے منع کیے ہوئے کاموں سے رکنا بھی شامل ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ کی اطاعت اس کی کتاب کے احکامات پر عمل پیرا ہونے سے ممکن ہے۔

(4) ﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا﴾ ''پھر اگر وہ منہ موڑ جائیں'' اس سے مراد ایمان اور اطاعت سے منہ موڑنا ہے۔

(5) ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ کافروں کو یقیناً پسند نہیں کرتا'' اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت نہ کرنے والوں کے بارے میں یہ حکم دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو یقیناً پسند نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت نہ کرنے والوں کو کافر قرار دیا ہے۔

(6) اس آیت میں منکرین حدیث اور اتباع رسول سے گریز کرنے والوں کے لئے وعید ہے کیونکہ دونوں طرح کے لوگوں کے رویے کو اللہ تعالیٰ نے کفر قرار دیا ہے۔

(7) اللہ تعالیٰ اطاعت نہ کرنے والوں کے فعل سے راضی نہیں ہوتا اس لیے ان کی مغفرت نہیں فرماتا۔

(8) طریقہ محمدی ﷺ کی مخالفت کفر ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر انہوں نے اعراض سے کام لیا تو اللہ تعالیٰ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کافروں کو پسند نہیں کرتا۔ معلوم ہوا کہ طریقہ محمدی ﷺ سے اعراض کرنے والا کافر ہوتا ہے۔ (تیسیر الرحمن:173/1)

(9) رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال ضائع نہ کرو۔'' (محمد:33)

(10) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کے سارے لوگ جنت میں جائیں گے سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے انکار کیا'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ کس نے انکار کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔'' (صحیح بخاری:7280)

(11) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔'' (صحیح مسلم:4747)

سوال 2: رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کیسے ممکن ہے؟

جواب: (1) رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ان کی زندگی میں ان کے احکامات پر عمل کرنے سے اور ان کی وفات کے بعد ان کی سنت پر عمل کرنے سے اور اقوال و افعال اور احوال میں رسول اللہ ﷺ کی متابعت کرنے سے ہو سکتی ہے۔

(2) سیدنا عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑ سکتا جس پر رسول اللہ ﷺ عمل کیا کرتے تھے کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں رسول اللہ ﷺ کے قول و فعل میں سے کوئی چیز بھی چھوڑوں گا تو گمراہ ہو جاؤں گا۔'' (متفق علیہ، اللؤلؤ والمرجان:1150)

(3) سیدنا نافع کہتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بانسری کی آواز سنی تو اپنی دونوں انگلیاں کانوں میں ٹھونس لیں اور راستے کی دوسری سمت کافی دور نکل گئے اور مجھ سے پوچھا: اے نافع! کیا کچھ سن رہے ہو؟ میں نے عرض کیا: نہیں، تب انہوں نے اپنی انگلیاں کانوں سے نکالیں اور فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا رسول اللہ ﷺ نے بانسری کی آواز سنی اور ایسے ہی کیا (جیسے میں نے اب کیا) سیدنا نافع نے یہ بھی بتایا کہ اس وقت میں چھوٹی عمر کا لڑکا تھا۔ (سنن ابی داود للالبانی:4116)

(4) سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کا بھتیجا پہلو میں بیٹھا کنکریاں پھینک رہا تھا۔ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اسے منع کیا اور بتایا کہ نبی ﷺ نے اس سے منع کیا ہے نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایسا کرنے سے نہ تو شکار ہو سکتا ہے نہ دشمن کو نقصان پہنچایا جا سکتا ہے البتہ اس سے کسی کا دانت ٹوٹ سکتا ہے یا آنکھ پھوٹ سکتی ہے۔ بھتیجے نے دوبارہ کنکریاں پھینکنی شروع کر دیں تو سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے تجھے بتایا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے اور تو پھر

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

وہی کام کر رہا ہے لہٰذا میں اب تجھ سے کبھی بات نہیں کروں گا۔ (سنن ابن ماجہ:17)

(5) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی بندیوں کو مسجد میں آنے سے نہ روکے۔'' سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے نے کہا: ہم تو روکیں گے۔ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا: میں تیرے سامنے حدیث رسول ﷺ بیان کر رہا ہوں اور تو کہتا ہے کہ ہم انہیں ضرور روکیں گے۔ (سنن ابن ماجہ:16)

(6) سیدنا سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے پاس بائیں ہاتھ سے کھایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''داہنے ہاتھ سے کھاؤ۔'' وہ بولا: مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کرے تجھ سے نہ ہو سکے۔'' اور اس نے غرور کی راہ سے ایسا کیا تھا، وہ اس ہاتھ کو منہ تک نہ اٹھا سکا۔ (مسلم:2021)

(7) ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میں تم میں سے کسی کو اپنے تخت پر ٹیک لگائے ہرگز اس حال میں نہ پاؤں کہ اس کے پاس میرے احکام اور فیصلوں میں سے کوئی حکم آئے جن کا میں نے حکم دیا ہے یا جن سے روکا ہے اور وہ یہ کہے: یہ ہم نہیں جانتے، ہم نے تو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں جو کچھ پایا بس اسی کی پیروی کی ہے۔'' (ابوداؤد:4605)

﴿اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں میں سے آدم کو اور نوح کو اور ابراہیم کے خاندان کو اور عمران کے خاندان کو منتخب فرمایا ہے۔'' (33)

سوال 1: تمام جہانوں میں سے کن لوگوں کا انتخاب کیا گیا، اس کی وضاحت ﴿اِنَّ اللّٰهَ ... عَلَى الْعٰلَمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں میں سے آدم کو اور نوح کو اور ابراہیم کے خاندان کو اور عمران کے خاندان کو منتخب فرمایا ہے'' اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے ان گھرانوں کو تمام روئے زمین کے لوگوں میں سے منتخب فرما لیا تھا۔

(2) ﴿اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ نے آدم کو منتخب فرمایا'' (i) اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو منتخب فرمایا۔ (ii) اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے بنایا۔ (iii) پھر ان میں اپنی روح پھونکی۔ (iv) آدم علیہ السلام کو فرشتوں سے سجدہ کروایا۔ (v) اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو اسماء کا علم عطا کیا۔ (vi) اللہ تعالیٰ نے انہیں جنت میں رہائش عطا کی۔ (vii) اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے سیدنا آدم علیہ السلام کو زمین پر بھیجا۔ (viii) اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کو عزت دی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْۤ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

﴿مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا﴾ ''اور بلاشبہ ہم نے یقیناً اولادِ آدم کو عزت دی ہے اور ہم نے انہیں خشکی اور سمندر میں سوار کیا اور ہم نے انہیں پاکیزہ چیزوں میں سے رزق دیا اور ہم نے جن کو پیدا کیا ان میں سے بہت سوں پر انہیں فضیلت دی، بڑی فضیلت دینا۔'' (بنی اسرائیل:70)

(3) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن لوگ آدم کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے، آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے، آپ کے جسم میں اللہ تعالیٰ نے اپنی روح پھونکی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا (کہ آپ سجدہ کریں تو) انہوں نے آپ کو سجدہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو جنت میں رہنے کو جگہ دی اور آپ کو تمام چیزوں کے نام سکھائے۔'' (بخاری:3340)

(4) ﴿وَنُوْحًا﴾ ''اور نوح علیہ السلام کو'' پھر اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کو منتخب فرمایا۔

(5) اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کو اس وقت رسول بنا کر بھیجا جب لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کو چھوڑ کر بتوں کی عبادت کو اختیار کر لیا تھا۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سیدنا نوح علیہ السلام پہلے رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کی طرف مبعوث فرمایا۔'' (بخاری:4476) (6) (i) اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کو طویل عمر عطا کی۔

(ii) سیدنا نوح علیہ السلام کو ساڑھے نو سو برس قوم کو تبلیغ کرنے کا شرف حاصل ہوا۔

(iii) سیدنا نوح علیہ السلام کی دعا سے اہل ایمان کو بچا لیا گیا اور کافروں کو ہلاک کر دیا گیا۔

(iv) اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر وقت صبر، برداشت، شکر اور تبلیغ کی وہ توفیق بخشی جس کی وجہ سے وہ منتخب قرار دیے جانے کے لائق ہو گئے۔ (v) آپ علیہ السلام کی نسل کو قیامت تک باقی رکھا۔

(vi) ہر زمانے میں لوگ آپ کی تعریف کرتے رہے اور کرتے رہیں گے۔ (تفسیر منان:361/1)

(7) ﴿وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ﴾ ''اور ابراہیم علیہ السلام کو'' اللہ تعالیٰ نے آلِ ابراہیم کا انتخاب فرمایا۔

(8) آلِ ابراہیم علیہ السلام میں خود سیدنا ابراہیم علیہ السلام بھی شامل ہیں جو خلیل الرحمن تھے۔

(9) آلِ ابراہیم علیہ السلام میں وہ تمام انبیاء شامل ہیں جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بعد مبعوث ہوئے، وہ سب آپ کی نسل سے تھے۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے ایسے فضائل سے نوازا کہ وہ سارے جہان میں برگزیدہ ہوئے۔

(10) آخری نبی ﷺ اور کائنات میں سب سے افضل ہستی محمد رسول اللہ ﷺ بھی ان ہی کی نسل سے تھے اور ان کی دعا کا نتیجہ تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(11)﴿وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور عمران کے خاندان کو تمام جہانوں میں سے'' اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آل عمران کو منتخب فرمایا۔ (12) عمران بنی اسرائیل کے صالحین میں سے تھے۔ وہ سیدہ حنہ کے شوہر تھے اور سیدہ مریم علیہا السلام کے والد تھے۔ (13) آل عمران کو بلند درجہ سیدہ مریم علیہا السلام اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی وجہ سے عطا کیا گیا۔

سوال 2: اس آیت میں انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ جس انداز میں کیا گیا ہے اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السلام کے انتخاب کے بارے میں ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں منتخب فرمایا اس لیے سب انبیاء علیہم السلام برگزیدہ تھے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے انہیں رسالت کی ذمہ داری پوری کرنے کے لیے چن لیا تھا تاکہ وہ قافلہ ایمان کے سالار رہیں۔

(3) رسالت ابتداء سے ایک ہی تھی۔ (4) جس دین کو پیش کیا گیا وہ دین بھی ایک ہی تھا۔

(5) اس سے یہ واضح کیا گیا کہ یہ لوگ ایک ہی سلسلے کے تھے، ایک دوسرے کی نسل سے پیدا ہوئے تھے۔

(6) اس سے یہ ثابت کیا گیا کہ سب انبیاء علیہم السلام انسان تھے۔

(7) اس سے یہ ثابت کیا گیا کہ ان میں سے کوئی الٰہ نہیں تھا۔

سوال 3: آغاز میں سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدنا نوح علیہ السلام کی ذاتی حیثیت اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا عمران علیہ السلام کے خاندانوں کا ذکر کیا گیا، اس طرح کس چیز کو سمجھانے کی کوشش کی گئی؟

جواب: (1) سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدنا نوح علیہ السلام اپنی ذاتی حیثیت میں قابل احترام تھے۔

(2) سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا عمران علیہ السلام کی ذاتی حیثیت کے علاوہ ان کی اولاد بھی قابل احترام تھی۔

سوال 4: سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا عمران علیہ السلام کی اولادیں قابل احترام اور برگزیدہ تھیں، وہ اسلام کے کس اصول کے تحت برگزیدہ تھیں؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا عمران علیہ السلام کی اولادیں اپنے تعلق باللہ اور اعمال صالحہ کی وجہ سے قابل احترام اور برگزیدہ تھیں۔ اسلام کا اصول یہ ہے کہ برکت اور احترام جو خاندان نبوت میں آتا ہے وہ خونی وراثت کی وجہ سے نہیں بلکہ نظریاتی وراثت، عقیدے اور اعمال صالحہ کی وجہ سے آتا ہے۔

سوال 5: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا یعقوب علیہ السلام کا ذکر نہیں کیا گیا بلکہ آل عمران کا ذکر کیا گیا، اس کی حکمت واضح کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا یعقوب علیہ السلام تو بنی اسرائیل یعنی یہودیوں کے پیشوا تھے اور یہاں بات عیسائیوں کے بارے میں ہونے والی تھی اس لیے ان دونوں ہستیوں کے تذکرے کی ضرورت نہ تھی۔

(2) آل عمران کا ذکر سیدہ مریم علیہا السلام اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے قصوں کی تمہید کے طور پر کیا گیا۔

﴿ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾

''وہ ایک دوسرے کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے''(34)

سوال1:﴿ذُرِّيَّةًۢ ... عَلِيْمٌ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ﴾ ''وہ ایک دوسرے کی اولاد ہیں'' اس سے مراد ہے کہ انبیاء تخلیق کے لحاظ سے بھی مشابہ تھے اور اخلاق حسنہ کے لحاظ سے بھی۔رب العزت نے ارشاد فرمایا:﴿وَمِنْ اٰبَآىِٕهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''اور ان کے بعض آباؤ اجداد کو اور ان کی بعض اولادوں کو اور ان کے بعض بھائیوں کو بھی اور انہیں ہم نے چن لیا اور ہم نے انہیں سیدھا راستہ دکھلایا۔'' (الانعام:87) انبیاء کے عقائد ایک تھے۔

(2)﴿وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام، سیدنا نوح علیہ السلام، آل ابراہیم علیہ السلام اور آل عمران کے انتخاب سے اپنے ''سمیع'' اور ''علیم'' ہونے کا یقین دلایا ہے۔

(3)اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کی غلطی پر ان کی دعا سنی اور قبول کر لی یقیناً وہ ہر چیز کو جاننے والا اور سننے والا ہے اسی نے انہیں فضیلت عطا کی۔

(4)اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کو فضیلت عطا کی اور ان کے حالات سے اپنے علیم ہونے اور ان کی بددعا پر اپنے عذاب سے اپنے ''سمیع'' اور ''علیم'' ہونے کا یقین دلایا ہے۔

(5)اللہ تعالیٰ نے سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ کی دعا سے اپنے ''سمیع'' اور ''علیم'' ہونے کا یقین دلایا ہے۔

(6)اللہ تعالیٰ نے سیدہ مریم علیہا السلام کی عبادت گزاریوں، پاکیزگی اور صداقت سے اپنے ''سمیع'' اور ''علیم'' ہونے کا یقین دلایا ہے۔

سوال2:اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے واقعات سنائے ہیں، اس میں کیا حکمت ہے؟

جواب:انبیاء کے واقعات اس لیے سنائے گئے ہیں تاکہ ہم ان سے محبت رکھیں، ان کی اتباع کریں، ان جیسے نیک اعمال کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

توفیق مانگیں، ان جیسے اعمال کرنے پر خود کو حقیر سمجھیں۔

﴿اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ

"جب عمران کی بیوی نے کہا: "اے میرے رب! جو میرے پیٹ میں ہے، میں نے نذر مانی ہے کہ تیرے لیے آزاد چھوڑا ہوا ہوگا۔ پس

مِنِّیْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ﴾

آپ مجھ سے قبول فرمائیں، یقیناً آپ سب کچھ سننے والے، سب کچھ جاننے والے ہیں" (35)

سوال 1: عمران کی بیوی نے کیا نذر مانی تھی، اس کی وضاحت ﴿اِذْ قَالَتِ... اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ﴾ "جب عمران کی بیوی نے کہا" عمران کی بیوی سے مراد سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ حنہ ہیں۔

(2) محمد بن اسحاق نے لکھا ہے کہ یہ ایک ایسی خاتون تھیں جنہیں حمل قرار نہیں پاتا تھا۔ انہوں نے ایک دن ایک پرندے کو دیکھا جو اپنے بچے کو اپنے منہ سے کھلا رہا تھا تو انہیں بھی بچے کی خواہش پیدا ہوئی اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ انہیں بھی ایک بچہ عطا فرمائے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازا اور ان کے شوہر نے مقاربت کی تو انہیں حمل قرار پا گیا، جب یہ حمل نمایاں ہو گیا تو انہوں نے نذر مانی کہ ان کا بچہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور بیت المقدس کی خدمت کے لیے وقف ہوگا۔ (تفسیر طبری: 319/3)

(3) انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی: ﴿رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا﴾ "اے میرے رب! جو میرے پیٹ میں ہے، میں نے نذر مانی ہے کہ تیرے لیے آزاد چھوڑا ہوا ہوگا" اللہ تعالیٰ کے نام پر چھوڑنے سے مراد عبادت گاہ کی خدمت کے لیے وقف کرنا ہے۔ سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ نے نذر مانی تھی کہ میرے پیٹ کا بچہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گا اور اس کے بیت المقدس کی خدمت کرے گا۔

(4) ﴿فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ﴾ "پس آپ مجھ سے قبول فرمائیں یقیناً آپ سب کچھ سننے والے، سب کچھ جاننے والے ہیں" یہ دعا سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ نے تب مانگی تھی جب سیدہ مریم علیہا السلام ان کے پیٹ میں تھیں کہ تو میری دعا سن رہا ہے، میری نیت اور ارادے سے باخبر ہے مجھ سے قبول فرما لے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5) اللہ تعالیٰ نے سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ کی نذر سے اپنے ﴿السَّمِیْعُ﴾ اور ﴿الْعَلِیْمُ﴾ ہونے کا یقین دلایا ہے۔ انہوں نے کہا: اے میرے رب میں نے آپ کے لیے نذر مانی، آپ کی رضا کے لیے آپ کے گھر کی خدمت کے لیے میں نے اپنا بچہ آزاد کر دیا۔ آپ مجھ سے یہ مبارک عمل قبول فرمالیں۔ اس واقعہ سے سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ کے اللہ تعالیٰ کے السمیع اور العلیم ہونے پر یقین کامل کا اظہار ہوتا ہے۔

سوال 2: سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ کے کردار کی چند خاص باتیں واضح کریں؟

جواب: (1) سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ کا دل ایمان کے نور سے بھرپور ہے۔

(2) انہوں نے اپنے عزیز ترین سرمائے کو اللہ تعالیٰ کے لیے پیش کر دیا تھا (یعنی وہ بچہ جو ان کے پیٹ میں تھا)۔

(3) ان کی پیش کش کے ساتھ کوئی شرط اور قید نہیں تھی۔

(4) اس نذر کے ساتھ انہوں نے کوئی شرکیہ تصور وابستہ نہیں کیا تھا۔

(5) ان کی نذر میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے حق کا تصور نہیں تھا۔ (6) ان کی دعاؤں میں خشوع وخضوع تھا۔

(7) وہ خالص اللہ تعالیٰ کی مسلم اور مطیع فرمان تھیں۔

(8) ان کے دل میں رضائے الٰہی کے جذبے کے سوا کوئی جذبہ نہیں تھا۔

﴿فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَاۤ اُنْثٰی ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ؕ

"پھر جب اس نے بچے کو جنم دیا تو کہا: "اے میرے رب! میں نے تو لڑکی کو جنم دیا" حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا تھا جو اس نے جنم دیا

وَلَیْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰی ۚ وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَاِنِّیْۤ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا

"اور لڑکا تو لڑکی جیسا نہیں ہوتا، اور بلاشبہ میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور یقیناً میں اس کو اور اس کی اولاد کو

مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ﴾

شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں" (36)

سوال 1: سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ نے بیٹی کی پیدائش کے بعد رب العزت سے کیا دعا مانگی، اس کی وضاحت ﴿فَلَمَّا ... الرَّجِیْمِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَاۤ اُنْثٰی﴾ "پھر جب اس بچے کو جنم دیا تو کہا: "اے میرے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رب! میں نے تو لڑکی کو جنم دیا" سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی تو انہوں نے کہا: اے اللہ تعالیٰ! میں نے تو لڑکی کو جنم دیا ہے۔ یہ کہہ کر وہ معذرت کر رہی ہیں کہ اگر لڑکا ہوتا تو وہ اللہ تعالیٰ کے گھر کی خدمت اچھے طریقے سے کرتا۔

(2) ﴿وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ﴾ "حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا تھا جو اس نے جنم دیا" اللہ تعالیٰ تو خوب جانتے تھے کہ اس نے کس کو جنم دیا ہے۔ اسے تو اس وقت بھی علم تھا جب ان کی والدہ کو بھی علم نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کیسے نہ جانتے جب کہ وہ ماہر خلاق اور علیم ہیں۔

(3) ﴿وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى﴾ "اور لڑکا تو لڑکی جیسا نہیں ہوتا" لڑکا تو لڑکی جیسا نہیں ہوتا کیونکہ لڑکے میں وہ فطری کمزوریاں نہیں ہوتیں جو لڑکی میں ہوتی ہیں۔ لڑکے کے اوپر وہ تمدنی پابندیاں بھی نہیں ہوتیں جو لڑکی پر ہوتی ہیں۔

(4) یہ بات اس لیے کہی گئی کہ لڑکی ہونے کی صورت میں نذر کا مقصد اچھی طرح پورا نہیں ہوتا۔ اس دور میں لڑکوں کی نذر دی جاتی تھی تاکہ وہ ہیکل کی خدمت کریں، صرف عبادت کے لیے وقف ہوں اور دنیا سے کٹ جائیں۔

(5) سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ جس انداز سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی ہوئی نظر آتی ہیں، اس سے ان کے اللہ تعالیٰ سے تعلق کا اندازہ ہوتا ہے۔

(6) یہ تعلق براہِ راست ہے جس میں دل کی پوری بات بتائی جا رہی ہے اور بالکل واضح انداز میں بتائی جا رہی ہے۔

(i) اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی ہے جس میں نہ تکلف ہے، نہ پیچیدگی۔ ان کی بات سے اللہ تعالیٰ کی قربت جھلک رہی ہے۔

(ii) ان کے انداز سے یہ احساس جھلک رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے، سنتا ہے اور قبول کرتا ہے۔

(7) ﴿وَاِنِّيْ سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ﴾ "اور بلاشبہ میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے" سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ نے ان کا نام رکھا اس سے پتہ چلتا ہے کہ پیدائش کے وقت بچے کا نام رکھنا جائز ہے۔

(8) ماں اپنے بچے کا نام رکھ سکتی ہے بشرطیکہ باپ کو یہ بات ناپسند نہ ہو۔ (تفسیر منان: 363/1)

(9) حافظ ابن قیم نے پہلے، تیسرے اور ساتویں روز نام رکھنے کو درست قرار دیا ہے۔

(10) حافظ سیوطی نے (الاکلیل) میں لکھا ہے کہ یہ آیت دلیل ہے کہ بچے کا نام ولادت کے دن ہی رکھنا جائز ہے ساتویں دن کی ہی تعیین صحیح نہیں۔

(11) ﴿وَاِنِّيْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ﴾ "اور یقیناً میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں" یعنی میں اسے شیطان کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتی ہوں اور ان کی اولاد کو بھی، ان کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اولاد سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ان کی اس دعا کو بھی اللہ تعالیٰ نے شرف قبولیت سے نوازا تھا۔

(12) یہ بات سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ کے دل کے خلوص کو ظاہر کر رہی ہے۔اپنی اولاد کے لیے انہیں جو تحفظ چاہئے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے شیطان مردود سے بچائے۔

(13) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو شیطان اسے پیدا ہوتے ہی چھوتا ہے، جس سے وہ بچہ چلاتا ہے سوائے مریم علیہا السلام اور ان کے بیٹے (عیسیٰ علیہ السلام) کے۔'' پھر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تمہارا جی چاہے تو یہ آیت پڑھ لو ﴿وَاِنِّیْٓ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ﴾ یہ کلمہ سیدہ مریم علیہا السلام کی ماں نے کہا تھا۔اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی اور سیدہ مریم علیہا السلام اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو شیطان کے ہاتھ لگانے سے بچا لیا۔ (صحیح بخاری:4548)

سوال 2: سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ نے اپنی اولاد کے بارے میں معاشی توقعات نہیں باندھیں بلکہ نیک تمنا رکھی، اولاد کے بارے میں نیک تمنائیں کیا ہو سکتی ہیں؟

جواب: (1) اولاد اللہ تعالیٰ کی راہ میں سرگرم عمل ہو جائے۔(2) اولاد شیطان کے شر سے بچے۔(3) اولاد نیک لوگوں کی جماعت میں شامل ہو جائے۔سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میری والدہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئیں اور انہوں نے مجھے اپنے آدھے دوپٹے کی چادر بنا دی اور آدھے کو مجھے اوڑھا دیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ میرا بیٹا انس ہے۔میں اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لیے پیش کرنے آئی ہوں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے اس کے لیے دعا مانگیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے اللہ! اس کے مال اور اولاد میں زیادتی فرما۔'' سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! میرا مال بہت کثیر ہے اور میری اولاد اور اولاد کی اولاد کی تعداد آج کل ایک سو ہے۔ (صحیح مسلم:6376)

سوال 3: والدین کے بچوں پر کیا اثرات ہو سکتے ہیں؟

جواب: والدین کے نیک جذبات کے اثر سے: (1) اولاد دنیا کی زندگی میں اپنے نفس پر قابو پانے والی ہوتی ہے۔

(2) وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والی ہوتی ہے۔(3) وہ نیکی اور بدی میں سے نیک راستے کو اختیار کرتی ہے۔

﴿فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِیَّا ؕ﴾

''سو اس کے رب نے اسے اچھی قبولیت کے ساتھ قبول فرمایا اور اس کی بہترین پرورش کی اور زکریا کو اس کا سرپرست بنایا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ

زکریا جب کبھی اس کے پاس عبادت خانے میں آتے اس کے پاس رزق پاتے، وہ پوچھتے مریم! یہ تیرے پاس کہاں سے آیا؟

قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿

وہ کہتیں یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے" (37)

سوال: رب العزت نے سیدہ مریم علیہا السلام کو نذر کے طور پر قبول فرما کر ان کی پرورش اور کفالت کے لیے کیا انتظام فرمایا، اس کی وضاحت ﴿فَتَقَبَّلَهَا ... حِسَابٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ﴾ "سو اس کے رب نے اسے اچھی قبولیت کے ساتھ قبول فرمایا" اللہ تعالیٰ نے سیدہ مریم علیہا السلام کو نذر کے طور پر قبول فرمایا اور انہیں اور ان کی اولاد کو شیطان سے محفوظ فرمایا۔

(2) ﴿وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا﴾ "اور اس کی بہترین پرورش کی" اللہ تعالیٰ نے سیدہ مریم علیہا السلام کی پرورش اچھے طریقے سے کی۔ ان کی ماں کے دل میں جو اخلاص تھا اور اللہ تعالیٰ کا ہو کر رہنے کا جو جذبہ تھا یہ اس کا صلہ تھا۔

(3) سیدہ مریم علیہا السلام کو نفخ روح کے لیے، کلمۃ اللہ کی والدہ بننے کے لیے تیار کرنا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی خوب تربیت کی اور عمدہ طریقے سے پرورش کی۔ صحیحین میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوا سنا: "مریم علیہا السلام سب سے افضل عورت تھیں اور خدیجہ رضی اللہ عنہا سب سے افضل ہیں۔" (صحیح بخاری: 3815)

(4) ﴿وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا﴾ "اور زکریا کو اس کا سرپرست بنایا" اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سیدنا زکریا علیہ السلام کو ان کا سرپرست بنا دیا گیا۔ یعنی یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ تھا کہ آل ہارون میں سے سیدنا زکریا علیہ السلام کو سیدہ مریم علیہا السلام کی نشوونما اور تربیت کے لیے منتخب کیا جائے تاکہ سیدہ مریم علیہا السلام ان سے علم نافع اور عمل صالح سیکھ سکیں۔ سیدنا زکریا علیہ السلام کی کفالت کی وجہ سے سیدہ مریم علیہا السلام کی جسمانی اور اخلاقی تربیت بہت اچھی ہوئی۔

(5) ﴿كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا﴾ "زکریا جب کبھی اس کے پاس عبادت خانے میں آتے اس کے پاس رزق پاتے" سیدہ مریم علیہا السلام کی کفالت سیدنا زکریا علیہ السلام نے کی تھی۔ وہ جب کبھی آپ علیہا السلام کے پاس محراب میں یعنی ان کی عبادت گاہ میں داخل ہوتے تو ان کے پاس جنت کے پھل پاتے۔ گرمیوں کے پھل سردیوں میں اور سردیوں کے پھل گرمیوں میں ہوتے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6)﴿قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ﴾ ''وہ پوچھتے مریم! یہ تیرے پاس کہاں سے آیا؟ وہ کہتیں یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہے'' یہ الفاظ ان کے اپنے رب سے تعلق کی وضاحت کرتے ہیں۔

(7) سیدہ مریم علیہا السلام کے اندر رزق کی فراہمی کے غیر معمولی سلسلے کی وجہ سے کوئی غرور نہ تھا، تواضع اور کسر نفسی جھلک رہی ہے۔

(8) سیدہ مریم علیہا السلام نے واضح کیا کہ اس میں ان کی محنت ومشقت شامل نہیں بلکہ یہ رزق انہیں اللہ تعالیٰ نے کرامت کے طور پر عطا فرمایا۔

(9)﴿اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے'' اللہ تعالیٰ نے سیدہ مریم علیہا السلام کے رزق پر سیدنا زکریا علیہ السلام کی حیرت سے اپنے بے حساب رزق کا یقین دلایا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔ اس نے فرمایا:﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا (۲) وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾ ''اور جو کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، وہ اُس کے لیے نکلنے کا کوئی راستہ بنا دیتا ہے۔ اور اُس کو وہاں سے رزق دے گا جہاں سے وہ گمان بھی نہیں رکھتا۔'' (الطلاق:3,2)

﴿هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ

''وہیں زکریا نے اپنے رب کو پکارا، اس نے کہا: ''اے میرے رب! مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما

اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ﴾

بلاشبہ تو ہی دعا کا خوب سننے والا ہے'' (38)

سوال: سیدنا زکریا علیہ السلام نے مریم علیہا السلام کے پاس بے موسم پھل دیکھ کر کیا دعا کی، اس کی وضاحت ﴿هُنَالِكَ... سَمِيْعُ الدُّعَآءِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ﴾ ''وہیں زکریا نے اپنے رب کو پکارا'' سیدنا زکریا علیہ السلام نے اولاد کی دعا کی۔ اولاد کی تمنا ایک فطری خواہش ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق اس فطری تمنا پر کی ہے کہ اس کے بعد کوئی اس کا جانشین ہو۔ سیدہ مریم علیہا السلام جیسی صالحہ لڑکی اور ان کے پاس غیر معمولی رزق کی کرامت دیکھ کر ان کے دل کے اندر امید پیدا ہوئی۔

(2)﴿قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً﴾ ''اس نے کہا: ''اے میرے رب! مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما'' یعنی خوش اخلاق اور خوش اطوار یعنی دینی اور دنیاوی نعمتوں کی تکمیل ہو جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3) سیدنا زکریا علیہ السلام کے دل میں اولاد کے لئے دعا کرنے کا خیال بے موسم پھلوں کو دیکھ کر آیا کہ اللہ تعالیٰ انہیں بوڑھا اور ان کی بیوی کو بانجھ ہونے کے باوجود اولاد عطا کر دے گا۔

(4) ﴿اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ﴾ ''بلاشبہ تو ہی دعا کا خوب سننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ سمیع الدّعاء ہے یعنی دعاؤں کا سننے والا ہے۔ یہ یقین انسان کے اندر توکل کی صفت پیدا کرتا ہے۔ انسان اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرنے لگتا ہے، اللہ تعالیٰ کے سہارے کو مضبوطی سے تھام لیتا ہے اور سیدھے راستے پر چلنے لگتا ہے۔

﴿فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ

''چنانچہ فرشتوں نے اس کو آواز دی جب کہ وہ عبادت خانے میں کھڑے نماز ادا کر رہے تھے: ''بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو

بِيَحْيٰى مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا

یحییٰ کی خوش خبری دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ایک کلمے (عیسیٰ) کی تصدیق کرنے والا اور سردار

وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾

اور اپنے اوپر بہت ضبط رکھنے والا ہوگا اور نیک لوگوں میں سے نبی ہوگا'' (39)

سوال: سیدنا زکریا علیہ السلام کو سیدنا یحییٰ علیہ السلام کی جو خوش خبری دی گئی، اس کی وضاحت ﴿فَنَادَتْهُ ... مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ﴾ ''چنانچہ فرشتوں نے اس کو آواز دی جب کہ وہ عبادت خانے میں کھڑے نماز ادا کر رہے تھے'' سیدنا زکریا علیہ السلام اپنے رب کی عبادت اور مناجات میں مشغول تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی دعا قبول فرمالی۔ انہیں فرشتوں نے آواز دی۔

(2) ﴿اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو یحییٰ کی خوش خبری دیتا ہے'' اللہ تعالیٰ نے یحییٰ کی خوش خبری دی، بچے کا نام خود یحییٰ رکھا اور بتایا کہ پہلے آج تک کسی انسان کا یہ نام نہیں رکھا۔ (تیسیر القرآن: 262/1)

(3) ﴿مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ﴾ ''جو اللہ تعالیٰ کے ایک کلمے (عیسیٰ) کی تصدیق کرنے والا ہوگا'' اس سے مراد سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق ہے۔

(4) ﴿وَسَيِّدًا﴾ ''اور سردار ہوگا'' اس سے مراد بنی اسرائیل کا سردار ہوگا۔ قوم کی خراب حالت کی اصلاح کرے گا۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ آپ کو ایسی صفات عطا فرمائے گا کہ آپ سردار بنیں گے، قوم کی راہ نمائی کریں گے اور لوگ اپنے معاملات میں آپ سے راہ نمائی لیں گے۔

(5)﴿وَّحَصُوْرًا﴾ ''اور اپنے اوپر بہت ضبط رکھنے والا ہوگا'' اس سے مراد ہے کہ نہ ان کی عورتوں کی طرف رغبت ہوگی نہ گناہ کے کاموں کی طرف رغبت ہوگی۔ نکاح نہ کرنا سیدنا یحییٰ علیہ السلام کی خصوصیت تھی۔ رب کی خدمت اور اطاعت میں مشغول رہنے کی وجہ سے بے رغبتی تھی۔

(6) حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس کے معنی یہ نہیں کہ وہ عورتوں کے پاس نہیں جائیں گے بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ فواحش و منکرات سے پاک ہوں گے اور یہ اس بات سے مانع نہیں کہ وہ حلال طریقے سے عورتوں سے نکاح کریں، ان سے مقاربت کریں اور بچے پیدا کریں بلکہ سیدنا زکریا علیہ السلام کی سابقہ دعا ہی سے ان کی نسل کی بقا کا مفہوم بھی سمجھ میں آتا ہے کہ ان کی دعا کے الفاظ یہ تھے: مجھے اپنی جناب سے اولاد عطا فرما، یعنی ایسی اولاد جس سے ذریت اور نسل کی بقا کا سلسلہ آگے بھی جاری رہے گا۔ (المصباح المنیر :613/1)

(7)﴿وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ ''اور نیک لوگوں میں سے نبی ہوگا'' اس سے مراد ہے کہ وہ نبی ہوگا اور پاک باز لوگوں میں سے ہوگا۔

(8) سیدنا یحییٰ علیہ السلام کے کردار پر جو روشنی قرآن نے ڈالی ہے، اس سے یہ نقشہ سامنے آتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کرنے والا ہوگا، سرداری و بزرگی کی شان والا ہوگا، اپنی جنسی خواہشات پر پوری قدرت رکھنے والا ہوگا، نبوت سے سرفراز ہوگا اور ان کا شمار صالحین میں ہوگا۔

﴿قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ؕ

''زکریا نے کہا: ''اے میرے رب! میرے ہاں بیٹا کیسے ہوگا حالانکہ یقیناً مجھ تک بڑھاپا آپہنچا ہے اور میری بیوی بانجھ ہے؟''

قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ﴾

(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: ''اسی طرح اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے'' (40)

سوال: اولاد کی خوش خبری سن کر سیدنا زکریا علیہ السلام نے کیا کہا، اس کی وضاحت ﴿قَالَ ... مَا يَشَآءُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ﴾ ''اے میرے رب! میرے ہاں بیٹا کیسے ہوگا حالانکہ یقیناً مجھ تک بڑھاپا آپہنچا ہے اور میری بیوی بانجھ ہے؟'' سیدنا زکریا علیہ السلام کو ایسا بیٹا ملنے کی خوشخبری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دی گئی جو کامل صفات والا اور نبی ہوگا۔ سیدنا زکریا علیہ السلام انتہائی خوشی کی حالت میں پکار اٹھے ''اے میرے رب! میرے ہاں بیٹا کیسے ہوگا حالانکہ یقیناً مجھ تک بڑھاپا آپہنچا ہے اور میری بیوی بانجھ ہے؟''

(2) ﴿قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ﴾ ''(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: ''اسی طرح اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے'' اس سے مراد ہے کہ سیدنا زکریا علیہ السلام کے بڑھاپے اور ان کی بیوی کے بانجھ پن کے باوجود اللہ تعالیٰ بیٹا عطا کرے گا۔ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، اس کی قدرت سے کچھ باہر نہیں۔

(3) جو رب اسباب کے ساتھ اولاد دیتا ہے وہ بغیر اسباب کے اولاد دے تو اس کے لیے مشکل نہیں۔ ارشاد فرمایا: ﴿وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْـًٔا﴾ ''اور یقیناً میں اس سے پہلے آپ کو پیدا کر چکا ہوں حالانکہ آپ کچھ بھی نہ تھے۔'' (مریم:9)

(4) سیدنا زکریا علیہ السلام کے یہاں اولاد ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ بے قید ہے، وہ ظاہری اسباب کے بغیر بھی اپنا کام کر سکتا ہے، بڑھاپا اور بانجھ پن اس کے ارادے میں حائل نہیں ہو سکتے۔

﴿قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ۭ

''زکریا نے کہا: ''اے میرے رب! میرے لیے کوئی نشانی بتا دیں''، (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: آپ کے لیے نشانی یہ ہے کہ تین دن

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ﴾

تک لوگوں سے کچھ اشاروں کے سوا باتیں نہ کر سکو گے اور اپنے رب کو کثرت سے یاد کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح بیان کرو'' (41)

سوال 1: سیدنا زکریا علیہ السلام کے لیے کیا نشانی مقرر کی گئی، اس کی وضاحت ﴿قَالَ ... وَالْاِبْكَارِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً﴾ ''زکریا نے کہا: ''اے میرے رب! میرے لیے کوئی نشانی بتا دیں'' سیدنا زکریا علیہ السلام نے نشانی اس لیے مانگی کہ ان کے ہاں ولادت ایک غیر معمولی واقعہ تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ جب یہ غیر معمولی واقعہ پیش آئے تو مجھے پیشگی اطلاع ہو جائے۔

(2) اولاد کی خوش خبری سن کر سیدنا زکریا علیہ السلام کے شوق میں اضافہ ہوا جس کی وجہ سے انہوں نے نشانی طلب کی۔

(3) یعنی ایسی نشانی جس سے مجھے یہ معلوم ہو کہ واقعی میرے گھر میں بچہ پیدا ہونے والا ہے۔ (المصباح المنیر: 614/1)

(4) ﴿قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا﴾ ''آپ کے لیے نشانی یہ ہے کہ تین دن تک لوگوں

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سے کچھ اشاروں کے سوا باتیں نہ کر سکو گے'' بچے کی ولادت کے لیے یہ نشانی مقرر کی گئی کہ تین دن کے لیے زبان بندی ہو جائے گی۔لوگوں کی طرف متوجہ ہوں گے مگر کچھ اشاروں کے سوا باتیں نہ کر سکیں گے۔

(5)زبان بندی کی نشانی میں بڑی حکمت تھی اس طرح روزمرہ کے معمولات سے باہر لا کر اپنی کامل قدرت کا یقین دلایا گیا۔

(6)زبان بندی کی نشانی سے یہ یقین دلایا گیا کہ جس طرح اسباب موجودہ ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ ان کو کام کرنے سے روک سکتا ہے اسی طرح اسباب کے بغیر پیدا کر سکتا ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ تمام اسباب اللہ تعالیٰ کی قضاوقدر کے تحت ہیں۔

(تفسیر منان:365/1)

(7)﴿وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ﴾''اور اپنے رب کو کثرت سے یاد کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح بیان کرو''صرف رب کی طرف متوجہ ہوں،اس کا ذکر کریں اور اس کی تسبیح کریں۔

(8)اللہ تعالیٰ نے شکر گزاری کے لئے سیدنا زکریا علیہ السلام کو حکم دیا کہ خاموشی میں کثرت سے صبح وشام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرو تا کہ اللہ تعالیٰ مزید نعمتوں سے نوازے اور مزید شکر ادا کرنے کے قابل ہو جاؤ۔

سوال2:اس واقعے کو یہاں بیان کرنے کا اصل مقصد کیا ہے؟

جواب:(1)اصل مقصد عیسائیوں کے عقیدے کی غلطی واضح کرنا تھا۔

(2)سیدنا یحییٰ علیہ السلام کا ذکر اس لیے فرمایا کہ وہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے چھ ماہ پہلے معجزانہ طریقے سے پیدا ہوئے۔

(3)اللہ تعالیٰ یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ اگر سیدنا یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش معجزے سے ہو چکی اور انہیں الٰہ نہیں بنایا گیا تو سیدنا مسیح علیہ السلام اپنی غیر معمولی پیدائش پر الٰہ کیسے ہو گئے؟

﴿وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ

''اور جب فرشتوں نے کہا:اے مریم!یقیناً اللہ تعالیٰ نے آپ کو برگزیدہ بنایا ہے اور آپ کو پاک کیا ہے اور سب

عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ﴾

جہانوں کی عورتوں پر آپ کو منتخب کیا ہے''(42)

سوال:سیدہ مریم علیہ السلام کو کیا فضیلت دی گئی،اس کی وضاحت ﴿وَاِذْ ... نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ﴾''اور جب فرشتوں نے کہا:اے مریم!یقیناً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ نے آپ کو برگزیدہ بنایا ہے'' اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ بیان فرمایا ہے کہ فرشتوں نے سیدہ مریم علیہا السلام سے وہ بات کی جس کا اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی کثرت عبادت، زہد، شرف اور نجاستوں اور وسوسوں سے طہارت کے باعث انہیں منتخب فرمایا۔ (المصباح المنیر :614/1)

(2) سیدہ مریم علیہا السلام کی برگزیدگی کا تعلق ان کے بچپن سے ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے تو شروع ہی سے آپ علیہا السلام کو بزرگی دے رکھی ہے۔ آپ علیہا السلام کی والدہ کی دعاؤں کو سن کر آپ علیہا السلام کو خلعت وجود بخشا گیا۔

(3) ہیکل کی خدمت کا کام لڑکوں اور مردوں کے لئے مخصوص تھا، آپ کو لڑکی ہونے کے باوجود اس کا موقع عنایت کیا گیا۔

(4) آپ کو آپ کے حجرہ میں غذائیں جس اعجازی رنگ میں پہنچائی گئیں اس نے اللہ تعالیٰ کے نبی زکریا علیہ السلام تک کو متحیر کر دیا، یہ سب شواہد آپ کی برگزیدگی ہی کے تو ہیں۔ (تفسیر ماجدی :569/1)

(5) ﴿وَطَهَّرَكِ﴾ ''اور آپ کو پاک کیا ہے'' اللہ تعالیٰ نے سیدہ مریم علیہا السلام کو حیض، نفاس، مردوں کے چھونے اور برے اخلاق سے پاک کیا۔ (تفسیر منیر: 242/2) (6) سیدہ مریم علیہا السلام کو اللہ تعالیٰ نے گناہوں اور ایسی خرابیوں سے پاک کیا جو ان کی شان میں کمی کا باعث بن سکتی تھیں۔

(7) ﴿وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور سب جہانوں کی عورتوں پر آپ کو منتخب کیا ہے'' جہان سے مراد یا تو ان کے زمانے کی ساری دنیا کی عورتوں پر فضیلت ہے یا تمام عورتوں سے افضل قرار دینا مقصود ہے۔ چند خواتین یعنی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا اس فضیلت میں شریک ہونا سیدہ مریم علیہا السلام کے اصطفاء کے منافی نہیں۔

(8) سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مردوں میں بہت کامل ہوئے لیکن عورتوں میں کوئی کامل نہیں ہوئی سوائے مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی آسیہ کے اور عائشہ کی فضیلت اور عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت اور کھانوں پر۔'' (مسلم:2431)

(9) سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مردوں میں بہت سے لوگ کامل ہوئے ہیں اور (لیکن) عورتوں میں سے مریم بنت عمران علیہا السلام اور فرعون کی بیوی آسیہ کے سوا کوئی کامل نہیں ہوئی اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت عورتوں پر اسی طرح ہے جس طرح ثرید کی باقی کھانوں پر۔'' (بخاری:3411)

﴿يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ﴾

''اے مریم! اپنے رب کی اطاعت کرو، سجدے کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو'' (43)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: سیدہ مریم علیہا السلام کو دیے گئے احکامات کی وضاحت ﴿يٰمَرْيَمُ ... مَعَ الرّٰكِعِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) جب فرشتوں نے سیدہ مریم علیہا السلام کو اللہ تعالیٰ کی منتخب بندی ہونے اور پاک کرنے کی خوش خبری دی تو یہ ایک عظیم نعمت تھی جس کا شکر ادا کرنا ضروری تھا اس لیے اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتوں نے کہا:

(2) ﴿يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ﴾ ''اے مریم! اپنے رب کی اطاعت کرو'' قنوت سے مراد خشوع وخضوع کے ساتھ اطاعت پر مسلسل قائم رہنا ہے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ﴾ ''بلکہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اسی کا ہے، سب کے سب اس کے فرمانبردار ہیں۔'' (البقرہ:116)

(3) ﴿وَاسْجُدِيْ﴾ ''اور سجدے کرو'' سیدہ مریم علیہا السلام کو عبادت کا حکم دیا گیا تو خاص طور پر رکوع اور سجدے کا ذکر اس لیے کیا گیا کہ عبادت میں رکوع اور سجدے کا مقام دوسری تمام عبادتوں سے افضل ہے۔ رکوع اور سجدے سے اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کا اظہار ہوتا ہے۔

(4) ﴿وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ﴾ ''اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو'' اس سے مراد ہے بیت المقدس میں باجماعت نماز کے لیے حاضری دو۔ (ایسر التفاسیر:173) سیدہ مریم علیہا السلام کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا تھا کہ خشوع وخضوع کے ساتھ اطاعت پر مسلسل قائم رہیں، اللہ تعالیٰ کے آگے سربسجود رہیں، اللہ تعالیٰ کے آگے جھکنے والوں کے ساتھ جھکیں، اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت میں مصروف رہیں اور ایسی زندگی بسر کریں جو اللہ تعالیٰ سے جڑی ہوئی ہو۔

﴿ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۭ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ

''یہ غیب کی کچھ خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں ورنہ آپ ان کے پاس موجود نہیں تھے جب وہ اپنے قلم ڈال رہے تھے

اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۠ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ﴾

کہ ان میں سے کون مریم کی سرپرستی کرے گا اور نہ ہی آپ اس وقت ان کے پاس تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے'' (44)

سوال: غیب کی خبریں رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی دلیل ہیں، اس کی وضاحت ﴿ذٰلِكَ ... يَخْتَصِمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ﴾ ''یہ غیب کی کچھ خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو سیدہ مریم علیہا السلام کے بارے میں جو خبریں دیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کن حالات سے گزریں تو یہ غیبی معاملات تھے جن کا علم وحی کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ (تفسیر منان:366/1)

(2) غیب کی یہ خبریں رسول اللہ ﷺ کی رسالت کے برحق ہونے کی دلیل ہیں۔

(3) ﴿وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ﴾ ''اور نہ آپ ان کے پاس موجود نہیں تھے جب وہ اپنے قلم ڈال رہے تھے'' تم تو اس وقت موجود نہ تھے جب سیدہ مریم علیہا السلام کی والدہ انہیں بیت المقدس کے ذمہ دار افراد کے پاس لے کر گئیں تو ان میں ہر ایک کی خواہش تھی کہ وہ ان کی کفالت کریں لیکن واقعات تمہیں صحیح صحیح بتائے جا رہے ہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن حکیم وحی الٰہی پر مبنی ہے۔

(4) ﴿اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ﴾ ''کہ ان میں سے کون مریم کی سرپرستی کرے گا'' سیدہ مریم علیہا السلام کی کفالت کے لیے قرعہ اندازی کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ ان کی والدہ نے انہیں اللہ تعالیٰ کے کام کے لیے ہیکل کی نذر کیا تھا۔ بیت المقدس کے سب ذمہ داروں کی خواہش تھی کہ وہ ان کی دیکھ بھال کا شرف حاصل کریں۔ اس مشکل کو حل کرنے کے لیے انہوں نے قرعہ اندازی کی۔

(5) کفالت کے لیے قلم نہر اردن میں پھینکے گئے۔ طے یہ پایا کہ جس کا قلم پانی کے ساتھ نہیں بہے گا وہ سیدہ مریم علیہا السلام کا سرپرست قرار پائے گا۔ یہ شرف سیدنا زکریا علیہ السلام کو حاصل ہوا جو ان کے نبی اور معزز ترین فرد تھے۔ سبھی کے قلم بہہ گئے۔ سیدنا زکریا علیہ السلام کا قلم اپنی جگہ موجود رہا۔ یہ علامت تھی کہ کفالت کس کے حصے میں آئے گی۔

(6) ﴿وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ﴾ ''اور نہ ہی آپ اس وقت ان کے پاس تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے'' نبی ﷺ کو یہ بتایا گیا کہ آپ اس وقت موجود نہ تھے جب وہ سیدہ مریم علیہا السلام کی کفالت کے بارے میں جھگڑے کر رہے تھے۔ نہ وہ یہ واقعات جانتے ہیں نہ ان کے آباؤ اجداد، اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ سچے ہیں اس لیے ان کا فرض ہے کہ وہ آپ ﷺ کی اطاعت قبول کریں اور آپ ﷺ کا حکم مانیں۔ (7) حلال کاموں میں قرعہ اندازی جائز ہے۔ قرعہ اندازی سنت ہے۔ نبی ﷺ سفر میں ساتھ لے جانے کے لیے اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ ڈالتے تھے۔ (بخاری:5211)

﴿اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ

''جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! یقیناً اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی طرف سے ایک کلمے کی خوش خبری دیتا ہے، اس کا نام مسیح

عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ﴾

عیسیٰ ابن مریم ہوگا، وہ دنیا و آخرت میں بہت مرتبے والا اور مقرب بندوں میں سے ہوگا'' (45)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال: سیدہ مریم علیہا السلام کو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کی بشارت دی گئی ،اس کی وضاحت ﴿اِذْ قَالَتِ ... مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)سیدہ مریم علیہا السلام کی پاکیزگی، یک سوئی اور مسلسل عبادت گزاری یہ تین خصوصیات ایسی تھیں جن کی بناء پر وہ اللہ تعالیٰ کے فضل کو قبول کرنے کے لیے اور ولادت مسیح کے لیے تیار ہو سکیں۔سیدہ مریم علیہا السلام کو فرشتوں نے بشارت دی کہ ان کے ہاں بچے کی پیدائش ہوگی۔

(2)﴿اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ﴾ ''جب فرشتوں نے کہا:''اے مریم! یقیناً اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی طرف سے ایک کلمے کی خوش خبری دیتا ہے''(i)اس سے مراد سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہے جو اللہ تعالیٰ کے خصوصی فرمان کے ذریعے پیدا ہوئے۔(ii) آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا کلمہ اس لیے کہا گیا کہ آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ایک کلمہ اور خصوصی فرمان کے ذریعے پیدا ہوئے تھے اور آپ علیہ السلام کے حالات اسباب سے خارج تھے۔

(3)اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو نشانی اور عجیب مخلوق بنایا۔وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا جبریل علیہ السلام کو سیدہ مریم علیہا السلام کے پاس بھیجا۔انہوں نے آپ کی قمیص کے گریبان میں پھونک ماری۔مقدس فرشتے کی یہ مقدس پھونک سیدہ مریم علیہا السلام کے جسم میں داخل ہوگئی جس سے وہ پاک روح پیدا ہوگئی۔اس وجہ سے آپ علیہ السلام روحانی فطرت رکھتے تھے جو روحانی مادے سے پیدا ہوئے تھے۔اس لیے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی روح کہا گیا۔(تفسیر منان:369,368/1)

(4)﴿اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ﴾ ''اس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا'' سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح کہا گیا کیونکہ اندھوں پر ہاتھ پھیر کر انہیں شفایاب کرتے تھے۔

(5)﴿وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ﴾ ''وہ دنیا و آخرت میں بہت مرتبے والا ہوگا'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو بن باپ کے پیدا کیا۔وہ انسانوں کے ظرف کو جانتا ہے۔اسے معلوم تھا کہ کس طرح ایک معجزے کا یہودی انکار کریں گے اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی بن باپ کی پیدائش کی وجہ سے کس طرح طعنے برداشت کرنے پڑیں گے اس لئے پیدائش سے پہلے ہی ان کے بارے میں واضح کر دیا کہ دنیا میں بھی معزز ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے یہاں عزت کا مقام پائیں گے یعنی مقربین میں سے ہوں گے۔

(6)اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اولوالعزم پیغمبروں میں شامل کیا جو بڑی شریعتوں کے حامل تھے۔ان کے پیروکاروں کی کثیر تعداد تھی جو مشرق و مغرب میں پھیل گئی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(7)﴿وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ﴾ ''اور مقرب بندوں میں سے ہوگا'' مقرب لوگوں میں سے ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت والے ہوں گے، دوسرے انبیاء اور رسولوں کی طرح آپ بھی شفاعت کریں گے جس سے آپ کا بلند مقام جہان والوں کے سامنے ثابت ہو جائے گا۔ اس لیے وہ اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں میں سے ہیں، اپنے رب سے انتہائی قریب ہیں بلکہ آپ مقربین کے سرداروں میں سے ہیں۔ (تفسیر منان:369/1)

﴿وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾

''اور وہ گود میں بھی اور ادھیڑ عمر میں بھی لوگوں سے باتیں کرے گا اور وہ نیک لوگوں میں سے ہوگا'' (46)

سوال: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصیات کی وضاحت ﴿وَيُكَلِّمُ النَّاسَ ... مِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ﴾ ''اور وہ گود میں بھی لوگوں سے باتیں کرے گا'' وہ کلام عام کلام سے مختلف تھا۔ انہوں نے ایسی بات کی جس میں بھلائی اور کامیابی تھی۔

(2) وہ کلام اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانی تھی جس سے مومنوں کو فائدہ ہوا، دشمنوں پر حجت قائم ہوئی اور یہ ثابت ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔ (3) وہ کلام ان کی والدہ کے لیے بھی نعمت بنا کیونکہ اس کے ذریعے ان کی والدہ پر لگنے والے الزام کی تردید ہوگئی۔

(4)﴿فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ۭ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا (۲۹) قَالَ اِنِّىْ عَبْدُ اللّٰهِ ۭ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا (۳۰) وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ۠ وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا (۳۱) وَّبَرًّۢا بِوَالِدَتِيْ ۡ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا (۳۲)﴾ ''مریم نے بچے کی طرف اشارہ کیا۔ لوگوں نے کہا: ''ہم اُس سے کیسے بات کریں جو گود میں ایک بچہ ہے؟'' بچے نے کہا: ''یقیناً میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے۔ اور اس نے مجھے برکت والا بنایا جہاں بھی میں ہوں۔ اور مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے جب تک کہ میں زندہ رہوں۔ اور اپنی ماں کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا بنایا، اور اس نے مجھے سرکش، بدبخت نہیں بنایا۔'' (مریم:29-32)

(5)﴿فِي الْمَهْدِ﴾ ''گود میں'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''گود میں تین بچوں کے سوا کسی نے بات نہیں کی۔ ان میں سے ایک عیسیٰ ابن مریم ہیں، دوسرا بنی اسرائیل کا وہ بچہ جسے جریج سے منسوب کیا گیا اور بچے نے جریج کی بریت کی اور بول کر اپنے اصلی باپ کا نام بتا دیا۔ تیسرے وہ بچہ جس نے ماں کی چھاتی چھوڑ کر کہا تھا: یا اللہ! مجھے اس ظالم سوار کی طرح نہ کرنا۔''
(تیسیر القرآن:265/1)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(6)﴿وَ كَهْلًا﴾ ''اور ادھیڑ عمر میں بھی'' جوانی اور بڑھاپے کے درمیان کی عمر ادھیڑ عمر کہلاتی ہے۔ ادھیڑ عمر میں کلام سے مراد ہے کہ جب بڑے ہو کر وحی اور رسالت عطا کئے جائیں گے تو کلام کریں گے۔

(7)اس سے یہ بھی مراد لی گئی ہے کہ جب قرب قیامت کے دور میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تب وہ اسلام کی تبلیغ کریں گے۔ یہی ادھیڑ عمر میں کلام سے مراد ہے۔

(8)﴿وَّ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ﴾ ''اور وہ نیک لوگوں میں سے ہوگا'' نیک لوگوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حقوق ادا کرتے ہیں، اس میں کمی نہیں کرتے۔

﴿قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى یَكُوْنُ لِیْ وَلَدٌ وَّ لَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكِ

''مریم نے کہا: اے میرے رب! میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا حالانکہ کسی بشر نے مجھے ہاتھ تک نہیں لگایا؟'' (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: ''اسی طرح

اللّٰهُ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ؕ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ﴾

اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو یقیناً وہ اس سے کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے'' (47)

سوال 1: بیٹے کی بشارت سن کر سیدہ مریم علیہا السلام نے کیا کہا، اس کی وضاحت ﴿قَالَتْ ... بَشَرٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)سیدہ مریم علیہا السلام نے جب اللہ تعالیٰ کی اس بشارت کو فرشتوں سے سنا تو کہا، ﴿قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى یَكُوْنُ لِیْ وَلَدٌ وَّ لَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ﴾ ''مریم نے کہا: ''اے میرے رب! میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا حالانکہ کسی بشر نے مجھے ہاتھ تک نہیں لگایا؟'' یعنی میرے ہاں بچہ کیسے پیدا ہوگا جب کہ میرا نہ شوہر ہے، نہ شادی کرنے کا ارادہ اور نہ ہی میں بدکار ہوں۔

(2)سیدہ مریم علیہا السلام نے دوسرے انسانوں کی طرح روزمرہ زندگی میں سلسلہ اسباب کے عادی ہو جانے کی وجہ سے یہ کہہ دیا کہ ایسا کیسے ممکن ہے حالانکہ وہ جانتی تھیں لیکن یہ بات ان کے لئے معمہ بن گئی جس کے حل کے لئے انہوں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی۔

(3)اللہ تعالیٰ کا عام قانون یہی ہے کہ مرد سے تعلق کے بغیر اولاد نہیں ہوتی۔ یہ بات مریم نے تعجب کے طور پر فرمائی، اللہ تعالیٰ کی قدرت پر شک کرتے ہوئے نہیں فرمائی۔ (تفسیر مثنان:1/369)

سوال 2: سیدہ مریم علیہا السلام کی بات کا کیا جواب دیا گیا، اس کی وضاحت ﴿قَالَ ... كُنْ فَیَكُوْنُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''اسی طرح اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے'' فرشتے نے آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے یہ بات مشکل نہیں، اللہ تعالیٰ کا حکم عظیم ہے، اسے کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی۔(السراج المنیر :221/1)

(2)اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ یہ معجزہ ہے، اسے پیدا کرنے والا وہ ہے جو کسی بھی کام کو کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔ان الفاظ سے سیدہ مریم علیہا السلام کو جواب دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ تو جو چاہے پیدا کر سکتا ہے اور سیدہ مریم علیہا السلام کے دل کو ڈھارس بندھائی گئی کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اور اس کا انتخاب ہے، آپ کو اس پر مطمئن رہنا چاہیے۔

(3)﴿اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ ''جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو یقیناوہ اس سے کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے'' اس سے کائنات کی ابتدا کی طرف توجہ دلائی گئی کہ جس طرح کائنات ﴿كُنْ﴾ ''ہو جا'' سے وجود میں آ گئی تھی تو کیا کوئی انسان اس طرح وجود میں نہیں آ سکتا؟

(4)﴿كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ سے اس طرف توجہ دلائی گئی کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کام کا حکم دیں تو وہ ہو جاتا ہے خواہ کسی ظاہری سبب سے ہو یا بے سبب جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَاۤ اَمْرُنَاۤ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۭ بِالْبَصَرِ﴾ ''اور ہمارا حکم ایک ہی بار پلک جھپکنے کی طرح ہوتا ہے۔''(القمر:50)

(5)﴿فَيَكُوْنُ﴾ '' تو وہ ہو جاتا ہے'' اس سے اللہ تعالیٰ کی قدرت دل کی گہرائیوں تک اتر جاتی ہے۔اس سے انسان کا دل مطمئن ہو جاتا ہے۔اس سے انسان کو اپنے اوپر تعجب ہونے لگتا ہے کہ اتنی سادہ سی بات کیوں نہ سمجھ آئی۔

(6)اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اور ان کے گہوارے میں کلام کرنے سے تخلیق پر اپنی قدرت کا یقین دلایا ہے۔

(7)اللہ تعالیٰ نے اس بات سے کہ ''جب وہ کہتا ہے ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے'' تخلیق پر اپنی قدرت کا یقین دلایا ہے۔

(8)اللہ تعالیٰ نے ظاہری اور مادی اسباب کے بغیر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی غیر معمولی پیدائش سے تخلیق پر اپنی قدرت کا یقین دلایا ہے۔

﴿وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ﴾

''اور اللہ تعالیٰ اسے کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل سکھائے گا''(48)

سوال:﴿وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ ... وَالْاِنْجِيْلَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور رسول عیسیٰ علیہ السلام پر اپنے عظیم احسان کا ذکر فرمایا ہے:﴿وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اور اللہ تعالیٰ اسے کتاب سکھائے گا'' اس لفظ سے کتاب کی جنس مراد ہوسکتی ہے۔اس کے بعد تورات اور انجیل کا خاص طور پر ذکر کیا گیا کیونکہ یہ دونوں افضل کتابیں ہیں۔علم دینے میں الفاظ اور معانی دونوں کا علم شامل ہے۔

(2) الکتاب سے کتابت یعنی لکھنے کا علم مراد ہوسکتا ہے۔

(3) ﴿وَالْحِكْمَةَ﴾ ''اور حکمت'' حکمت سے مراد اسرار شریعت کا علم اور ہر چیز کو اس کے مناسب مقام پر رکھنے کا علم ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام پر یہ احسانات بیان فرمائے کہ انہیں لکھنا سکھایا اور علم وحکمت سے نوازا۔یہ انسان کی ذات سے تعلق رکھنے والا کمال ہے۔(تفسیر سعدی:370/1)

(4) حکمت سے مراد ایسا نافع علم ہے جو انسان کو احکامات کی سمجھ اور شریعت کے راز سکھاتا ہے۔(تفسیر منیر:250/2)

(5) حکمت سے مراد تفقہ فی الدین ہے۔

(6) ﴿وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ﴾ ''اور تورات اور انجیل'' تورات سے مراد وہ کتاب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ بن عمران علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا اور انجیل سے مراد وہ کتاب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم پر نازل فرمایا تھا۔سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ان دونوں کتابوں کے محافظ تھے۔(المصباح المنیر:619/1) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو تورات سکھانے کا سبب یہ تھا کہ تورات میں شریعت کے احکامات تھے اور انہیں نئی شریعت نہیں دی گئی تھی۔

﴿وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّيْٓ اَخْلُقُ

''اور وہ بنی اسرائیل کی جانب رسول ہوگا،''بلاشبہ میں یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لایا ہوں کہ میں یقیناً

لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ

تمہارے لئے مٹی سے پرندے کی صورت جیسی چیز بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پرندہ بن جاتا

وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ

ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے میں پیدائشی اندھے کو اور کوڑھی کو ٹھیک کرتا ہوں اور مردوں کو بھی زندہ کرتا ہوں اور میں تمہیں خبر دیتا ہوں کہ تم کیا

وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾

کھاتے ہو اور کیا اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو بلاشبہ اس میں یقیناً تمہارے لئے نشانی ہے اگر تم ایمان والے ہو''(49)

سوال: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو دیے جانے والے معجزات کی وضاحت ﴿وَرَسُوْلًا ... مُّؤْمِنِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جواب: (1)﴿وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾ ''اور وہ بنی اسرائیل کی جانب رسول ہوگا'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی جانب بھیجا جو اپنے زمانے کی افضل ترین قوم تھی۔

(2)﴿اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ ''بلاشبہ میں یقینا تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لایا ہوں'' یعنی عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے معجزات کی خبر بنی اسرائیل کو دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اس لیے معجزات عطا فرمائے تا کہ یہ ثابت ہو جائے کہ وہ واقعی اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات یہ ہیں:

(3)﴿اَنِّيْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ ''کہ میں تمہارے لئے مٹی سے پرندے کی صورت جیسی چیز بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے'' سیدنا عیسیٰ علیہ السلام مٹی سے پرندے کی صورت کا مجسمہ بنا کر پھونک مارتے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کا پرندہ بن جاتا۔ یہ اس بات کی دلیل تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔

(4)﴿وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے میں پیدائشی اندھے کو اور کوڑھی کو ٹھیک کرتا ہوں'' سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دیتے تھے۔

(5)﴿وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ ''اور مردوں کو بھی زندہ کرتا ہوں'' مردے کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ کر دیتے تھے۔

(6)﴿وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِيْ بُيُوْتِكُمْ﴾ ''اور میں تمہیں خبر دیتا ہوں کہ تم کیا کھاتے ہو اور کیا اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو'' لوگ جو کھا کر آتے تھے اور جو گھر میں ذخیرہ کر کے رکھتے تھے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام انہیں بتا دیتے تھے۔

(7)﴿بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے حکم سے'' اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہوتا تو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر یہ معجزات ظاہر نہ ہوتے۔ اس لیے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے عقیدے کی بھی نفی ہوتی ہے اور یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے تھے۔

(8)﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ ''بلاشبہ اس میں یقینا تمہارے لئے نشانی ہے اگر تم ایمان والے ہو'' اس میں اللہ تعالیٰ کی بڑی نشانی تھی کہ بے جان مٹی زندہ جانور بن جائے، ایسے ہی بیمار تندرست ہوئے، مردے زندہ ہوئے اور غیبی امور کی خبریں دی گئیں۔

(9) اگر ایک نشانی بھی ہوتی تو بڑا معجزہ ہوتا۔ یہ نشانیاں یقین اور ایمان کے لیے تھیں۔

(10) ایمان لانے والوں کے لیے معجزات اللہ تعالیٰ کی نشانیاں بنتے ہیں اور وہ ہر معجزے میں اپنے رب کی قدرت کو پا لیتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(11) بہت سے علمائے کرام رحمہم اللہ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیائے کرام علیہم السلام کو معجزات ان کے زمانے کے لوگوں کی مناسبت سے عطا فرمائے، مثلاً سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جادو کا بڑا چرچا تھا اور جادوگروں کی بہت تعظیم کی جاتی تھی تو اس مناسبت سے اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو ایک ایسا معجزہ عطا فرمایا جس سے آنکھیں چندھیا گئیں اور تمام جادوگر حیران و ششدر رہ گئے۔ اور جب انہیں یقین ہو گیا کہ یہ معجزہ اللہ تعالیٰ صاحب عظمت و جبروت کی طرف سے ہے تو وہ مشرف بہ اسلام ہو کر نیکوکار بن گئے۔ جب اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تو وہ اطباء اور ماہرین علم طبیعیات کا دور تھا تو اس مناسبت سے وہ ایسے ایسے معجزات لے کر آئے جن کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا تھا سوائے اس کے جسے اس ذات گرامی کی تائید و حمایت حاصل ہو جو شریعت کو نازل فرمانے والا ہے۔ غور فرمایئے! کہ کسی طبیب کو یہ قدرت کیسے حاصل ہو سکتی ہے کہ وہ جمادات کو زندہ کر دے یا وہ مادر زاد نابینا اور برص میں مبتلا مریض کو تندرست کر دے یا قبر میں مدفون انسان کو زندہ کر کے اٹھا دے۔ اسی طرح جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے تو آپ کے دور میں فصحاء، بلغاء اور بہت عظیم شعراء کا بڑا چرچا تھا تو اس مناسبت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ کتاب عطا فرمائی کہ اگر کائنات کے تمام جن و انس مل کر بھی اس جیسی کتاب لانا چاہیں تو ہرگز نہ لا سکیں۔ پوری کتاب کا لانا تو کجا اس جیسی دس سورتیں بلکہ ایک سورت بھی کبھی نہ لا سکیں گے، خواہ ایک دوسرے کے مدد و معاون ہی کیوں بن جائیں، اس لئے کہ یہ اللہ رب العالمین کا کلام ہے اور مخلوق میں سے کسی کا کلام کبھی بھی اس کے مشابہ ہو ہی نہیں سکتا۔ (المصباح المنیر: 1/619، 620)

﴿وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ

"اور تصدیق کرنے والا ہوں اس کے لیے جو مجھ سے پہلے تورات میں سے ہے اور تاکہ میں بعض وہ چیزیں تمہارے لئے حلال کر دوں جو تم

حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۣ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ﴾

پر حرام کر دی گئی تھیں، اور میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں چنانچہ اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور میری اطاعت کرو" (50)

سوال: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم پر کیا واضح کیا، اس کی وضاحت ﴿وَمُصَدِّقًا ... وَاَطِيْعُوْنِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ﴾ "اور تصدیق کرنے والا ہوں اس کے لیے جو مجھ سے پہلے تورات میں سے ہے" سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم پر واضح کیا کہ میں ویسی ہی تعلیمات لے کر آیا ہوں جیسی سیدنا موسیٰ علیہ السلام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لائے تھے اور جو تورات میں موجود تھیں۔ دین برحق اس وقت تورات میں پورا موجود تھا۔ اس میں پوری شریعت موجود تھی۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اپنی رسالت میں تورات پر اعتماد فرماتے تھے۔

(2) ﴿وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ﴾ ''اور تاکہ میں بعض وہ چیزیں تمہارے لئے حلال کردوں جو تم پر حرام کردی گئی تھیں'' سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے بتایا کہ انجیل کی شریعت میں آسانی اور نرمی ہے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے تورات میں سے بعض حرام چیزیں جو سزا کے طور پر حرام کی گئی تھیں، ان کو حلال کردیا۔

(3) اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انجیل نے تورات کے اکثر احکام منسوخ نہیں کیے بلکہ ان کی تکمیل کی ہے اور انہیں برقرار رکھا ہے۔

(4) ﴿وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ ''اور میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں'' اس سے مراد سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات ہیں۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے معجزات کا ذکر اس لیے کیا کہ میں سچا ہوں اور میری پیروی واجب ہے۔

(5) ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ﴾ ''چنانچہ اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور میری اطاعت کرو'' اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ، اس کے احکامات پر عمل کرو، اس کے منع کیے ہوئے کاموں سے رک جاؤ اور میری اطاعت کرو کیونکہ رسول کی اطاعت اصل میں اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہوتی ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ﴾

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی، چنانچہ اسی کی عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے'' (51)

سوال: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے توحید کی جو دعوت دی، اس کی وضاحت ﴿اِنَّ اللّٰهَ ... صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی، چنانچہ اسی کی عبادت کرو'' اللہ تعالیٰ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے توحید الوہیت کی دعوت دی ہے کہ جس طرح ہم یہ مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی ہمارا رب ہے ﴿فَاعْبُدُوْهُ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو یعنی جس طرح اس کو رب، خالق، رازق مانتے ہو اسی طرح صرف اسی کو معبود مانو، اسی سے محبت رکھو، اسی سے امید باندھو، اسی پر اعتماد کرو اور اسی سے دعائیں کرو۔

(2) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت ﴿فَاعْبُدُوْهُ﴾ ''چنانچہ اسی کی عبادت کرو'' سے عیسائیوں کی تردید ہوتی ہے۔ عیسائی سیدنا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بناتے ہیں حالانکہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے خود اقرار کیا کہ وہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ؕ اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا﴾ ''بچے نے کہا: یقیناً میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا ہے۔'' (مریم:30)

(3) ﴿هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ﴾ ''یہی سیدھا راستہ ہے'' یعنی توحید کا، اللہ تعالیٰ کی عبادت کا اور رسول اللہ کی فرماں برداری کا۔ یہی راستہ جنت تک پہنچاتا ہے۔

﴿فَلَمَّاۤ اَحَسَّ عِیْسٰی مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَی اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ

''پھر جب عیسیٰ نے ان سے کفر محسوس کیا تو کہا: ''کون اللہ تعالیٰ کی طرف میرا مددگار ہے؟'' حواریوں نے کہا:

نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾

''ہم اللہ تعالیٰ کے مددگار ہیں، ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہیں اور آپ گواہ ہو جائیں کہ یقیناً ہم فرماں بردار ہیں'' (52)

سوال 1: حواریوں کی طرف سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی نصرت کا اعلان کیا گیا، اس کی وضاحت ﴿فَلَمَّاۤ ... مُسْلِمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَمَّاۤ اَحَسَّ عِیْسٰی مِنْهُمُ الْكُفْرَ﴾ ''پھر جب عیسیٰ نے ان سے کفر محسوس کیا'' یعنی جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے یہ جان لیا کہ یہودی ان کی اطاعت کرنے کے لیے تیار نہیں تو ﴿قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَی اللّٰهِ﴾ ''کہا: ''کون اللہ تعالیٰ کی طرف میرا مددگار ہے'' سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اعلان فرمایا کہ کون ہے اللہ تعالیٰ کی راہ میں میرا مددگار؟

(2) کون ہے جو دین کی دعوت اور اس کی نصرت کے لیے میرے ساتھ تعاون کرے گا؟ کون ہے جو انسانوں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کے سلسلے میں میرا مددگار ہوتا ہے تاکہ میں اپنے فرائض اچھی طرح ادا کر سکوں؟

(3) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول ویسا ہی ہے جیسا کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت سے قبل موسم حج میں یہ فرمایا کرتے تھے: ''کون ہے جو مجھے ٹھکانہ دے؟ کون ہے جو میری نصرت کرے، تاکہ میں اپنے رب کی رسالت پہنچا دوں اور اس کے لیے جنت بدلہ ہے؟ کیونکہ قریش کلام باری تعالیٰ کی تبلیغ میں رکاوٹ بن گئے ہیں۔'' (مسند احمد:14469)

(4) ﴿قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ﴾ ''حواریوں نے کہا'' حواری کا مفہوم وہی ہے جو انصار کا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے نبی اور دین کے مددگار۔ ﴿نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ﴾ ''ہم اللہ تعالیٰ کے مددگار ہیں'' حواریوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو جواب دیا کہ ہم اللہ تعالیٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے دین کے مددگار ہیں۔(5)اللہ تعالیٰ کے اسی کام کو اللہ تعالیٰ کی مدد کہا جاسکتا ہے جو خالص اللہ تعالیٰ کے لیے کیا جائے۔

(6)اللہ تعالیٰ کی مدد کی جاتی ہے:(i)اللہ تعالیٰ کے رسول کی مدد کر کے۔

(ii)اللہ تعالیٰ کے دین کو لے کر جو لوگ اٹھیں اور وہ سچے دین کی طرف بلانے والے ہوں تو ان کی مدد کر کے۔

(iii)اسلام کے پیغام کو انسانوں تک پہنچا کر۔(iv)لوگوں کو دین سکھا کر۔

(v)اللہ تعالیٰ کے دین کی تبلیغ اور اشاعت کے لیے وقت، صلاحیت، مال، قوتیں اور رابطے لگا کر اللہ تعالیٰ کی مدد کی جاتی ہے۔

(7)حواریوں نے کہا:﴿اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾''ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور آپ گواہ ہو جائیں کہ یقیناً ہم فرماں برداروں میں سے ہیں'' دین کی دعوت دینے والے کا معاملہ کسی انسان سے نہیں اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہوتا ہے۔دین کی دعوت دے کر تو اجر اللہ تعالیٰ کی ذات سے لینا ہے۔اس لیے حواریوں نے اللہ تعالیٰ کی مدد پر اللہ تعالیٰ کو گواہ ٹھہرایا۔

(8)دعوت دینے والے یہ گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا دین حق ہے اور یہ کہ اس دین میں انسانوں کے لیے بھلائی ہے۔

(9)دعوت دینے والے اللہ تعالیٰ کے گواہ ہیں اور یہ گواہی وہی دے سکتا ہے جو اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کے دین کا نمونہ بنائے جس کی وجہ سے گواہی ممکن ہو جائے۔

(10)غزوہ احزاب کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا:''کفار کے لشکر کی خبریں کون لائے گا؟'' زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں تیار ہوں۔پھر آپ ﷺ نے پوچھا:''کفار کے لشکر کی خبریں کون لائے گا؟''اس مرتبہ بھی زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں۔ پھر آپ ﷺ نے تیسری مرتبہ پوچھا:''کفار کے لشکر کی خبریں کون لائے گا؟''زبیر رضی اللہ عنہ نے اس مرتبہ بھی اپنے آپ کو پیش کیا۔اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:''ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور میرے حواری زبیر ہیں۔''(بخاری:4113)

سوال2:دعوت دین کے لیے مددگاروں کی ضرورت کیوں پڑتی ہے؟

جواب:حق کی طرف بلانے والے کو ساتھیوں کی ضرورت اس لیے ہوتی ہے کہ(1)اسے حمایت کی ضرورت ہوتی ہے۔

(2)اسے ساتھ کی ضرورت ہوتی ہے۔(3)ایسے افراد کی ضرورت ہوتی ہے جو دعوت کا علم اٹھا کر چلتے رہیں۔

(4)ایسے افراد کی ضرورت ہوتی ہے جو دعوت کو مسلسل پھیلاتے رہیں۔

(5)رسول اللہ ﷺ موسم حج میں لوگوں کو اپنا ساتھی اور مددگار بننے کے لئے مدد طلب کرتے تھے۔آپ ﷺ کی آواز پر انصار نے لبیک کہا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6) رسول اللہ ﷺ نے اپنے اہل خاندان سے تعاون طلب کیا: ''اے حاضرین! میں تم سب کے لیے دنیا اور آخرت کی بہبود لے کر آیا ہوں اور میں نہیں جانتا کہ عرب بھر میں کوئی شخص بھی اپنی قوم کے لیے اس سے بہتر اور افضل کوئی شے لایا ہو، مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں آپ لوگوں کو اس کی دعوت دوں۔ بتاؤ تم میں سے کون میرا ساتھ دے گا؟'' یہ سن کے سب کے سب چپ ہو گئے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر کہا: یارسول اللہ (ﷺ)! میں حاضر ہوں، نبی ﷺ نے ابوطالب سے کہا: ''تم اس کی بات مانا کرو اور جو کہا کرے سنا کرو۔'' یہ فقرہ سن کر مجمع خوب کھل کھلا کر ہنسا اور ابوطالب سے تمسخر کرنے لگا۔ دیکھو! محمد ﷺ نے تمہیں کہہ دیا ہے کہ آج سے تم اپنے فرزند کا حکم مانا کرو۔ (رحمۃ للعالمین:80)

(7) عقبہ ثانیہ میں نبی ﷺ نے تعاون طلب کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اللہ تعالیٰ کا کلام پڑھ کر سنایا جس کے سننے سے وہ ایمان اور ایقان کے نور سے بھرپور ہو گئے۔ اب سب لوگوں نے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ کا نبی ﷺ ہمارے شہر میں چل کر بسے تاکہ ہمیں پورا پورا فیض حاصل ہو سکے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم دین حق کی اشاعت میں میری پوری پوری مدد کرو گے؟ جب میں تمہارے شہر میں جا بسوں کیا تم میری اور میرے ساتھیوں کی حمایت اپنے اہل وعیال کی مانند کرو گے؟'' ایمان والوں نے پوچھا: ایسا کرنے کا ہم کو معاوضہ کیا ملے گا؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ''بہشت (جو نجات اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا محل ہے)'' ایمان والوں نے عرض کیا: اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ! یہ تو ہماری تسلی فرما دیجئے کہ رسول اللہ ﷺ ہم کو کبھی چھوڑ نہ دیں گے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ''نہیں! میرا جینا، میرا مرنا تمہارے ساتھ ہوگا۔'' اس آخری فقرے کا سننا تھا کہ عاشقان صداقت عجب سرور ونشاط کے ساتھ جاں نثاری کی بیعت اسلام کرنے لگے۔ براء بن معرور رضی اللہ عنہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے اس شب سب سے پہلے بیعت کی تھی۔ (رحمۃ للعالمین:119)

﴿رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا

''اے ہمارے رب! جو آپ نے نازل کیا ہے ہم اس پر ایمان لائے ہیں اور ہم نے رسول کی پیروی کی ہے چنانچہ ہمیں بھی

مَعَ الشّٰهِدِيْنَ﴾

گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لیجئے'' (53)

سوال: حواریوں کی دعا ﴿رَبَّنَآ ... مَعَ الشّٰهِدِيْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ﴾ ''اے ہمارے رب! جو آپ نے نازل کیا ہے ہم اس پر ایمان لائے ہیں'' حواریوں نے انصار اللہ بننے کے لیے سب سے پہلے اپنے ایمان کو اللہ تعالیٰ کے سامنے رکھا کہ ہم اس پر ایمان لے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

آئے جو آپ نے نازل کیا۔

(2)﴿وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ﴾ ''اور ہم نے رسول کی پیروی کی ہے'' حواریوں نے انصار اللہ بننے کے لیے رسول کی اتباع کو اللہ تعالیٰ کے سامنے رکھا کہ ہم کسی خود ساختہ طریقے پر عمل پیرا نہیں، رسول کے طریقے کے پیروکار ہیں۔

(3)﴿فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ﴾ ''چنانچہ ہمیں بھی گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لیجیے؟'' حواریوں نے کہا: ہم آپ کی توحید، رسالت اور وحی پر ایمان لانے والے ہیں اس لیے ہمارا نام گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔

(4) چنانچہ ہمیں بھی گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لیجیے کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں ان لوگوں کے ساتھ لکھ لیجیے جو لا الہ الا اللہ کی گواہی دیتے ہیں۔

(5) اس گواہی سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار، انبیاء کی تصدیق اور اس کے مطابق عمل اور جو عبادت ان پر واجب ہے اس کو ادا کرتے ہیں۔ جب وہ دین کی نصرت کے لیے اور شریعت کو قائم کرنے کے لیے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہو گئے تو بنی اسرائیل کا ایک گروہ ایمان لایا اور ایک گروہ نے کفر اختیار کیا۔ ان دونوں میں جنگ ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی مدد کی اور مشرکوں کو شکست ہوئی اور اہل توحید کامیاب ہو گئے۔ (تفسیر سعدی: 373،372/1)

﴿وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ﴾ ع 5 13 13 الثلثہ

''اور انہوں نے خفیہ تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ نے بھی خفیہ تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ سب خفیہ تدبیر کرنے والوں میں سے بہتر ہے'' (54)

سوال: یہودیوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا، اس کی وضاحت ﴿وَمَكَرُوْا... خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَمَكَرُوْا﴾ ''اور انہوں نے خفیہ تدبیر کی'' یہودیوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ وہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھانا چاہتے تھے جس کے لیے انہوں نے ان پر الزام لگائے۔

(2) یہودی اللہ تعالیٰ کے نبی کو شہید کر دینا چاہتے تھے۔

(3)﴿وَمَكَرَ اللّٰهُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے بھی خفیہ تدبیر کی'' اللہ تعالیٰ کا مکر (تدبیر) یہ تھا کہ اس نے یہودیوں کو ان کے منصوبوں پر سزا دینے فیصلہ کر لیا تھا۔

(4)﴿وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سب خفیہ تدبیر کرنے والوں میں سے بہتر ہے'' اللہ تعالیٰ بہترین تدبیر کرنے والا ہے، وہ اپنے اولیاء کی حفاظت فرماتا ہے اور ان کے دشمنوں کو ہلاک کرتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ

''جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ! یقیناً میں تجھے قبض کرنے والا ہوں اور تجھے اپنی جانب اٹھانے والا ہوں

وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ

اور ان لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا تجھے پاک کرنے والا ہوں اور جن لوگوں نے تیری پیروی کی

فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ

انہیں قیامت کے دن تک ان لوگوں پر غالب کرنے والا ہوں جنہوں نے کفر کیا۔ پھر میری طرف تم سب کی واپسی ہے سو میں تمہارے درمیان

فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ﴾

ان باتوں میں فیصلہ کروں گا جن میں تم اختلاف کیا کرتے تھے'' (55)

سوال 1: اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھالیا، اس حقیقت کی وضاحت ﴿اِذْ قَالَ... تَخْتَلِفُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ﴾ ''جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ! یقیناً میں تجھے قبض کرنے والا ہوں'' ﴿مُتَوَفِّيْكَ﴾ سے مراد ہے کہ میں پورا پورا لینے والا ہوں یعنی یہودیوں کی سازش سے بچا کر آسمانوں پر اٹھانے والا ہوں۔

(2) اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اپنی طرف اٹھایا اور کسی اور شخص پر ان کی مشابہت ڈال دی۔ جس شخص کو ان کا ہم شکل بنایا گیا تھا اسے پکڑ کر صلیب پر چڑھایا گیا اور قتل کر دیا گیا۔ اس طرح اپنے خیال میں انہوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو شہید کرنے کی کوشش کی تھی اور وہ اس میں کامیاب بھی رہے۔

(3) ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ﴾ ''حالانکہ انہوں نے نہ اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی چڑھایا بلکہ ان کے لیے اس کی شبیہہ بنا دی گئی۔'' (النساء: 157)

(4) ﴿مُتَوَفِّيْكَ﴾ میں وفات سے مراد نیند ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰكُمْ بِالَّيْلِ﴾ ''اور وہی تو ہے جو تمہیں رات کے وقت وفات دیتا ہے'' (الانعام: 60) ﴿اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿مَنَامِهَا﴾ ''اللہ تعالیٰ جانوں کو ان کی موت کے وقت اور جن کی موت نہیں آئی ان کو سونے کے وقت اپنے قبضے میں لے لیتا ہے۔'' (الزمر:42)(المصباح المنیر :623/1)

(5) سیدنا حسن بصری نے ﴿اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ﴾ کے بارے میں فرمایا کہ اس سے مراد وفات نیند ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نیند میں آسمانوں پر اٹھایا تھا۔ (الدر المنثور:64/2)

(6) بنی اسرائیل نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت قبول نہ کی۔ انہوں نے سیدنا یحییٰ علیہ السلام کا سر ایک رقاصہ کی فرمائش پر کاٹ ڈالا۔ بنی اسرائیل کے علماء اور فقہاء نے سازش کر کے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو رومی سلطنت سے سزائے موت دلوانے کی کوشش کی۔ بنی اسرائیل کو مزید سمجھانا اور ان پر وقت لگانا بے فائدہ تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو واپس بلا لیا۔

(7) ﴿وَرَافِعُكَ اِلَیَّ﴾ ''اور تجھے اپنی جانب اٹھانے والا ہوں'' رب العزت نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں آسمانوں پر اٹھا لیا۔ ان کے دشمنوں نے ایک شخص کو پکڑ کر صلیب پر چڑھایا اور قتل کر دیا۔ اس طرح وہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو شہید کرنے کے عظیم جرم کے مرتکب ہوتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں واضح فرمایا: ﴿وَاِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِیْهِ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًا﴾ ''اور بلاشبہ جن لوگوں نے اس میں اختلاف کیا یقیناً وہ اس کے بارے میں شک میں ہیں، انہیں اس کے بارے میں گمان کا پیچھا کرنے کے سوا علم نہیں اور انہوں نے یقیناً اسے قتل نہیں کیا۔'' (النساء:157) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اختلاف کرنے والے شک میں ہیں۔

(8) اس آیت سے اللہ تعالیٰ کا مخلوق سے اوپر ہونا اور عرش پر حقیقتاً مستوی ہونا ثابت ہوتا ہے جیسے کہ قرآن وحدیث کی نصوص سے ثابت ہوتا ہے جنہیں اہل سنت نے تسلیم کیا ہے اور اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:373/1)

(9) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے واپس بلانے کا تذکرہ اس مقام پر عیسائیوں کے اس عقیدے کی تردید کے لیے کیا گیا کہ ''سیدنا عیسیٰ علیہ السلام خدا ہیں'' کیوں کہ وہ معجزانہ طور پر پیدا ہوئے۔ ان کے معجزات ایسے تھے کہ وہ انسان نہیں ہو سکتے اور یہ کہ انہیں صلیب پر چڑھا دیا گیا۔

(10) ﴿وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا﴾ ''اور تجھے پاک کرنے والا ہوں ان لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا'' یہاں اس سے مراد ان الزامات سے پاکیزگی ہے جو یہودی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر عائد کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی پاکیزگی ساری دنیا کے سامنے پیش کر دی۔ اس سے یہ بھی مراد ہے کہ یہود و نصاریٰ، مجوسیوں اور آپ کی قوم کے ان لوگوں سے جنہوں نے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کفر کیا آپ کو پاک کرنے والا ہوں۔

(11)﴿وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾ ''اور جن لوگوں نے تیری پیروی کی انہیں قیامت کے دن تک ان لوگوں پر غالب کرنے والا ہوں جنہوں نے کفر کیا'' سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی صحیح معنوں میں پیروی کرنے والے صرف مسلمان ہیں اور اگر صرف ماننے والے مراد ہوں تو پھر عیسائی اور مسلمان ہیں۔

(12) اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے کافروں کے خلاف ان کے مومنوں کی مدد فرمائی۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام سے نسبت رکھنے والے نصاریٰ یہودیوں پر ہمیشہ غالب رہے، کیونکہ یہود کی نسبت عیسائی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی اتباع سے قریب تر تھے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا تو مسلمان سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے حقیقی متبع بنے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ اور دیگر کفار کے خلاف مسلمانوں کی مدد فرمائی البتہ کسی کسی زمانے میں عیسائی وغیرہ کافر مسلمانوں پر غالب آتے ہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت پوشیدہ ہے اور یہ مسلمانوں کو نبی ﷺ کی اتباع سے پہلو تہی کرنے کی سزا ہے۔ (تفسیر سعدی: 374/1)

(13) یہ یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا دنیاوی معاملہ ہے۔ آخرت کا معاملہ اس کے علاوہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے طریقہ کار کے مطابق ہوگا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی قسم! عیسیٰ ابن مریم آئیں گے، حکومت کریں گے، صلیب توڑ دیں گے، جزیہ نہیں لیں گے، جوان اونٹوں کو چھوڑ دیا جائے گا، تو اسے پکڑنے کے لیے کوئی محنت نہیں کرے گا، لوگوں کے دل سے کینہ، بغض اور حسد جاتا رہے گا، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کو مال دینے کے لیے بلائیں گے لیکن کوئی لینے کو تیار نہیں ہوگا۔'' (مسلم: 391)

(14)﴿ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ﴾ ''پھر میری طرف تم سب کی واپسی ہے'' اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنا اٹل ہے، اس کی طرف لوٹنے سے کوئی چھٹکارا نہیں پا سکتا اور اس سے بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں۔

(15)﴿فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ﴾ ''میں تمہارے درمیان ان باتوں میں فیصلہ کروں گا جن میں تم اختلاف کیا کرتے تھے'' لوگوں کے درمیان اختلافات کا فیصلہ اللہ تعالیٰ نے ہی کرنا ہے، اس کا فیصلہ کسی کے خود ساختہ عقیدے کے مطابق نہ ہوگا۔

سوال 2: قرآن حکیم نے عیسائیوں کے غلط عقائد کی تردید کیسے کی؟

جواب: (1) قرآن حکیم نے واضح کیا کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام بن باپ کے پیدا ہوئے تو یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ تھا۔

(2) قرآن حکیم نے معجزات کے بارے میں واضح کیا کہ یہ سارے کام اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھے، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے کچھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی اپنے اختیار سے نہیں کیا۔(3) مسیح علیہ السلام تو صلیب پر چڑھائے ہی نہیں گئے جس کی صلیب والی تصویر تم نے اپنے مذہب کا حصہ بنالی ہے، مسیح علیہ السلام کو تو اس سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھالیا تھا۔

سوال 3: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی وفات نہیں ہوئی تھی انہیں آسمان پر اٹھالیا گیا۔ وہ زندہ ہیں، آئندہ ان کا مشن کیا ہوگا، اس کے بارے میں اسلام کیا کہتا ہے؟

جواب: (1) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ اٹھائے گئے ہیں۔

(2) قرب قیامت کے زمانہ میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا۔ 100 سے زائد احادیث نزول مسیح علیہ السلام کے بارے میں مروی ہیں۔

(3) جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے مسیح دجال کو قتل کریں گے، صلیب کو توڑ ڈالیں گے اور سجدہ صرف ایک اللہ تعالیٰ کے لیے ہو جائے گا۔

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یقیناً قریب ہے کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام تم میں اتریں گے، انصاف کرنے والے حاکم ہوں گے، پس وہ صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ ختم کر دیں گے اور مال کی فراوانی ہو جائے گی حتیٰ کہ کوئی اس کو قبول نہ کرے گا۔'' (مسلم: 389) ان کے نزدیک یا تو اسلام ہوگا یا قتل، وہ شریعت اسلامیہ کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں گے اور مسلمان ہی ان کے مددگار اور ان کے پیروکار ہوں گے اور بہت ممکن ہے کہ اس آیت کریمہ میں اس کی طرف اشارہ ہو۔

(5) یہ غیبی امور میں سے ہے، متشابہات میں داخل ہے اور اس کی تاویل صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔

﴿فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۫

''پھر جن لوگوں نے کفر کیا انہیں میں دنیا اور آخرت میں سخت عذاب دوں گا

وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ﴾

اور ان کے لیے کوئی مددگار نہ ہوگا'' (56)

سوال: کافروں کے لیے دنیا و آخرت میں عذاب ہے، اس کی وضاحت ﴿فَاَمَّا الَّذِيْنَ ... مِّنْ نّٰصِرِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''پھر جن لوگوں نے کفر کیا'' یہاں کافروں سے مراد اہل صلیب ہیں اور اہل تثلیث ہیں۔(تفسیر المیسر، عائض القرنی:73/1)

(2)﴿فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ﴾ ''انہیں میں دنیا اور آخرت میں سخت عذاب دوں گا'' رب العزت نے ان کافروں کے بارے میں واضح فرمایا ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اس کی آیات کے ساتھ کفر کیا کہ ان کے لیے دنیا اور آخرت میں عذاب ہے۔

(3) دنیا کے عذاب سے مراد قتل، قید، ذلت اور مسکنت ہے اور آخرت کے عذاب سے مراد اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور جہنم کا عذاب ہے۔

(4) جو لوگ حق کا انکار کرتے ہیں ان کے لئے دنیا اور آخرت کا عذاب ہے اس وجہ سے کہ وہ دراصل سچائی کی مخالفت کرتے ہیں جو جہالت بھی ہے اور نافرمانی بھی۔

(5) اللہ تعالیٰ کی نظر میں انکار کرنے والے مفسد ہیں کیونکہ وہ خود بھی جنت جانے سے رکتے ہیں اور دوسروں کو بھی روکتے ہیں۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ ایسے مفسدین کو دنیا میں بھی سزا دی جائے اور آخرت میں شدید عذاب ان کا مقدر ہے۔

(6)﴿وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ﴾ ''اور ان کے لیے کوئی مددگار نہ ہوگا'' جو انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکے۔ نہ کسی کی شفاعت، نہ دوستی، نہ رشتے داری کام آئے گی اور نہ خود اپنے کام آسکیں گے۔

(7) جنہیں وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوست بناتے ہیں وہ ان کے لیے مددگار نہیں ہوں گے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچائیں اور ان کی شفاعت کریں۔

(8)﴿لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ﴾ ''اُن کے لیے دنیا کی زندگی میں عذاب ہے اور یقیناً آخرت کا عذاب تو اس سے بھی زیادہ سخت ہے اور انہیں اللہ تعالیٰ سے بچانے والا کوئی نہیں۔''(الرعد:34)

﴿وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ۭ

''لیکن جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے، تو انہیں وہ پورے پورے ان کے اجر دے گا

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ﴾

اور اللہ تعالیٰ ظالموں سے محبت نہیں کرتا''(57)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: ایمان لا کر نیک عمل کرنے والوں سے کیا وعدہ کیا گیا ہے، اس کی میں وضاحت ﴿وَاَمَّا الَّذِيْنَ ... الظّٰلِمِيْنَ﴾ کی روشنی کریں؟

جواب: (1) ایمان لا کر نیک عمل کرنے والوں سے وعدہ کیا گیا ہے کہ انہیں ان کا اجر پورا پورا دیا جائے گا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''لیکن جو لوگ ایمان لائے'' وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، موت کے بعد کی زندگی پر اور ان سب امور پر ایمان لائے جن پر ایمان لانے کا انہیں حکم دیا گیا۔

(2) ﴿وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''اور جنہوں نے نیک عمل کیے'' اعمال صالحہ سے مراد وہ تمام اعمال ہیں جن کا تعلق دل، زبان اور بدن سے ہے، وہ اعمال جن کو رسولوں نے مشروع اور مطلوب قرار دیا، جن کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔

(3) ﴿فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ﴾ ''تو انہیں وہ پورے پورے ان کے اجر دے گا'' ایمان والوں کو ان کا پورا اجر دیا جائے گا، دنیا میں عزت، احترام، پاکیزہ زندگی اور مدد اور مکمل ثواب آخرت میں ملے گا جہاں اللہ تعالیٰ کا مزید فضل و کرم بھی ہوگا۔

(4) ایمان والوں کو پورا پورا اجر ایمان اور نیک اعمال اور جہالت چھوڑ کر فرماں برداری کا رویہ اپنانے کی بنیاد پر دیا جائے گا۔

(5) ﴿وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ظالموں سے محبت نہیں کرتا'' وہ ظالموں پر غضب ناک ہے، ان سے ناراض ہے۔ (6) ظلم اس کائنات کی فطرت کے خلاف ہے کیونکہ ظالم حق دار کو اس کا حق نہیں دیتا۔

(7) اللہ تعالیٰ عادل ہے اس لئے ظالموں کو پسند نہیں کرتا اور وہ کیسے اپنے بندوں پر ظلم کر سکتا ہے جب کہ انہیں ان کے اعمال کی جزا دیتا ہے۔

﴿ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ﴾

''یہ ہے جو ہم پڑھ کر آیات اور نصیحت میں سے تم پر پڑھتے ہیں'' (58)

سوال: ﴿ذٰلِكَ ... الْحَكِيْمِ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ﴾ ''یہ ہے جو ہم پڑھ کر آیات اور نصیحت میں سے تم پر پڑھتے ہیں'' اللہ تعالیٰ کا نبی ﷺ اور ان کی امت پر احسان ہے کہ حکمت والا محکم اور پختہ قرآن ان پر نازل کیا۔

(2) پر حکمت آیات اور نصیحت سے مراد قرآن حکیم ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے پر حکمت قرآن مجید میں حلال و حرام کے احکامات بیان فرمائے۔

(4) اللہ تعالیٰ نے نصیحت بھرے قرآن میں انبیاء کے حالات و واقعات اور معجزات بیان فرمائے جن سے ہمیں ثابت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قدمی، اطمینان قلب اور عبرت حاصل ہوتی ہے۔

(5)﴿وَالذِّكْرِ﴾ ''اور نصیحت'' قرآن مجید کی صفت الذکر ہے۔اس میں پچھلی قوموں کے حالات وواقعات سے نصیحت کی جاتی ہے۔اس میں ایسے عقلی دلائل ہیں جن سے ہر صاحب شعور نصیحت حاصل کرسکتا ہے۔قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا تذکرہ ہے۔

(6)قرآن حکیم میں انسان کی پیدائش،اس کی زندگی،اس کی موت،اس کے حساب کتاب اور ہمیشہ کی جنت اور جہنم کا تذکرہ ہے۔

(7)قرآن حکیم میں رسول اللہ ﷺ کی خدائی مشن سے محبت،اس کے لیے کوششوں،اس کے راستے کی رکاوٹوں اور جاں نثاروں کی قربانی کا تذکرہ ہے۔

(8)قرآن حکیم میں پچھلے انبیاء کا تذکرہ ہے۔قرآن حکیم ساری انسانیت کے لئے ''الذکر'' نصیحت ہے۔

(9)﴿الْحَكِيْمِ﴾ قرآن مجید ''حکیم'' ہے اور حکمت زندہ مخلوق کی صفت ہے۔قرآن مجید زندہ کلام ہے دلوں کی زندگی کے لیے آیا،عقل کی غذا کے لیے آیا اور زندگی بدلنے کے لیے آیا۔

(10)قرآن مجید کا پیغام حکمت سے لبریز ہے جو دلوں پر اثر انداز ہوتا ہے۔

(11)قرآن مجید کی کوئی بات خلاف عقل نہیں،خلاف واقعہ نہیں اور کوئی بات انسانی فطرت کے خلاف نہیں۔

(12)قرآن مجید کا کوئی مضمون ایسا نہیں جو انسانی فہم سے بالاتر ہو۔زمین پر اس حکیم کلام سے بڑا انقلاب کوئی کلام لے کر نہیں آیا۔

﴿اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾

''بلاشبہ عیسیٰ کی مثال اللہ تعالیٰ کے نزدیک آدم کی مثال جیسی ہے،اللہ تعالیٰ نے اس (آدم) کو مٹی سے بنایا پھر اس سے کہا کہ ہوجا تو وہ ہوگیا''(59)

سوال: سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش میں کیا مشابہت ہے،اس کی وضاحت ﴿اِنَّ ... فَيَكُوْنُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ﴾ ''بلاشبہ عیسیٰ کی مثال اللہ تعالیٰ کے نزدیک آدم کی مثال جیسی ہے'' سیدنا عیسیٰ علیہ السلام باپ کے بغیر پیدا ہونے میں سیدنا آدم علیہ السلام کے مشابہ ہیں۔

(2)آدم علیہ السلام سب سے پہلے بشر ہیں جن کو سبھی بشر تسلیم کرتے ہیں۔اگر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام بن باپ کے پیدا ہوئے تو سیدنا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آدم علیہ السلام معروف طریقہ کے مطابق مرد اور عورت کے تعلق سے وجود میں نہیں آئے بلکہ براہ راست اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت وجود میں آئے۔ جب ماں اور باپ دونوں کے بغیر پیدا ہوئے پھر بھی سیدنا آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے نہیں تو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اسی طرح باپ کے بغیر پیدا ہونے کی بناء پر کیسے اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہو جائیں گے؟

(3) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے کیسے ہو سکتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ ایک زندہ و جاوید ہستی ہے اور اس پر کبھی موت آنے والی نہیں ہے مگر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر موت آنے والی ہے۔

(4) عیسائیوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنایا۔ ان کی پہلی دلیل یہ ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام عام انسانوں سے مختلف ہیں۔ ان کی دوسری دلیل یہ ہے کہ ان کی پیدائش باپ کے واسطے کے بغیر ہوئی پھر آپ کو عام انسان کیسے کہا جائے؟ ان کی تیسری دلیل یہ ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا طریقہ پیدائش یہ بتاتا ہے کہ آپ بشر سے اوپر ہیں، وہ انسان کے نہیں خدا کے بیٹے ہیں۔

(5) ﴿خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے اس (آدم) کو مٹی سے بنایا'' انہیں بغیر ماں باپ کے پیدا کیا۔ اس لئے عیسائیوں کے لیے تو سیدنا آدم علیہ السلام کے بارے میں بھی وہی عقیدہ رکھنا لازم آتا ہے جو وہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں رکھتے ہیں۔ اگر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہونے کی وجہ سے معبود ہو سکتے ہیں تو سیدنا آدم علیہ السلام تو ماں اور باپ دونوں ہی کے بغیر مٹی سے پیدا کیے گئے۔ (6) ﴿ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ ''پھر اس سے کہا کہ ہو جا تو وہ ہو گیا'' اس سے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا شعور دلایا ہے کہ صرف اس کے ''کُن'' کہنے سے ہر چیز وجود میں آتی ہے۔

﴿اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ﴾

''یہی حق ہے تیرے رب کی جانب سے، چنانچہ آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جانا'' (60)

سوال: ﴿اَلْحَقُّ ... الْمُمْتَرِيْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ﴾ ''یہی حق ہے تیرے رب کی جانب سے'' یعنی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو کچھ بیان کیا ہے وہ حق ہے اور اعلیٰ ترین سچائی ہے۔ انبیاء کے واقعات میں نبی ﷺ اور ان کی امت کی خصوصی تربیت ہے۔

(2) ﴿فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ﴾ ''چنانچہ آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جانا'' آپ اس کے بارے میں کسی شک میں نہ رہیں کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سیدنا آدم علیہ السلام کی طرح اللہ تعالیٰ کے بندے، اس کے رسول، اس کا کلمہ اور روح ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حق کو دلائل کے ساتھ واضح کیا اس لیے: ﴿فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ﴾ ''پھر حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہے؟'' (یونس:32)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا

"پھر جو آپ سے اس میں جھگڑا کرے اس کے بعد جو علم میں سے آپ کے پاس آ گیا تو آپ کہہ دو تم آؤ ہم اپنے بیٹوں کو اور تمہارے

وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ۟ ثُمَّ نَبْتَهِلْ

بیٹوں کو بلائیں اور اپنی عورتوں اور تمہاری عورتوں کو اور اپنے آپ کو اور تمہیں بھی بلائیں پھر ہم گڑگڑا کر دعا کریں

فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ﴾

پس ہم جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت بھیجیں" (61)

سوال: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں عیسائیوں کو دعوت مباہلہ دی گئی، اس کی وضاحت ﴿فَمَنْ ... عَلَى الْكٰذِبِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ﴾ "پھر جو آپ سے اس میں جھگڑا کرے اس کے بعد جو علم میں سے آپ کے پاس آ گیا" یعنی اگر اب آپ سے کوئی جھگڑا کرتا ہے اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے مقام سے بڑھا کر مقام ربوبیت پر لاتا ہے تو جب آپ ﷺ نے یقینی علم اور دلائل کے ساتھ واضح کر دیا ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں تو ثابت ہو جاتا ہے کہ ایسے یقینی علم کو نہ ماننے والا عناد میں مبتلا ہے۔ اس کی بحث محض اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت اور ضد کی بنا پر ہے۔ ایسے شخص کا مقصد حق کی پیروی کرنا نہیں اس لیے دلائل کے ساتھ اس کا علاج نہیں کیا جا سکتا۔ اس مقصد کے لیے "مباہلہ" کا طریقہ اختیار کیا جائے گا تا کہ فیصلہ ہو جائے۔

(2) ﴿فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ۟ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ﴾ "تو آپ کہہ دو تم آؤ ہم اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو بلائیں اور اپنی عورتوں اور تمہاری عورتوں کو اور اپنے آپ کو اور تمہیں بھی بلائیں ہم گڑگڑا کر دعا کریں پس ہم جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت بھیجیں" اس آیت میں مباہلہ کا طریقہ اختیار کرنے کا حکم ہے۔ اگر دو گروہوں کے درمیان دلیل سے بات کو نہ مانا جائے تو آخری چیلنج "مباہلہ" کے ذریعے دیا جاتا ہے تا کہ فیصلہ ہو جائے۔

(3) مباہلہ ایک دوسرے پر لعنت کی بددعا کرنے کو کہتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے فریقین اپنے بال بچوں کو لے کر آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ جو جھوٹا ہو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4) نبی ﷺ مباہلہ کے لیے نکلے تو آپ ﷺ کے ساتھ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ تھے۔ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب یہ آیت اتری ﴿نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ﴾ ''بلائیں ہم اپنے بیٹوں کو اور تم اپنے بیٹوں کو۔'' (یعنی آیت مباہلہ) تو آپ ﷺ نے بلایا سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو، پھر فرمایا: ''یا اللہ! یہ میرے اہل ہیں۔'' (مسلم:2404)

(5) نجرانی عیسائی رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر مرعوب ہو گئے اور انہوں نے باہم مشورے کی مہلت مانگی۔ امام بخاری نے سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نجران کے نصرانیوں کے دو سردار رسول اللہ ﷺ کے پاس مباہلہ کے لیے آئے۔ حالات کا جائزہ لینے کے بعد ایک نے اپنے ساتھی سے کہا: ایسا نہ کرو واللہ کی قسم اگر یہاں اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں اور ہم نے مباہلہ کیا تو ہم اور ہمارے بعد ہماری نسل کبھی فلاح نہیں پائے گی۔ چنانچہ وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کو جزیہ دینے پر راضی ہو گئے۔ (صحیح بخاری:4380)

(6) امام احمد نے ابن عباس کا قول نقل کیا ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مباہلہ کی نیت کرنے والے ایسا کر گزرتے تو لوٹنے کے بعد نہ تو انہیں اپنا مال ملتا اور نہ اہل وعیال۔ (مسند احمد:2225)

﴿اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾

''بلاشبہ یہ یقیناً سچا بیان ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ یقیناً وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' (62)

سوال: ﴿اِنَّ هٰذَا ... الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ﴾ ''بلاشبہ یہ یقیناً سچا بیان ہے'' سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یقیناً یہ سچا بیان ہے کہ وہ ''کلمۃ اللہ'' ہیں جسے سیدہ مریم علیہا السلام کی طرف القاء کیا گیا اور اس کی جانب سے روح اور اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

(2) ﴿وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں'' اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت درست نہیں اور کوئی اس کا استحقاق نہیں رکھتا۔ (3) ''اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں'' اس کا ہم سے یہ تقاضا ہے کہ: (i) ہم اللہ تعالیٰ کو اپنا واحد رب مانیں اور صرف اس کی غلامی اختیار کریں۔ صرف اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اطاعت کریں۔ (ii) صرف اللہ تعالیٰ سے تمام ہدایات اخذ کریں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے ہدایت نہ لیں، چاہے آداب واخلاق کے معاملات ہوں، چاہے زندگی کے طور طریقے ہوں اور چاہے قانون ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)﴿وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ﴾ ''اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ یقیناً وہی سب پر غالب ہے'' اللہ تعالیٰ العزیز ہے، وہ ہر چیز پر غالب ہے، ہر چیز اس کے قبضہ قدرت میں ہے۔

(5)﴿الْحَكِيْمُ﴾ ''کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ الحکیم ہے، وہ حکمت والا ہے جو ہر چیز کو صحیح مقام پر رکھتا ہے۔

(6)اللہ تعالیٰ الحکیم ہے، وہ کافروں کے ذریعے سے مومنوں کی آزمائش کرتا ہے جس سے مومن قولی اور عملی طور پر جہاد کرتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:377/1)

ع 14

﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِالْمُفْسِدِيْنَ﴾

''اگر وہ پھر بھی منہ موڑیں گے تو اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو یقیناً خوب جاننے والا ہے'' (63)

سوال 1: اللہ تعالیٰ مفسدوں کو خوب جاننے والا ہے، اس کی وضاحت ﴿فَاِنْ ... بِالْمُفْسِدِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا﴾ ''اگر وہ پھر بھی منہ موڑیں گے'' یعنی وہ توحید اور حق کو قبول کرنے سے اعراض کریں گے۔

(2)﴿فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِالْمُفْسِدِيْنَ﴾ ''تو اللہ تعالیٰ یقیناً فساد کرنے والوں کو خوب جاننے والا ہے'' ایسا کرنے والے مفسد ہیں اور اللہ تعالیٰ مفسدوں کو خوب جاننے والا ہے اور وہ انہیں بدترین سزا دے گا۔ وہ ہر چیز پر قادر اور غالب ہے۔ وہی پاک اور ہر تعریف کے لائق ہے۔

(3) دنیا کا فساد شرک ہے۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں: ﴿لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا﴾ ''اگر ان دونوں میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور بھی معبود ہوتے تو ان دونوں میں ضرور فساد برپا ہو جاتا۔'' (الانبیاء:22)

(4) جو غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور لوگوں کو اس کی دعوت دیتے ہیں اس میں ان کے لیے وعید اور تہدید ہے۔

(5) اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے حالات کے سچے بیان سے، یہودیوں کی خفیہ تدبیروں کے علم سے، مباہلے کی دعوت اور اس پر ردعمل کے علم سے اور یہودیوں کے فساد کے علم سے اپنے علیم ہونے کا یقین دلایا ہے۔

سوال 2: اس رکوع میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور عیسائیت کے بارے میں اہم حقائق پر روشنی ڈالی گئی ہے، مختصراً واضح کریں؟

جواب: (1) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے خدا یا خدا کا بیٹا ہونے کا جو عقیدہ ہے اس کی کوئی وجہ بھی درست نہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی مصلحت کے تحت غیر معمولی انداز سے پیدا کیا۔

(3) اللہ تعالیٰ ہی نے انہیں معجزات عطا فرمائے۔ (4) اللہ تعالیٰ ہی نے انہیں صلیب پر نہ چڑھنے دیا۔

(5) اختیار اللہ تعالیٰ کا ہے وہ اپنے جس بندے کو جیسے چاہے استعمال کر لے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6) کسی انسان کے ساتھ خاص برتاؤ دیکھ کر یہ نتیجہ نکالنا کہ وہ خود مالک تھا یا مالک کا بیٹا تھا یا اس کی ملکیت میں شریک تھا، درست نہیں۔ (7) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور محمد رسول اللہ ﷺ کی دعوت اور ان کے مشن میں کوئی فرق نہیں۔

(8) سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کا مذہب اسلام تھا۔ یہ وہی مذہب ہے جو قرآن پیش کر رہا ہے۔ بعد میں عیسائیت ان عقائد پر قائم نہیں رہی۔

﴿قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ

"آپ کہہ دیں اے اہل کتاب! اس کلمے کی طرف آؤ جو ہمارے درمیان اور تمہارے درمیان برابر ہے یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں

وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا

اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم اللہ تعالیٰ کے سوا ایک دوسرے کو بھی رب نہ بنائیں۔ پھر اگر وہ منہ موڑیں

فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾

تو آپ کہہ دیں کہ تم گواہ ہو جاؤ بلاشبہ ہم مسلمان ہیں" (64)

سوال: عقیدہ توحید تمام اقوام میں یکساں ہے، اس کی وضاحت ﴿قُلْ ... مُسْلِمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) یہ خطاب اہل کتاب یہودیوں اور عیسائیوں اور ان کے نقش قدم پر چلنے والوں سے ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ﴾ "آپ کہہ دیں اے اہل کتاب! اس کلمے کی طرف آؤ جو ہمارے درمیان اور تمہارے درمیان برابر ہے" اس کلمے سے مراد وہ کلمہ توحید ہے جس کی بنیاد پر سب متحد ہو سکتے ہیں، جس پر تمام رسولوں کا اتفاق ہے۔

(2) امت مسلمہ میں اتحاد پیدا کرنے کے لیے اسی کلمہ سواء کو بنیاد بنانے کی ضرورت ہے۔

(3) اسلام کی پکار ایک اللہ کی پکار ہے، ایک اللہ کو اپنا سب کچھ بنا لینے کی پکار ہے اور زندگی کا ہر کام ایک اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرنے کی پکار ہے۔

(4) انبیاء کی اصل تعلیمات اور عقیدہ مسلمانوں، یہودیوں اور عیسائیوں میں یکساں ہے۔ انبیاء کی اصل تعلیم "توحید" ہے۔

(5) توحید کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی ذات، صفات، اختیارات میں ایک مانا جائے، صرف اس کی عبادت کی جائے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے اور کسی انسان کو وہ مقام نہ دیا جائے جو کائنات کے مالک کے لیے خاص ہے۔

(6) اسلام، یہودیت اور عیسائیت کے عقیدۂ توحید میں کوئی فرق نہیں، عقیدۂ توحید ایک ہے۔ یہودیوں اور عیسائیوں نے توحید کا اقرار کیا لیکن عملی طور پر وہ سب کچھ اختیار کر لیا جو توحید کے خلاف تھا۔ توحید اپنی خالص صورت میں صرف قرآن مجید اور اسلام میں موجود ہے۔ یہودیوں اور عیسائیوں نے زبان سے اللہ تعالیٰ کو رب کہا لیکن اپنے نبیوں اور بزرگوں کو رب بنا ڈالا۔ عملی اعتبار سے وہ عقیدۂ توحید پر نہیں ہیں۔

(7) ﴿اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا﴾ ''یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں'' توکل، محبت، خوف اور امید کا تعلق اسی سے رکھیں، اس کے ساتھ کسی نبی، ولی، کسی بت، حیوان اور جمادات کو شریک نہ کریں۔

(8) تمام رسولوں نے بھی یہی دعوت دی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ ''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر ہم اس کی طرف وحی کرتے رہے کہ بلاشبہ میرے سوا کوئی معبود نہیں چنانچہ تم میری ہی عبادت کرو۔'' (الانبیاء: 25)

(9) ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ہر اُمت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو'' (النحل: 36)

(10) ﴿وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ''اور ہم اللہ تعالیٰ کے سوا ایک دوسرے کو بھی رب نہ بنائیں'' یعنی صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں۔ ہم کسی مخلوق کی بات مان کر خالق کی نافرمانی نہ کریں کیونکہ یہ کام مخلوق کو خالق کا مقام دینے کے مترادف ہے۔ (تفسیر سعدی: 378/1)

(11) ﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾ ''پھر اگر وہ منہ موڑیں تو آپ کہہ دیں کہ تم گواہ ہو جاؤ بلاشبہ ہم مسلمان ہیں'' جب اہل کتاب یا دوسرے غیر مسلموں کو اس بات کی دعوت دی جائے اور وہ تسلیم کر لیں تو وہ دوسرے مسلمانوں کے برابر ہو جائیں گے۔ ان کے حقوق و فرائض دوسرے مسلمانوں کے برابر ہوں گے۔ اگر وہ تسلیم نہ کریں تو ثابت ہو جائے گا کہ وہ اپنی خواہش نفس کے پیروکار اور معاند ہیں۔ تو انہیں گواہ بنا کر کہہ دو کہ ہم مسلمان ہیں۔ (تفسیر سعدی: 378/1)

(12) ایمان والوں پر جب شبہات وارد ہوں تو ان کے لیے ایمان کی تجدید ضروری ہو جاتی ہے تاکہ وہ اپنے رب کی نعمت پر شکر ادا کریں۔ اس لیے آپ کہو کہ ہم سچے مسلمان ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لیے مخلص ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(13) رسول اللہ ﷺ نے ہرقل کی طرف جو خط بھیجا تھا اس میں یہ تحریر تھی: ''اللہ تعالیٰ کے نام سے (شروع) جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے۔ محمد رسول اللہ کی طرف سے روم کے بادشاہ ہرقل کے نام! سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ حمد وثناء کے بعد! میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں، مسلمان ہو جاؤ سلامت رہو گے، اسلام قبول کر لو اللہ تعالیٰ تمہیں دوگنا اجر وثواب عطا فرمائے گا۔ اگر تم نے نہ مانا تو کسانوں کا گناہ بھی تم پر ہوگا۔ آپ کہہ دیں اے اہلِ کتاب! اس کلمے کی طرف آؤ جو ہمارے درمیان اور تمہارے درمیان برابر ہے یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم اللہ تعالیٰ کے سوا ایک دوسرے کو بھی رب نہ بنائیں۔ پھر اگر وہ منہ موڑیں تو آپ کہہ دیں کہ تم گواہ ہو جاؤ بلاشبہ ہم مسلمان ہیں۔'' (بخاری:4553)

﴿يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ

''اے اہل کتاب! تم ابراہیم کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو؟ حالانکہ تورات اور انجیل اس کے بعد ہی نازل کی گئیں

بَعْدِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾

تو کیا تم سمجھتے نہیں؟'' (65)

سوال: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دین کے بارے میں اہل کتاب کیا جھگڑا کرتے تھے، اس کی وضاحت ﴿يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ... تَعْقِلُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ﴾ ''اے اہل کتاب!'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: نجران کے عیسائی اور یہودیوں کے احبار رسول اللہ ﷺ کے پاس جمع ہوئے اور آپ ﷺ سے مباحثہ شروع کر دیا۔ احبار نے کہا: سیدنا ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے اور عیسائیوں نے کہا: وہ عیسائی تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (سیوطی، اسباب النزول)

(2) ﴿لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ﴾ ''تم ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو؟'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں جھگڑنے کا مطلب یہ ہے کہ یہودی اور عیسائی دونوں دعویٰ کرتے تھے کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کے دین پر ہیں۔

(3) اہل کتاب سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ''مجادلہ'' جھگڑا اس لیے کرتے ہیں تاکہ مسلمانوں کو اپنے دین کے معاملے میں گمراہ کر دیں۔ (4) ان کے جھگڑے کا مقصد یہ تھا کہ ان کے عقائد میں شبہات پیدا کر دیے جائیں۔

(5) جھگڑے کے پس منظر میں یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے وعدہ کیا تھا کہ نبوت ان کی اولاد میں رہے گی اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طرح وہ یہ فضیلت اپنے نام کروانا چاہتے تھے۔

(6)﴿وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ ''حالانکہ تورات اور انجیل اس کے بعد ہی نازل کی گئیں تو کیا تم سمجھتے نہیں؟'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام تورات اور انجیل کے نازل ہونے سے پہلے گزرے ہیں، کیسے ممکن ہے کہ وہ یہودی یا عیسائی ہوں؟ یہ دعویٰ عقل کے خلاف ہے، کیا تم سمجھتے نہیں؟

(7) اللہ تعالیٰ نے یہود اور عیسائیوں کے جھگڑے کا فیصلہ یہ کہہ کر کیا کہ اس بات میں کیوں بحث کرتے ہو جس کا تمہارے پاس کچھ بھی علم نہیں۔

(8) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نہ تو یہودی تھے نہ عیسائی، نہ مشرک بلکہ یک سو مسلمان تھے۔

(9) سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے نسبت کا سب سے زیادہ حق تو ان کو پہنچتا ہے جنہوں نے ان کی پیروی کی۔ نبی ﷺ اور ان کے ماننے والے اس نسبت کے زیادہ حق دار ہیں۔

﴿هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ

''ہاں تم وہ لوگ ہو تم نے اس بات میں جھگڑا کیا جس کا تمہیں علم تھا پھر اس کے بارے میں کیوں جھگڑا کرتے ہو جس کا تمہیں علم ہی نہیں؟

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾

اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے'' (66)

سوال: اہل کتاب کی بحث کا کیا جواب دیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿هٰٓاَنْتُمْ ... تَعْلَمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ﴾

''ہاں تم وہ لوگ ہو تم نے اس بات میں جھگڑا کیا جس کا تمہیں علم تھا پھر اس کے بارے میں کیوں جھگڑا کرتے ہو جس کا تمہیں علم ہی نہیں؟'' یہودیوں کا دعویٰ تھا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے، عیسائیوں کا دعویٰ تھا کہ ابراہیم علیہ السلام عیسائی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بحث کا جواب دیا ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں تمہارا جھگڑا ایسے معاملے میں ہے جس کا تمہیں علم نہیں۔ ایسے موضوع پر بحث نہیں کرنی چاہئے جس کا علم نہ ہو۔

(2) اللہ تعالیٰ نے جھگڑے کا فیصلہ کرنے کے لیے فرمایا: تم نے اس بات کے بارے میں تو جھگڑا کیا جس کا تمہیں علم تھا پھر ایسی بات کے بارے میں کیوں جھگڑا کرتے ہو جس کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے؟

(3) سیدنا ابراہیم علیہ السلام تو تورات اور انجیل نازل ہونے سے بہت پہلے گزرے ہیں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(4)﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے'' اس سے مراد ہے اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کس دین پر تھے۔

(5)﴿وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور تم نہیں جانتے'' یعنی جہالت کی بنیاد پر تم نہیں جانتے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا دین کیا تھا۔

﴿مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ

''ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ عیسائی بلکہ وہ یک سو مسلمان تھے

وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾

اور مشرکوں سے نہیں تھے'' (67)

سوال: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا دین کیا تھا، اس کی وضاحت ﴿مَا كَانَ ... مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا﴾ ''ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ عیسائی بلکہ وہ یک سو مسلمان تھے'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں واضح فرمایا کہ وہ نہ یہودی تھے، نہ عیسائی، وہ یک مسلمان تھے، مشرک نہ تھے۔

(2)﴿حَنِيْفًا﴾ سے مراد ہے شرک سے بے زار، اللہ تعالیٰ کے لئے خالص۔ حنیف وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے یک سو ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے ماسوا کسی اور کی طرف نہیں جھکتا، جس کی محبت، جس کے جذبے، جس کی اطاعت، جس کی دعائیں، جس کی سرگرمیاں اللہ تعالیٰ کے لیے خالص ہوں۔

(3)﴿مُّسْلِمًا﴾ سے مراد صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا ہے۔ مسلم وہ ہے جو اپنا آپ اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دے۔ ﴿حَنِيْفًا مُّسْلِمًا﴾ سے مراد خالص مسلمان ہے۔

(4)﴿وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ ''اور مشرکوں سے نہیں تھے'' یہودیوں اور عیسائیوں کے اندر عقیدے کی تبدیلی شرک کی حد تک پہنچ چکی ہے اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام مشرک نہ تھے۔

(5) مشرکین قریش جو اپنے آپ کو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا پیروکار سمجھتے ہیں انہیں یہ بتایا گیا کہ ان کے عقیدے کی کوئی نسبت سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے نہیں ہے۔ اسلام اور شرک دو الگ عقائد ہیں دونوں کی حقیقت الگ ہے، دونوں کبھی ایک نہیں ہو سکتے۔

﴿اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ

''یقیناً لوگوں میں ابراہیم کے سب سے زیادہ قریب وہ ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی اور یہ نبی اور وہ لوگ جو ایمان لائے،

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

﴿وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

اور اللہ تعالیٰ مومنوں کا دوست ہے" (68)

سوال: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے سب سے زیادہ قریب کون لوگ ہیں، اس کی وضاحت ﴿اِنَّ ... وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ "یقیناً لوگوں میں ابراہیم کے سب سے زیادہ قریب وہ ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی اور یہ نبی اور وہ لوگ جو ایمان لائے" اس سے مراد یہ ہے کہ جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سنت اور ان کے طریقے پر ہیں وہ ان کے سب سے زیادہ قریب ہیں۔

(2) نبی ﷺ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دوست ہیں جو اللہ تعالیٰ کی گواہی کے مطابق ان کے دین پر ہیں۔ اس کے بعد وہ لوگ جو اس نبی ﷺ پر ایمان لائے ہیں اس لیے کہ وہ اپنے نظام زندگی اور اپنے Life style میں ایک جیسے ہو گئے ہیں۔

(3) سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے سب سے زیادہ قریب نبی اکرم ﷺ اور سچے مومن ہیں کیونکہ اسلامی شریعت ملت حنیف کے سب سے قریب ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ملت ابراہیمی کی پیروی کرنے کا حکم دیا ہے۔

(4) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہر نبی کے لیے انبیاء علیہم السلام میں سے دوست ہوتے ہیں، میرے دوست میرے باپ اور اللہ تعالیٰ کے خلیل جناب ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت ﴿اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ﴾ تلاوت فرمائی "یقیناً لوگوں میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے سب سے زیادہ قریب وہ ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی۔" (آل عمران:68) (ترمذی:2995)

(5) اسلامی نقطہ نظر سے ایمان کا رشتہ ہی اہم رشتہ ہے کیونکہ انسان کا Social system ان بنیادوں پر قائم نہیں ہوتا جن پر جانوروں کا قائم ہوتا ہے۔ مثلاً (i) ایک جگہ چرنے والے جانور (یہ علاقائی بنیاد ہے) (ii) ایک نسل کے جانور (یہ نسلی بنیاد ہے) (iii) ایک چراگاہ میں رہنے والے جانور (خاندانی بنیاد)

(6) ایک انسان کا دوسرے انسان سے، ایک گروہ کا دوسرے گروہ سے، ایک نسل کا دوسری نسل سے رابطہ عقیدہ اور نظریۂ حیات کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ (i) ایک مومن دوسرے مومن سے محبت کرتا ہے۔

(ii) ایک مسلمان گروہ کو دوسرے مسلمان گروہ سے محبت ہوتی ہے۔

(iii) ایک اسلامی جماعت کا دوسری اسلامی جماعت سے تعلق ہوتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(7) ایمان والوں کے آپس میں تعلقات کے لیے: (i) زمانے اور علاقے کی حدود حائل نہیں ہوسکتیں۔

(ii) اس تعلق کے راستے میں خون اور نسب کے فاصلے حائل نہیں ہوتے۔

(iii) اس تعلق کے راستے میں قوم اور وطن کے فاصلے بھی آڑے نہیں آسکتے۔

(8) ایمان والے نظریے کی بنیاد پر دوست ہوتے ہیں، ان کی دوستی میں سب سے اہم بنیاد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اسی کی خاطر یہ دوستی وجود میں آتی ہے۔

(9) ﴿وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ مومنوں کا دوست ہے'' اللہ تعالیٰ ان کا حامی و مددگار ہے جو ایمان والے ہیں۔ اس وجہ سے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا ان کا کوئی ولی نہیں۔ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کا نام بلند کرنے والے ہیں۔

(10) ایمان والے صدیاں گزرنے پر بھی، زمانے گزرنے پر بھی، زمین اور وطن کا فاصلہ حائل ہونے پر بھی، خاندان اور برادریاں مختلف ہونے پر بھی ایک ہیں، یہ ایک ہی رہیں گے، یہ ایمان والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا ولی ہے۔

﴿وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ۭ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ

''اہل کتاب میں سے ایک گروہ خواہش رکھتا ہے کہ کاش وہ تمہیں گمراہ کردیں حالانکہ وہ نہیں گمراہ کررہے مگر اپنی جانوں کو

وَمَا يَشْعُرُوْنَ﴾

اور وہ شعور نہیں رکھتے'' (69)

سوال: یہودی مسلمانوں سے حسد کرتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَدَّتْ ... يَشْعُرُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ﴾ ''اہل کتاب میں سے ایک گروہ خواہش رکھتا ہے کہ کاش وہ تمہیں گمراہ کردیں'' یہودی مسلمانوں سے حسد کرتے ہیں اور ان کا مقصد مسلمانوں کو گمراہ کرنا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ مومنوں کو اہل کتاب کے اس خبیث گروہ کی مکاریوں سے متنبہ فرمارہا ہے کہ ان کی خواہش یہی ہے کہ تمہیں گمراہ کردیں۔ جیسے ارشاد ہے: ﴿وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا﴾ ''اہل کتاب میں سے اکثر لوگ چاہتے ہیں کہ کاش وہ تمہیں تمہارے ایمان کے بعد کافر بنادیں۔'' (البقرۃ:109)

(3) اور جسے کسی چیز کی خواہش ہوتی ہے وہ اسے حاصل کرنے کے لیے جدوجہد بھی کرتا ہے۔ یہ گروہ بھی پوری کوشش کرتا ہے کہ مومنوں کو مرتد کردے۔ اس مقصد کے لیے وہ لوگ ہر ممکن طریقے سے شبہات پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ (تفسیر سعدی: 380/1)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(4)ان کی یہ خواہش محض دشمنی اور شرارت کی وجہ سے ہے، اس لیے یہ کھلی گمراہی ہے۔اس قسم کی خواہشات سچائی، بھلائی، ہدایت اور خیر خواہی کے نتیجے میں پیدا نہیں ہوتیں۔

(5)مسلمانوں کو گمراہ کرنا ان کی دلی خواہش ہے جس کا اظہار ہر تدبیر، ہر بحث، ہر مناظرے اور ہر سازش سے ہوتا ہے۔

(6)﴿وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ﴾ ''حالانکہ وہ نہیں گمراہ کر رہے مگر اپنی جانوں کو''اہل کتاب مسلمانوں کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں اور خود گمراہ ہو جاتے ہیں۔

(7)یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ بری تدبیریں کرنے والا اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔مومنوں کو گمراہ کرنے کی کوشش خود ان کی گمراہی اور عذاب میں اضافے کا باعث بنتی ہے۔

(8)اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ﴾ ''جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا ہم اُن کے عذاب پر عذاب کا اضافہ کریں گے اس کے بدلے جو وہ فساد کیا کرتے تھے۔''(النحل:88)

(8)﴿وَمَا يَشْعُرُوْنَ﴾ ''اور وہ شعور نہیں رکھتے''انہیں اس بات کا احساس نہیں ہوتا کہ ان کی کوشش، ان ہی کو نقصان پہنچا رہی ہے اور وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ رہے۔(تفسیر سعدی:380/1)

﴿يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ﴾

''اے اہل کتاب! تم اللہ تعالیٰ کی آیات کا کفر کیوں کرتے ہو؟ حالانکہ تم گواہی دیتے ہو!''(70)

سوال 1:اہل کتاب سے کیے گئے سوال ﴿يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ...تَشْهَدُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:اہل کتاب سے سوال کیا گیا ہے:﴿يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ﴾ ''اے اہل کتاب! تم اللہ تعالیٰ کی آیات کا کفر کیوں کرتے ہو؟ حالانکہ تم گواہی دیتے ہو!''یعنی تمہیں اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرنے پر کون سی چیز مجبور کرتی ہے حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ جس مذہب پر تم کاربند ہو وہ باطل ہے اور محمد ﷺ جو کچھ لے کر آئے ہیں وہ حق ہے، خود تمہیں بھی اس میں شک نہیں بلکہ تم اس کی گواہی دیتے ہو اور بعض اوقات ایک دوسرے کو خفیہ طور پر بتا بھی دیتے ہو۔(تفسیر سعدی:380/1،381)

سوال 2:اہل کتاب قرآن کی دعوت کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہوئے۔اس کی کیا وجہ تھی؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: (1)اہل کتاب قرآن مجید کی دعوت کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہوئے اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے اندر یہ احساس تھا کہ وہ پہلے سے حق پر ہیں۔

(2)حق پرستوں کے سب سے بڑے گروہ (بنی اسرائیل) سے وابستگی رکھتے ہیں۔

﴿يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ ع 7 6 15

''اے اہل کتاب! تم حق کو باطل سے گڈمڈ کیوں کرتے ہو اور کیوں تم حق کو چھپاتے ہو؟ حالانکہ تم جانتے بھی ہو'' (71)

سوال 1: اہل کتاب سے کیے گئے سوال ﴿يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ... تَعْلَمُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ﴾ ''اے اہل کتاب! تم حق کو باطل سے گڈمڈ کیوں کرتے ہو'' حق کو باطل سے گڈمڈ کرنے سے مراد یہودیت اور نصرانیت کو اسلام سے ملانا ہے۔

(2)اللہ رب العزت نے حق کو باطل کے ساتھ ملانے پر ان کی گوشمالی کی ہے کیونکہ وہ دو طریقوں سے اپنے ساتھ تعلق رکھنے والوں کو گمراہ کرتے ہیں حالانکہ علم والوں کا فرض ہے کہ وہ حق کو باطل سے، پاک کو ناپاک سے، حلال کو حرام سے اور صحیح کو غلط سے الگ کر دیں تاکہ لوگ ہدایت پر قائم رہیں۔

(3)رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ﴾ ''اور جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے پختہ عہد لیا جنہیں کتاب دی گئی کہ تم اس کتاب کو لوگوں کے سامنے ضرور بیان کرتے رہو گے اور تم اس کو نہیں چھپاؤ گے تو انہوں نے اس عہد کو اپنی پشتوں کے پیچھے ڈال دیا۔'' (آل عمران:187)

(4)﴿وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ﴾ ''اور کیوں تم حق کو چھپاتے ہو؟'' یعنی نبی ﷺ کی شان کے بارے میں جو کچھ تورات اور انجیل میں آیا ہے اس کو چھپاتے ہو۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ لوگ نبی ﷺ کے بارے میں یہ نہ جان سکیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں جن کی گواہی تورات میں ان کے اوصاف سے دی گئی ہے۔

(5)﴿وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ ''حالانکہ تم جانتے بھی ہو'' مقاتل بن حیان کہتے ہیں کہ تم جانتے ہو کہ اسلام دین حق ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ﴾ ''یقیناً دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہے'' اور محمد کا معاملہ حق ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم:678/2)

(6)آپ جانتے ہو کہ اس دین کے سوا اللہ تعالیٰ کوئی دین قبول نہیں کریں گے اور اسلام کے بغیر کسی عمل کی جزا نہیں ملے گی۔ (جامع البیان:335/3)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال 2: اہل کتاب کو اللہ تعالیٰ نے کیسے جھنجھوڑا ہے اور کیسے ان کے رویئے کی طرف توجہ دلائی ہے، وضاحت کریں؟

جواب: (1) اہل کتاب کو اللہ تعالیٰ نے جھنجھوڑا ہے ''اے اہل کتاب! تم حق کو باطل سے گڈ مڈ کیوں کرتے ہو اور کیوں تم حق کو چھپاتے ہو؟ حالانکہ تم جانتے بھی ہو!'' تم اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیوں کر رہے ہو باوجود اس کے کہ حق کے دلائل تمہارے پاس موجود ہیں؟

(2) تم ذاتی مصلحتوں اور خواہشوں کی بناء پر انکار کر رہے ہو۔ (3) تم لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے کفر کر رہے ہو۔

(4) تم حق پر باطل کا رنگ چڑھا کر مشتبہ بنا رہے ہو۔ (5) اسلامی علوم میں تم نے حق کو باطل سے گڈ مڈ کر دیا ہے۔

(6) تم نے اسلامی تاریخ کے واقعات میں ملاوٹ کی ہے۔

(7) تم نے ذخیرہ احادیث میں جعلی احادیث ملانے کی کوشش کی ہے جس کا پردہ الحمدللہ محدثین نے چاک کر دیا۔ آج صحیح اور غیر صحیح احادیث کو انہوں نے واضح کر دیا۔ (8) تم نے ذخیرہ تفسیر میں ملاوٹ کرنے کی کوشش کی ہے۔

(9) تم نے مسلمانوں میں ایسے لوگ داخل کیے جنہوں نے مسلمان بن کر مسلمانوں کو گمراہ کیا ہے۔

(10) مستشرقین نے طالب علموں کی ایک فوج بنائی ہے جو مسلمانوں کے اندر انتہائی اہم فکری مقامات پر قبضہ کیے ہوئے ہے۔ (11) تم میں سے بے شمار ایسے لیڈر ہیں جنہیں یہودیوں اور عیسائیوں نے ہمارا لیڈر بنا دیا ہے جو حق کو چھپاتے ہیں، جو حق کو ضائع کرتے ہیں، جو حقیقت پر پردہ ڈالتے ہیں اور جو باطل کو حق بنا کر پیش کرتے ہیں۔

سوال 3: اہل کتاب (یہودیوں اور عیسائیوں) کی سازشوں سے ہم کیسے بچ سکتے ہیں؟

جواب: ہمارے لیے جائے پناہ قرآن مجید ہے جو محفوظ ترین کتاب ہے۔ اس قرآن مجید کو سمجھ کر، اس قرآن مجید کے پیغام کو پھیلا کر اور اس قرآن مجید کے دامن میں امت مسلمہ کو پناہ دلوا کر ہمیں محفوظ پناہ مل سکتی ہے۔

سوال 4: آج کے دور میں مسلمان حق کو باطل سے کیسے گڈ مڈ کرتے ہیں؟

جواب: (1) آج کے دور میں مسلمان حق کو باطل سے ایسے گڈ مڈ کرتے ہیں کہ جو لوگ سچے دین کی دعوت لے کر اٹھتے ہیں ان پر کوئی الزام لگا دیتے ہیں اس طرح لوگ ان افراد کے بارے میں ہی نہیں دین کے بارے میں بھی شک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

(2) جو لوگ دین کی دعوت لے کر اٹھتے ہیں ان کے بارے میں کوئی نہ کوئی شوشہ چھوڑ دیتے ہیں، طرح طرح کے الجھن میں ڈالنے والے سوالات چھیڑنے سے لوگوں کو شک میں مبتلا کرتے ہیں تاکہ لوگ خود بھی الجھیں اور دوسروں کو بھی الجھائیں۔ یہ معاملہ شخصیات تک محدود نہیں رہتا بلکہ لوگ دین کے بارے میں شک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3) لوگ دین کی دعوت لے کر اٹھنے والوں کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈا کرتے ہیں اور ان پر اعتراضات کرتے ہیں جس سے صرف شخصیات کے بارے میں رائے خراب نہیں ہوتی دین بھی مشتبہ ہو جاتا ہے۔ اس طرح مسلمان حق کو باطل سے گڈمڈ کرتے ہیں۔

﴿وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ

''اور اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے کہا کہ دن کے آغاز میں تم اس پر ایمان لاؤ جو نازل کیا گیا ان پر جو ایمان لائے

النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾

اور تم اس کی شام کو کفر کرو تا کہ وہ واپس لوٹ آئیں'' (72)

سوال 1: مسلمانوں کو اسلام سے ہٹانے کے لیے یہودی کیا سازش کرتے تھے، اس کی وضاحت ﴿وَقَالَتْ ... يَرْجِعُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ ''اور اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے کہا کہ دن کے آغاز میں تم اس پر ایمان لاؤ جو نازل کیا گیا ان پر جو ایمان لائے اور تم اس کی شام کو کفر کرو تا کہ وہ واپس لوٹ آئیں'' یہ یہودیوں کی ایک سازش تھی جس کے ساتھ انہوں نے کمزور لوگوں پر ان کے دین کے معاملے کو خلط ملط کر دینا چاہا تھا اور وہ یہ کہ انہوں نے باہمی مشورے سے یہ بات طے کی کہ دن کے شروع کے حصے میں ایمان کا اظہار کر دیا کرو اور صبح کی نماز بھی مسلمانوں کے ساتھ مل کر ادا کر لیا کرو اور جب دن کا آخری حصہ آئے تو اپنے دین کی طرف پلٹ جایا کرو تا کہ جاہل لوگ یہ کہیں کہ مسلمانوں کے دین میں نقص و عیب کی وجہ سے یہ لوگ اپنے دین کی طرف پلٹ گئے ہیں۔ (المصباح المنیر: 637/1)

(2) عرب امیوں کے ذہن میں یہ تھا کہ اہل کتاب آسمانی کتابوں کو جانتے ہیں اگر وہ صبح ایمان لاتے ہیں اور شام کو پھر جاتے ہیں تو ضرور انہوں نے اسلام میں کوئی خفیہ کمزوری اور نقص پکڑا ہوگا۔ اس طرح کمزور طبیعت کے لوگ اور کم فہم لوگ جو دین کی حقیقت کو اچھی طرح نہیں سمجھتے اور جو ثابت قدم نہیں ہوتے متاثر ہوتے ہیں اور اسلام کے بارے میں ان کے دل میں خلجان پیدا ہوتا ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال 2: یہودیوں اور عیسائیوں کی جانب سے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے کیا جدید طریقے اختیار کیے جا رہے ہیں؟

جواب: (1) یہودیوں اور عیسائیوں کی جانب سے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے پورے عالم اسلام میں ایسے اساتذہ، محققین اور فلسفی چھوڑے گئے ہیں جو اسلام دشمنوں کے ایجنٹ ہیں۔

(2) انہوں نے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے ایسے مصنفین، شعراء، فن کار اور صحافی اپنے جال میں پھنسائے ہوئے ہیں جن کے نام مسلمانوں جیسے ہیں، جو مسلمانوں کی اولاد ہیں لیکن اسلام دشمنی میں اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔

(3) ان تمام افراد کے کام یہ ہیں: (i) مسلمانوں کے دل و دماغ میں علم و ادب، صحافت اور فن کے ذریعے سے شکوک و شبہات پھیلانا۔ (ii) اسلامی نظریہ حیات کا مذاق اڑانا۔ (iii) اسلام کے اصولوں کی قدر و قیمت کم کرنا۔

(iv) اسلامی نظریہ حیات کو رجعت پسندی قرار دینا۔ (v) اسلامی تاریخ کا حلیہ بگاڑنا۔

(vi) ہر وقت تبلیغ کرنا کہ اسلامی نظریہ حیات کو چھوڑ دیا جائے، اسے عملی زندگی سے نکال دیا جائے۔

(vii) اخلاقی بنیادیں گرانا۔ (viii) جنسیت کو ہر قید و بند سے آزاد کرنا، اس کے لیے میراتھن ریس، فیشن میگزین، فیشن شوز کا انعقاد کرنا۔ (ix) مسلمانوں کے ذہنوں اور ان کے طرز عمل میں ایسے تصورات اور روایات کو فروغ دینا جو اسلامی تصورات کے متضاد ہوں۔

(4) مسلمان اہل کتاب کے ایجنٹ بن کر یہ کام کرتے ہیں تو بظاہر ان کا اسلام برقرار رہتا ہے، یہ وہی طریقہ کار ہے جس کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: صبح کو اسلام لاتے ہیں، شام کو انکار کر دیتے ہیں۔

﴿وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ ۭ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ۙ

"اور تم کسی کا یقین نہ کرو سوائے اس کے جو تمہارے دین کی اتباع کرے، آپ کہہ دو یقیناً ہدایت تو اللہ تعالیٰ ہی کی ہدایت ہے،

اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَاۗجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۭ قُلْ اِنَّ

یہ (نہ مانو) کہ کسی ایک کو اس جیسا دیا جائے جو تمہیں دیا گیا تھا یا وہ تم سے تمہارے رب کے پاس جھگڑا کریں گے۔ آپ کہہ دیں یقیناً

الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾

اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں فضل ہے، جس کو وہ چاہتا ہے، عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے" (73)

سوال 1: یہود کے قول ﴿وَلَا ... دِيْنَكُمْ﴾ کی وضاحت کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ﴾ ''اور تم کسی کا یقین نہ کرو سوائے اس کے جو تمہارے دین کی اتباع کرے'' یہود کا قول ہے کہ یقین اور اعتماد صرف اس پر کرو جو تمہارے دین کو ماننے والا ہے۔

(2)''سوائے اس کے جو تمہارے دین کی اتباع کرے'' یعنی مسلمانوں کے مقابلے میں صرف اپنے دین کی اتباع کرنے والوں پر اپنے راز کھولو۔

(3)مسلمانوں کو ان سازشوں کی خبر اس لیے نہ دو کہ کہیں رب کے حضور پیش کرنے کے لیے انہیں تمہارے خلاف قوی حجت نہ مل جائے۔

(4)انہوں نے یہ سمجھا کہ اگر ہم مومنوں کو نہیں بتائیں گے تو انہیں اس سازش کا بالکل علم نہیں ہو سکے گا کیونکہ ان کے خیال میں علم صرف انہی کے پاس ہو سکتا ہے جس سے ان پر حجت قائم ہو۔(تفسیر سعدی:381/1)

سوال 2:اللہ تعالیٰ نے یہود کی تردید کیسے فرمائی ہے،اس کی وضاحت ﴿قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے یہود کی تردید کرتے ہوئے فرمایا:﴿قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ﴾ ''آپ کہہ دو یقیناً ہدایت تو اللہ تعالیٰ ہی کی ہدایت ہے'' ہر ہدایت یافتہ کو اللہ تعالیٰ ہی سے ہدایت ملتی ہے۔

(2)﴿قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ﴾ ''آپ کہہ دو یقیناً ہدایت تو اللہ تعالیٰ ہی کی ہدایت ہے'' اور وہ اسلام ہے۔

(3)یہ حق بیان اور کامل توفیق ہے۔یہود نے ہدایت اور گمراہی کو ملا دیا اور لوگوں کو گمراہ کر دیا۔(ایسر التفاسیر:182،183)

(4)یہود گمان کرتے تھے کہ وہ حق اور ہدایت پر ہیں حالانکہ یہودیت بدعت ہے۔

(5)﴿اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ﴾ ''ہدایت تو اللہ تعالیٰ ہی کی ہدایت ہے'' اس سے مراد ہے کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔وہ جس کو چاہے ہدایت دے،جس کو چاہے نہ دے،کسی کا مکر اس کے راستے کی رکاوٹ نہیں بن سکتا۔

سوال 3:یہودیوں کے قول ﴿اَنْ ... رَّبِّكُمْ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ﴾ ''یہ(نہ ماننا) کہ کسی ایک کو اس جیسا دیا جائے جو تمہیں دیا گیا تھا'' یہودیوں کے قول کا تذکرہ ہے کہ یہ مت تسلیم کرو کہ نبوت کسی اور کو بھی مل سکتی ہے اور یہ کہ یہودیت کے علاوہ کوئی اور دین بھی حق ہو سکتا ہے۔

(2)یہودیوں کا قول ہے کہ یہ مت تسلیم کرو کہ کسی اور کو دین،نبوت اور فضل بھی مل سکتا ہے۔(ایسر التفاسیر:182)یعنی وہ کہتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھے کہ جو تمہارے پاس علم ہے اسے مسلمانوں کے سامنے ظاہر نہ کرو ورنہ وہ تم سے سیکھ کر تمہارے برابر ہو جائیں گے بلکہ شدت ایمان کی وجہ سے تم سے بڑھ جائیں گے۔ (المصباح المنیر :638/1)

(3)﴿اَوْ يُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ﴾ ''یا وہ تم سے تمہارے رب کے پاس جھگڑا کریں گے'' یہودیوں کے قول کا تذکرہ ہے کہ اگر تم ان کے سامنے نبی اور دین اسلام کے حق ہونے کا اعتراف کرو گے تو وہ تم سے قیامت کے دن تمہارے رب کے پاس جھگڑا کریں گے اور تمہارے خلاف ان کے پاس دلیل ہوگی۔ اس وجہ سے وہ یہودیت کے دین حق ہونے پر اصرار کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ یہودیت کے ماسوا ہر دین باطل ہے۔

سوال 4: یہود کو جو جواب دینے کا حکم دیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿قُلْ ... عَلِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''آپ کہہ دیں یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں فضل ہے، جس کو وہ چاہتا ہے، عطا کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ آپ کہہ دو کہ ایمان کی توفیق اور اسلام کی ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، یہود کے ہاتھ میں نہیں۔

(2) یعنی نبوت، کتاب اور ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہے۔ (تفسیر سمرقندی :223/1)

(3) اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے نبوت، کتاب اور ہدایت عطا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے محروم کر دیتا ہے۔

(4)﴿وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے فضل میں وسعت والا ہے۔ وہ علیم جانتا ہے کہ دین اور شریعت کا مستحق کون ہے جسے وہ عطا کرے۔

(5) اللہ تعالیٰ واسع العطاء ہے اور وہ علیم ہے مستحق کو جانتا ہے، وہ اسی کو عطا کرتا ہے جو اس کا اہل ہو۔ (تفسیر مراغی :527/1)

(6) اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اپنی وسعت کا یقین دلایا کہ وہ جسے چاہے دے۔ یقیناً وہ وسعت والا ہے، جاننے والا ہے۔

(7) اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی تنگ دلی سے اپنے علیم ہونے کا یقین دلایا ہے کہ وہ اپنے سوا کسی اور کا حق نہیں سمجھتے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کا دین اور شریعت مل جائے جب کہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ دین اور شریعت کسے عطا کرے۔

﴿يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾

''وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے خاص کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے'' (74)

سوال: اللہ تعالیٰ کی مسلمانوں پر خصوصی رحمت ہے، کیسے، اس کی وضاحت ﴿يَّخْتَصُّ ... الْعَظِيْمِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے خاص کر لیتا ہے'' یعنی اے مومنو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے اس خاص فضل سے سرفراز فرمایا ہے کہ تمہارے نبی کو دیگر تمام انبیائے کرام کے مقابلے میں بے حدوحساب اور بے پایاں فضل وشرف سے نوازا اور سب سے زیادہ کامل اور اکمل دین وشریعت کی طرف تمہاری راہ نمائی فرمائی ہے۔(المصباح المنیر :638/1)(2)رحمت سے مراد دین کی نعمت اور اس کی تکمیل کرنے والی چیزیں ہیں۔

(3)رحمت سے مراد قرآن، اسلام اور نبوت ہے۔

(4)رحمت سے خاص کر لینے سے مراد کسی کو اپنے دین کی نمائندگی کے لیے قبول کرنا ہے۔

(5)اللہ تعالیٰ کی رحمت (نبوت) کا فیصلہ گروہی بنیاد پر نہیں ہوتا بلکہ یہ فضل اسی پر ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے علم کے مطابق پسند کریں۔

(6)اللہ تعالیٰ اپنی رحمت قرآن اور اسلام کے لیے اس کو خاص کرتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ اپنے علم کے مطابق پسند کریں۔

(7)اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت کے لیے خاص کرتے ہیں:

(i)جو اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ سے جوڑ لے۔(ii)جو اللہ تعالیٰ کی نگرانی کو محسوس کر کے اس سے ڈرے۔

(iii)جو اللہ تعالیٰ کو اپنا آقا مانے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیے ہوئے اطاعت کے عہد کو کبھی نہ توڑے۔

(iv)جو یہ جان لے کہ ایک عظیم فریضے کے لیے مجھے منتخب کیا گیا ہے اور خصوصی طور پر یہ اعزاز دیا گیا ہے۔(v)جو قوت اور ثابت قدمی سے اللہ تعالیٰ کے دین کی مدافعت کرے۔(vi)جو حاسدوں اور مکاروں کی سازشوں میں چوکنا رہے۔

(8)﴿وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے'' اس کے فضل کی وسعت بیان نہیں کی جا سکتی۔ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال بھی نہیں آ سکتا۔ اس کا فضل اور احسان وہاں تک پہنچتا ہے جہاں تک اس کا علم پہنچتا ہے جو ہر شے کو محیط ہے۔

﴿وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ

''اور اہل کتاب میں سے ایسے بھی ہیں کہ آپ اگر اس کو ایک خزانے کا امین بنا دو تو بھی وہ اس کو ادا کر دے گا اور ان میں ایسے بھی ہیں کہ آپ اگر

تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ

اس کو ایک دینار بھی امانت دو وہ بھی آپ کو اس وقت تک ادا نہیں کرے گا مگر جب تک آپ ان کے سر پر کھڑے رہو، اس کی وجہ یہ ہے کہ یقیناً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾

انہوں نے کہا کہ ان پڑھوں کے بارے میں ہم پر کوئی راستہ نہیں اور وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کہتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں" (75)

سوال: قرآن مجید نے یہودیوں کے اخلاق پر کیسے روشنی ڈالی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَمِنْ ... يَعْلَمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) قرآن مجید نے یہودیوں کے اخلاق پر روشنی ڈالی ہے کہ ان کے اخلاق وآداب کے پیمانے مختلف تھے۔ ان میں سے کچھ لوگوں پر آپ اعتماد کر سکتے ہیں، مال کا ڈھیر بھی مل جائے تو وہ ادا کر دیں گے۔ ان کے بارے میں فرمایا گیا:

(2) ﴿وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ﴾ "اور اہل کتاب میں سے ایسے بھی ہیں کہ آپ اگر اس کو ایک خزانے کا امین بنا دو تو بھی وہ اس کو ادا کر دے گا" اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ یہودیوں میں بعض لوگ تو ایسے امانت دار ہیں کہ انہیں خزانہ بھی دے دیا جائے تو ادا کر دیں گے جیسے سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جن کو ایک قریشی نے بارہ سو اوقیہ سونا دیا تو انہوں نے واپس لوٹا دیا۔

(3) ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں کہ انہیں ایک دینار بھی دیا جائے تو اس وقت تک واپس نہیں کریں گے جب تک ان کے سر پر کھڑا نہ ہوا جائے۔

(4) ان کے بارے میں فرمایا گیا: ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا﴾ "اور ان میں ایسے بھی ہیں کہ آپ اگر اس کو ایک دینار بھی امانت دو وہ بھی آپ کو اس وقت تک ادا نہیں کرے گا مگر جب تک آپ ان کے سر پر کھڑے رہو" اور اہل کتاب میں سے ایسے بھی ہیں کہ امانت میں خیانت کرتے ہیں۔ اگر آپ اس کو قلیل چیز بھی دو تو وہ آپ کو اس وقت تک ادا نہیں کرے گا جب تک آپ اس کے سر پر کھڑے ہو کر اس سے مطالبہ نہ کرو۔ ان لوگوں میں کعب بن اشرف بھی شامل تھا۔ (تفسیر مراغی: 529/1)

(5) وہ غیر یہودیوں (عربوں) کے مال تلف کرنے، ناجائز ہڑپ کرنے میں حرج محسوس نہیں کرتے تھے کیونکہ ان کا کہنا یہ تھا کہ امانت و دیانت تو صرف ایک یہودی کے دوسرے یہودی کے درمیان معاملات کے لیے ہے۔ جیسا کہ آیت میں فرمایا گیا:

(6) ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ﴾ "اس کی وجہ یہ ہے کہ یقیناً انہوں نے کہا کہ ان پڑھوں کے بارے میں ہم پر کوئی راستہ نہیں" تالمود میں کہا گیا ہے کہ اگر اسرائیلی کا بیل کسی غیر اسرائیلی کے بیل کو زخمی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کردے تو اس پر کوئی تاوان نہیں۔ مگر غیر اسرائیلی کا بیل اگر اسرائیلی کے بیل کو زخمی کردے تو اس پر تاوان ہے۔ نیز اگر کسی کو کوئی گری پڑی چیز ملے تو اسے دیکھنا چاہیے کہ گردوپیش آبادی کن لوگوں کی ہے۔ اگر اسرائیلیوں کی ہو تو اسے اعلان کرنا چاہیے اور اگر غیر اسرائیلیوں کی ہو تو اسے بلا اعلان وہ چیز رکھ لینی چاہیے۔ (تیسیر القرآن:1/280,281)

(7) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے لوگ مسئلہ پوچھتے تھے کہ ذمی یا کفار کی مرغی، بکری وغیرہ کبھی غزوے کی حالت میں ہمیں مل جاتی ہے تو ہم تو سمجھتے ہیں کہ اسے لینے میں کوئی حرج نہیں، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ٹھیک یہی اہل کتاب بھی کہتے تھے کہ امیوں کا مال لینے میں کوئی حرج نہیں، سنو جب وہ جزیہ ادا کر رہے ہیں تو ان کا کوئی مال تم پر حلال نہیں، ہاں وہ اپنی خوشی سے دے دیں تو اور بات ہے۔'' (عبدالرزاق)

(8) یہودی اپنے سارے اعمال کے لیے اللہ تعالیٰ کو ذمہ دار ٹھہراتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کسی فحش بات کا حکم نہیں دیتا۔ ان کے بارے میں آیت میں فرمایا گیا: ﴿وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کہتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں'' وہ جانتے ہیں کہ یہ بات انہوں نے خود گھڑی ہے، اس گمراہی کو اختیار کر کے یہ بہتان طرازی کر رہے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو ناحق مال کھانے کو حرام قرار دیا ہے مگر اس کا کیا کیا جائے کہ یہود ایک بہتان طراز قوم ہے۔ (المصباح المنیر:1/639)

(9) اس طرح وہ دو گناہوں کے مرتکب ہوئے: حرام کھانا اور حرام خوری کو حلال سمجھنا۔ یہ عقیدہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے کے مترادف ہے۔ جو عالم حرام اشیاء کو حلال کہتا ہے وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا حکم سناتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کا وہ حکم نہیں ہوتا، اسی کو جھوٹ کہتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:1/383)

﴿بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ﴾

''کیوں نہیں؟ جو بھی اپنا عہد پورا کرے اور (اللہ تعالیٰ سے) ڈرے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ڈرنے والوں سے محبت کرتا ہے'' (76)

سوال: اللہ تعالیٰ کا محبوب کون ہے، اس کی وضاحت ﴿بَلٰى ... يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى﴾ ''کیوں نہیں جو بھی اپنا عہد پورا کرے اور (اللہ تعالیٰ سے) ڈرے'' یعنی وہی اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے جو عہد پورا کرے، اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے بچتا رہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے۔ (مختصر ابن کثیر:1/233)

(2) عہد پورا کرنے سے یہاں مراد نبی ﷺ پر ایمان لانے کے لئے وہ عہد ہے جو ہر نبی کے واسطے سے ان کی امتوں

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سے لیا گیا۔(3)اس عہد سے مراد وہ وعدہ ہے جو بندے اور رب کے درمیان ہے۔

(4)اس میں اللہ تعالیٰ کے وہ تمام حقوق شامل ہیں جو اس نے بندے پر واجب کیے ہیں۔

(5)اس عہد میں وہ وعدہ بھی شامل ہے جو بندے کا دوسرے بندوں سے ہوتا ہے۔

(6)اپنے عہد کو وہ پورا کر سکتا ہے جو خدا خوفی رکھتا ہو۔

(7)﴿فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ﴾ ''تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ڈرنے والوں سے محبت کرتا ہے'' جو شخص حقوق اللہ اور حقوق العباد سے متعلق سب گناہوں سے بچتا ہے وہ متقی ہے جس سے اللہ تعالیٰ محبت رکھتا ہے خواہ وہ ''عرب ان پڑھ لوگوں'' میں سے ہو یا دوسروں میں سے ہو۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ

''یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے تھوڑی قیمت لیتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا

فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۪

اور اللہ تعالیٰ نہ ان سے بات کرے گا اور نہ ہی قیامت کے دن ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ہی ان کو پاک کرے گا

وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾

اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا'' (77)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: (1) سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ ایک شخص مال بیچنے کے لیے کھڑا ہوا اور اس نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھا لی کہ میں نے اس کے عوض اتنا اتنا مال دیا ہے (اور یہ جھوٹ تھا کیونکہ اس نے اتنا مال نہیں دیا تھا جتنا اس نے بتایا۔ تاجروں کی عادت ہوتی ہے کہ زیادہ نفع کمانے کے لیے گاہک کے سامنے جھوٹی قسم کھا جاتے ہیں کہ میں نے تو خود اتنے میں خریدا ہے) اس پر آیت ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾ ''یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے تھوڑی قیمت لیتے ہیں'' نازل ہوئی۔ (بخاری: 4551)

(2) اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ آیت میرے حق میں اتری۔ میرے چچازاد بھائی کی زمین میں میرا کنواں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ''گواہ لاؤ ورنہ اس سے قسم لے لو۔'' میں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ تو قسم کھا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائے گا'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص کسی مسلمان کا مال مار لینے کی نیت سے خواہ مخواہ جھوٹی قسم کھائے تو جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملے گا تو اس وقت اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوگا۔ (بخاری:4550)

سوال 2: عہد کی خلاف ورزی کرنے والوں کو کیا وعید دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ ... اَلِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اس آیت میں عہد کی خلاف ورزی کرنے والوں کو وعید دی گئی ہے کہ: (i) ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ (ii) اللہ تعالیٰ ان سے کلام نہیں کرے گا۔ (iii) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کی طرف نہیں دیکھے گا۔ (iv) اللہ تعالیٰ انہیں گناہوں سے پاک نہیں کرے گا۔

(2) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا﴾ ''یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے تھوڑی قیمت لیتے ہیں'' اللہ تعالیٰ کے عہد سے مراد اس کی فرماں برداری اور تمام ذمہ داریوں کی ادائیگی ہے۔

(3) اطاعت ایک عہد ہے جو ایمان لانے والے اپنے رب سے کرتے ہیں۔

(4) جو لوگ دنیا کے فائدوں، مصلحتوں اور مفادات کے لئے اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری سے رک جائیں اور مصلحت کا شکار ہو جائیں وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے تھوڑی قیمت لیتے ہیں۔

(5) تھوڑی قیمت سے مراد دنیا کے فائدے ہیں جو آخرت کے مقابلے میں بہت تھوڑے ہیں۔

(6) ایفائے عہد کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا خوف ہے جو وعدے پورے کرواتا ہے۔ ایفائے عہد مصلحتوں کی بنیاد پر نہیں ہوتا۔

(7) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا تھا کہ وہ محمد ﷺ کی اتباع کریں گے، لوگوں کے سامنے آپ کی صفت کو ذکر اور آپ کی شان کو بیان کریں گے مگر انہوں نے اس عہد اور اپنی جھوٹی قسموں کے عوض تھوڑی سی قیمت حاصل کر لی۔ (المصباح المنیر:640/1)

(8) ﴿اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ﴾ ''یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا'' یعنی وہاں انہیں کوئی خیر اور بھلائی حاصل نہیں ہوگی۔ (تفسیر سعدی:384/1) آخرت کی خیر اور بھلائیوں، جنت کی نعمتوں میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ (ایسر التفاسیر:183)

(9) ﴿وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نہ ان سے بات کرے گا'' اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان سے اس لیے بات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں کرے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہوگا کیونکہ انہوں نے رب کی رضا سے خواہش نفس کو مقدم سمجھا ہے۔

(10) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کوئی مال حاصل کرنے کے لیے جھوٹی قسم کھائی وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوگا۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کے اس فرمان کی تصدیق میں یہ آیت نازل کی: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ﴾ ''بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت پر بیچتے ہیں، یہ وہی لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔'' آخر آیت تک۔ (صحیح بخاری:4549)

(11) ﴿وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ ''اور نہ ہی قیامت کے دن ان کی طرف دیکھے گا'' اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہوگا اس لیے قیامت کے دن ان کی طرف نہیں دیکھے گا۔

(12) ﴿وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''اور نہ ہی ان کو پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا'' اللہ تعالیٰ انہیں ان کے گناہوں سے پاک نہیں کرے گا نہ ان کے عیب زائل کرے گا۔

(13) بدبختی کے گھر میں ان کے لیے ہمیشہ قائم رہنے والا عذاب ہے۔ (ایسر التفاسیر:184)

(14) جس سے دلوں کو بھی تکلیف ہوگی اور بدنوں کو بھی وہ ہے ناراضی کا عذاب، دیدار الٰہی سے محرومی کا عذاب اور جہنم کا عذاب۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ (تفسیر سعدی:384/1)

(15) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''تین آدمی ایسے ہیں کہ جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات نہیں کرے گا اور نہ ہی ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا اور نہ انہیں گناہوں سے پاک وصاف کرے گا (معاف کرے گا) اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔'' سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے تین بار یہ فرمایا۔ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ لوگ تو سخت نقصان اور خسارے میں ہوں گے، یہ کون لوگ ہیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والا اور دے کر احسان جتلانے والا اور جھوٹی قسم کھا کر سامان بیچنے والا۔'' (صحیح مسلم:293)

﴿وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ

''اور بلاشبہ ان میں یقیناً ایک گروہ ہے جو کتاب پڑھتے ہوئے اپنی زبانوں کو مروڑتے ہیں تاکہ تم اسے بھی کتاب ہی سمجھو

الْكِتٰبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ

حالانکہ وہ کتاب میں سے نہیں ہے اور وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے نہیں اور وہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

﴿الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾

اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کہتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں" (78)

سوال 1: یہودیوں کا ایک گروہ زبانوں کو مروڑ کر کلام اللہ میں تحریف کرتا تھا، ان کے رویے کی وضاحت ﴿وَاِنَّ۔۔۔ يَعْلَمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا﴾ "اور بلاشبہ ان میں یقیناً ایک گروہ ہے" ایک گروہ سے مراد یہود کا گروہ ہے جو مدینہ میں نبی ﷺ کے معاصرین تھے۔ وہ زبانیں مروڑ کر اللہ تعالیٰ کے کلام میں تحریف کرتے تھے۔

(2) کعب بن اشرف، مالک بن صیف اور ان کی طرح کے لوگ تھے۔ (تفسیر مراغی: 533,532/1)

(3) ﴿يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ﴾ "وہ کتاب پڑھتے ہوئے اپنی زبانوں کو مروڑتے ہیں" مجاہد کا قول ہے کہ وہ تحریف کرتے ہیں۔ (جامع البیان: 349/3)

(4) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس سے مراد یہودی ہیں جو کتاب میں وہ اضافہ کرتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے نازل نہیں کیا۔ (فتح القدیر: 451,450/1)

(5) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آیت ﴿يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ﴾ (النساء: 46) اس کا معنی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ لفظوں کو اپنی جگہوں سے ہٹا دیتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں سے کوئی لفظ بالکل نکال ڈالنا یہ کسی سے نہیں ہوسکتا، مگر اس میں تحریف کرتے ہیں، یعنی ایسے معانی بیان کرتے ہیں جو اس کے اصل معانی نہیں ہیں۔ (بخاری قبل الحدیث: 7553)

(6) اس میں لفظی تحریف بھی شامل ہے اور معنوی تحریف بھی۔

(7) ﴿لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ﴾ "تاکہ تم اسے بھی کتاب ہی سمجھو حالانکہ وہ کتاب میں سے نہیں ہے" یعنی وہ اپنی زبانوں کو مروڑ کر یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب سے یہی مراد ہے حالانکہ حقیقت میں وہ مراد نہیں ہوتی۔ انہوں نے وہ بات سمجھائی جو کتاب سے مراد نہیں۔

(8) ﴿وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ﴾ "اور وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے نہیں" جو لفظ حق معنی پر دلالت کرتا ہے اس سے وہ باطل معنی مراد لیتے ہیں حالانکہ وہ حقیقت سے باخبر ہوتے ہیں۔

(9) ﴿وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾ "اور وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کہتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہودی اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہیں کیونکہ صحیح مفہوم کی نفی کرتے ہیں اور غلط مفہوم کا اثبات کرتے ہیں۔

(10) وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہیں، یہ علم کے بغیر اللہ تعالیٰ پر بات کرنے سے زیادہ بڑا جرم ہے۔

سوال 2: دین میں ملاوٹ کیسے ہوتی ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کی تعلیمات کو خود ساختہ معنی پہنا کر۔

(2) دینی تعلیمات کو اپنے رویے کے مطابق ڈھال کر۔ (i) کبھی الفاظ بدل کر (زبان کے ہیر پھیر سے)

(ii) کبھی الفاظ کا مفہوم بدل کر۔

(3) اپنے آپ کو بدلنے کی بجائے کتاب بدل کر۔

(4) جو چیز کتاب الٰہی میں نہیں اس کو عین کتاب الٰہی بنا کر دین میں ملاوٹ ہوتی ہے۔

﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا

''کسی انسان کا یہ حق نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے کتاب وحکمت اور نبوت دے پھر وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر

عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ

میرے بندے بن جاؤ، بلکہ رب والے ہو جاؤ اس وجہ سے جو تم کتاب سکھاتے تھے

وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ﴾

اور اس وجہ سے جو تم پڑھتے تھے'' (79)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ علمائے یہود اور نجران کے نصاریٰ رسول اللہ ﷺ کے پاس جمع ہوئے اور آپ نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو ابو رافع قرظی نے کہا: اے محمد! کیا تم چاہتے ہو کہ ہم تمہاری عبادت کریں جس طرح نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت کرتے ہیں؟ تو ایک نصرانی نے بھی کہا: اے محمد! کیا تم واقعی ہم سے یہ چاہتے ہو؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''غیر اللہ کی عبادت کرنے یا اس کا حکم دینے سے ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس لئے نہیں بھیجا ہے اور نہ ہی اس کا حکم دیا ہے۔'' تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی)

سوال 2: کوئی نبی اپنی یا غیر اللہ کی عبادت کی دعوت نہیں دیتا، اس کی وضاحت ﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ ... تَدْرُسُوْنَ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ﴾ ''کسی انسان کا یہ حق نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے کتاب وحکمت اور نبوت دے'' اس سے مراد ہے کہ کسی انسان کے لائق نہیں جسے اللہ تعالیٰ کتاب، حکم اور نبوت دے پھر وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ۔

(2) الکتاب سے مراد اللہ تعالیٰ کی لکھی ہوئی وحی ہے۔ والحکم سے مراد حکمت یعنی دین کی سمجھ اور شریعت کے اسرار ہیں۔

(3) نبوت سے مراد اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے کو غیب کی خبریں دینے اور وحی سے کلام کرنے کا عطا کردہ شرف ہے۔

(ایسر التفاسیر:185,184)

(4) ''الحکم'' سے مراد حکمت ہے اور وہ شریعت کی سمجھ اور فہم قرآن ہے جس پر عمل کرنا واجب ہے۔ (تفسیر منیر:298/2)

(5)﴿ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ''پھر وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ'' جس پر اللہ تعالیٰ کتاب نازل کرے، اسے علم سکھائے اور مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجے، اس کے لیے ناممکن ہے کہ وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ۔ ایسی بات کا کسی نبی کی زبان سے ادا ہونا سب سے محال ہے۔ انبیائے کرام اعلیٰ کاموں کا حکم دیتے ہیں اور برے کاموں سے منع کرتے ہیں۔

(6) سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ جو پہلے عیسائی تھے، نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ ہم نے اپنے علماء ومشائخ کو رب تو نہیں بنا رکھا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا یہ بات نہ تھی کہ جس چیز کو وہ حلال کہتے تم اسے حلال اور جسے وہ حرام کہتے تم اسے حرام تسلیم کرتے تھے؟'' عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ہاں یہ بات تو تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہی رب بنانا ہوتا ہے۔''

(تیسیر القرآن:283/1)

(7)﴿وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ﴾ ''بلکہ رب والے ہو جاؤ'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: رب والے سے مراد حلماء، علماء، حکماء ہیں۔ (تفسیر سفیان الثوری:78)

(8) ربانی کا مطلب یہ ہے کہ وہ عالم ہوں، دانا ہوں، حلم اور بردباری سے موصوف ہوں، لوگوں کو تعلیم دیں اور ان کی تربیت کریں، پہلے علم کے چھوٹے (اور آسان) مسئلے بتائیں۔ پھر بڑے (اور پیچیدہ) مسائل سمجھائیں، خود بھی عمل کریں۔ چنانچہ وہ علم وعمل کا حکم دیتے ہیں جس پر سعادت کا دارومدار ہے، جس میں کوئی چیز چھوٹ جائے تو نقص وخلل پیدا ہو جاتا ہے۔ (تفسیر سعدی:386/1)

(9) نبی اسلام لا کر کفر کا حکم کیسے دے سکتا ہے۔ تمام انبیاء یہ دعوت دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی شریک نہیں۔ وہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رب ہے، ہم سب اس کے بندے ہیں اور سب اسی کی اطاعت اور بندگی بجالائیں۔

(10) کوئی نبی لوگوں کو ہدایت دینے کے بعد گمراہ نہیں کرسکتا۔ کوئی نبی یہ نہیں کہہ سکتا کہ نبیوں اور فرشتوں کو رب بنالو۔

(11) نبی اسلام کے راہ نما ہوتے ہیں۔ اسلام سے نکالنے کے لیے راہ نما نہیں بنتے لہٰذا یہ دعویٰ کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام الٰہ ہیں بے بنیاد ہے۔

(12) ﴿بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ﴾ ''اس وجہ سے جو تم کتاب سکھاتے تھے اور اس وجہ سے جو تم پڑھتے تھے'' تم ربانی بن جاؤ اس سبب سے کہ تم دوسروں کو تعلیم دیتے ہو۔ اس میں یہ بات بھی آجاتی ہے کہ تم خود اہل علم ہو۔ تم اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول کی سنت پڑھتے ہو۔ اس کے پڑھنے پڑھانے سے علم پختہ ہوتا ہے اور باقی رہتا ہے۔

سوال 3: ربانی تعلیم کی کیا پہچان ہے؟

جواب: (1) ربانی تعلیم کی پہچان یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اس سے ملائے۔

(2) وہ تعلیم لوگوں کے اندر اللہ تعالیٰ کے خوف اور محبت کے جذبات پیدا کرے۔

(3) وہ تعلیم جو انسانوں کا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف موڑ دے۔

سوال 4: کون سی تعلیم ربانی نہیں ہے؟

جواب: (1) جو تعلیم خدا پرستی کے علاوہ کسی اور ذات کی طرف رخ موڑنے والی ہو۔ (2) جو تعلیم شخصیت پرستی پیدا کرے۔

(3) جو انسانی جذبات کا مرکز غیر اللہ کو بناتی ہو وہ باطل ہے چاہے اس پر حق کا لیبل لگا ہوا ہو۔

(4) نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَّا يَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَّا يَخْشَعُ﴾ ''اے اللہ میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں ایسے علم سے جو نفع نہ پہنچائے اور ایسے دل سے جو اللہ تعالیٰ کے لئے نہ جھکے۔'' (صحیح مسلم: 6906)

سوال 5: ربانی تعلیم کا تقاضا کیا ہے؟

جواب: (1) یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ علم صحیح اور اس کی سمجھ اور اسرار شریعت کا فہم، عمل اور اطاعت کا تقاضا کرتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی جتنی معرفت رکھتا ہے اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پابندی کرتا ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ کتاب وحکمت اور نبوت دے تو وہ سب لوگوں سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کو جاننے والا ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے وہ سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پابندی کرتا ہے۔ یہی ربانی تعلیم کا تقاضا ہے۔

(2) جو شرعی علوم کا علم حاصل کرتا ہے اور اس پر عمل کرنا ترک کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا اعتبار ختم ہو جاتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کا علم اس کے لیے وبال، اس کی ہلاکت، فساد اور اس کی گمراہی کی دلیل بن جاتا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ کا قرب عمل کے بغیر ممکن نہیں۔ جس علم کے مطابق عمل نہیں کیا جاتا وہ علم صحیح نہیں رہتا۔ کفر اسلام کے منافی ہے اور اسلام دین فطرت ہے جو سارے انبیاء کا دین ہے۔ (تفسیر منیر:300/2)

﴿وَلَا يَأْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ۭ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ

''اور نہ ہی وہ تمہیں یہ حکم دے گا کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو رب بناؤ، کیا وہ تمہیں کفر کا حکم دے گا، اس کے بعد کہ

ع 8 16

اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾

تم فرماں بردار ہو'' (80)

سوال: کوئی نبی فرشتوں اور نبیوں کو رب بنانے کی دعوت نہیں دیتا، اس کی وضاحت ﴿وَلَا ... مُّسْلِمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا يَأْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا﴾ ''اور نہ ہی وہ تمہیں یہ حکم دے گا کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو رب بناؤ'' کوئی نبی فرشتوں اور نبیوں کو رب بنانے کی دعوت نہیں دیتا۔

(2) ﴿اَرْبَابًا﴾ رب کی جمع ہے۔ جس کے معنی سید، معبود ہیں۔

(3) فرشتوں اور نبیوں کو رب بنانے سے مراد ہے نبیوں اور فرشتوں کو رب والی صفات کا حامل سمجھنا، ان کو نفع و نقصان کا مالک سمجھنا، ان کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھنا اور اس کائنات کا نظام چلانے میں ان کے حصے کو تسلیم کرنا۔

(4) اس سے مراد یہ ہے کہ وہ تمہیں نہ اپنی ذات کی عبادت کا حکم دے گا نہ کسی بھی دوسری مخلوق کی عبادت کا حکم دے گا خواہ وہ فرشتے ہوں یا انبیاء یا کوئی اور۔ (تفسیر سعدی:386/1)

(5) ﴿اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ ''کیا وہ تمہیں کفر کا حکم دے گا، اس کے بعد کہ تم فرماں بردار ہو'' یہاں کفر سے مراد اسلام کو رد کرنا ہے۔

(6) کسی نبی سے ایسی بات کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ تمہیں کفر کا حکم دے۔ جو شخص کسی نبی کی طرف ایسی بات منسوب کرتا ہے وہ بڑے گناہ کا بلکہ کفر کا ارتکاب کرتا ہے۔

(7) انبیاء ایمان ہی کے داعی ہیں اور ایمان ایک ہی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَآ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ ''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر ہم اس کی طرف وحی کرتے رہے کہ بلاشبہ میرے سوا کوئی معبود نہیں چنانچہ تم میری ہی عبادت کرو۔'' (الانبیاء:25)

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ہر اُمت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو۔'' (النحل:36)

﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ

''اور جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے پختہ عہد لیا کہ یقیناً جو میں تمہیں کتاب اور حکمت میں سے عطا کروں گا، پھر تمہارے پاس

رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ

ایک رسول آجائے جو تصدیق کرنے والا ہو اس کے لیے جو تمہارے پاس ہے تو لازماً تم اس پر ایمان لاؤ گے اور تم ضرور اس کی مدد کرو گے۔

قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''کیا تم اقرار کرتے ہو اور اس پر میرا عہد قبول کرتے ہو؟'' انہوں نے کہا: ''ہم نے اقرار کیا'' فرمایا: ''پھر گواہ رہو

وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ﴾

اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں'' (81)

سوال 1: اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے کون سا عہد لیا تھا، اس کی وضاحت ﴿وَاِذْ ... الشّٰهِدِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ﴾ ''اور جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے پختہ عہد لیا کہ یقیناً جو میں تمہیں کتاب اور حکمت میں سے عطا کروں گا، پھر تمہارے پاس ایک رسول آجائے جو تصدیق کرنے والا ہو اس کے لیے جو تمہارے پاس ہے تو لازماً تم اس پر ایمان لاؤ گے اور تم ضرور اس کی مدد کرو گے'' اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے یہ عہد لیا تھا کہ جس رسول کو بھی کتاب اور حکمت دی جائے گی اس کا یہ فرض ہوگا کہ بعد میں آنے والے رسول کی تائید کرے۔

(2) بعد میں آنے والے رسول کی تائید کے لیے شرط یہ ہوگی کہ وہ رسول خود اس کی تعلیمات کی تائید و توثیق کر رہا ہو۔

(3) تمام رسول اپنے بعد میں آنے والے رسول کی شریعت کی اطاعت کریں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4) تمام رسول اپنے بعد میں آنے والے رسول کی مدد کریں گے۔

(5) اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء پر واجب کیا ہے کہ ایک دوسرے پر ایمان لائیں اور ایک دوسرے کی تصدیق کریں کیونکہ ان کے پاس جو بھی احکام آئے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی ہر چیز پر ایمان لانا اور اس کی تصدیق کرنا ضروری ہے۔ وہ سب ایک اکائی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ چونکہ محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں لہٰذا تمام انبیائے کرام پر واجب ہے کہ جس نبی کو بھی آپ ﷺ کا زمانہ ملے وہ آپ ﷺ پر ایمان لائے، آپ کی پیروی کرے اور آپ کی مدد کرے کیونکہ آپ ان کے امام، پیشوا اور متبوع ہیں۔

(6) یہ آیت کریمہ نبی ﷺ کے بلند مرتبے اور عظمت شان کی سب سے بڑی دلیل ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ تمام انبیاء سے افضل اور ان کے سردار ہیں۔ (تفسیر سعدی: 387/1)

(7) اب قیامت تک نبی ﷺ کی اتباع واجب ہے اور نجات صرف رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے ساتھ متعلق ہے۔ اب کسی اور پیغمبر کی اطاعت نہیں ہو سکتی تو کسی اور کی ذات کیسے اطاعت کی مستحق ہو سکتی ہے۔

(8) احادیث صحیحہ سے یہ بات واضح ہے کہ آپ ﷺ کے بعد تا قیامت کوئی نبی نہیں آئے گا۔ البتہ قیامت کے قریب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ضرور نازل ہوں گے مگر اس وقت ان کی حیثیت آپ ﷺ کے متبع کی ہوگی یعنی وہ شریعت محمدیہ کی اتباع کریں گے۔ (تیسیر القرآن: 283/1)

(9) ﴿لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ﴾ ''تو لازماً تم اس پر ایمان لاؤ گے'' یعنی اس کی رسالت کی تصدیق کرو گے۔

(10) ﴿وَلَتَنْصُرُنَّهٗ﴾ ''اور تم ضرور اس کی مدد کرو گے'' پیغمبر کی مدد کرنے سے مراد پیغمبر کا ساتھ دینا، اس کے ساتھ تعصب نہ برتنا، اپنے آپ کو دین کا اجارہ دار نہ سمجھنا، حق کی مخالفت نہ کرنا اور اس کے جھنڈے تلے جمع ہو جانا ہے۔

(11) ﴿قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''کیا تم اقرار کرتے ہو اور اس پر میرا عہد قبول کرتے ہو؟'' تمام انبیاء سے یہ عہد لیا گیا تھا کہ تمہیں بعد میں آنے والے پیغمبر پر ایمان لانا ہوگا، اس کی شریعت کی اطاعت کرنی ہوگی اور اس رسول کی مدد کرنا ہوگی۔ یہاں اس عہد کا اللہ تعالیٰ نے اقرار کروایا ہے کہ اس پر میرا عہد قبول کرتے ہو؟

(12) ﴿قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا﴾ ''انہوں نے کہا: ''ہم نے اقرار کیا'' اللہ تعالیٰ نے عہد کی بھاری ذمہ داری کو قبول کروایا تو انہوں نے کہا: ''ہم نے اقرار کیا'' سب رسولوں نے اس عہد کی ذمہ داری کو قبول فرمایا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(13)﴿قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''پھر گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں'' اس معاہدے پر اللہ تعالیٰ خود گواہ بنے ہیں۔

سوال 2: انبیاء سے لیا گیا عہد دین کا کیسا تصور پیش کرتا ہے؟

جواب: (1) تمام انبیاء اللہ تعالیٰ کے آگے جھکے ہوئے ہیں۔ (2) تمام انبیاء ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔

(3) تمام انبیاء ایک دوسرے پر تکیہ کیے ہوئے ہیں۔ (4) تمام انبیاء اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے پابند ہیں۔

(5) دین ایک ہے۔ (6) ساری انسانیت کو اسی ایک دین پر چلایا جائے گا جس میں کوئی تبدیلی نہیں۔

(7) اس دین کو پہنچانے اور اس کو عملی نظام بنانے کے پیچھے انبیاء کا کوئی ذاتی مقصد نہیں ہوتا، نہ کسی ذاتی خواہش کا دخل ہوتا ہے، نہ انبیاء ذاتی عزت کے لیے کام کرتے ہیں۔

(8) اللہ تعالیٰ کی ذات نے مختلف ادوار میں مختلف نسلوں کی طرف دین کو پہنچایا ہے۔

سوال 3: دین کے اس تصور اور انبیاء سے لیے جانے والے عہد کا کیا نتیجہ سامنے آتا ہے؟

جواب: (1) دین کے اس تصور اور انبیاء سے لیے جانے والے عہد کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کا دین خالص ہو جاتا ہے۔

(2) اس میں کوئی ذاتی تعصب نہیں ہوتا۔ (3) رسول کی ذات بھی اس پر اثر انداز نہیں ہوتی۔

(4) رسول کی قوم کا اس دین پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

(5) رسول کے ماننے والوں اور ان کے خاندانوں کے چھپے ہوئے اثرات سے بھی دین پاک رہتا ہے۔

(6) کسی شخصیت کا بھی اس دین پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

(7) اللہ تعالیٰ بھی ایک، دین بھی ایک اور انبیاء کا سلسلہ بھی ایک ہو جاتا ہے۔

سوال 4: آج ہم رسولوں سے لیے جانے والے عہد سے وفاداری کیسے کر سکتے ہیں؟

جواب: (1) دین کی سمجھ بوجھ پیدا کر کے اور دین پر ایمان لا کر عہد وفا کر سکتے ہیں۔ (2) رسولوں پر ایمان لا کر۔

(3) رسولوں کی پیروی کر کے۔ (4) رسولوں کی مدد کر کے۔ (5) اسلامی نظام قائم کر کے۔

(6) تمام دوسرے نظاموں کا مقابلہ کر کے عہد وفا کر سکتے ہیں۔

﴿فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾

''پھر اس کے بعد جس شخص نے منہ موڑا تو وہی لوگ نافرمان ہیں'' (82)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال1: رسول کی اطاعت سے کون منہ موڑ سکتا ہے، اس کی وضاحت ﴿فَمَن...الْفٰسِقُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَمَن تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ﴾ ''پھر اس کے بعد جس شخص نے منہ موڑا'' رسول کی اطاعت سے صرف وہی منہ موڑ سکتا ہے جو فاسق ہو۔ وہ اللہ تعالیٰ کے عہد کو توڑنے والا ہے۔ وہی اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے۔ وہی زمین میں فساد پھیلانے والا ہے۔

(2) ﴿فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ ''تو وہی لوگ نافرمان ہیں'' جو انبیائے کرام کا پیروکار ہے، یہودی ہو یا عیسائی یا کوئی اور اگر وہ محمد ﷺ پر ایمان نہیں لایا تو وہ اللہ تعالیٰ کے اس پختہ عہد کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔ اس عہد شکنی کی سزا کے طور پر جہنم میں ہمیشہ رہنے کا مستحق ہو گیا ہے کیونکہ وہ نافرمان ہے۔

سوال2: اہل کتاب نے رسول اللہ ﷺ کی پیروی سے منہ کیوں موڑا؟

جواب: (1) اہل کتاب نے رسول اللہ ﷺ کی پیروی سے تعصب کی وجہ سے منہ موڑا حالانکہ وہ دین جو ان اہل کتاب تک پہنچا رسولوں کے توسط سے پہنچا ہے۔ اس میں انہوں نے پختہ عہد کیا تھا کہ نبی ﷺ پر ایمان لائیں گے اور ان کی مدد کریں گے۔

(2) اہل کتاب کہتے تھے ہم اپنے دین کی وجہ سے ایمان نہیں لاتے حالانکہ ان کے دین کا تقاضا یہ ہے کہ وہ نبی ﷺ پر ایمان لائیں۔

﴿اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ﴾

''کیا وہ اللہ تعالیٰ کے دین کے سوا کسی اور کو تلاش کرتے ہیں؟ حالانکہ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز خوشی یا ناخوشی سے اس کی فرماں برداری کرتی ہے اور اسی کی طرف وہ لوٹائے جائیں گے'' (83)

سوال1: اللہ تعالیٰ کا دین اسلام ہے، اس کی وضاحت ﴿اَفَغَيْرَ...يُرْجَعُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ﴾ ''کیا وہ اللہ تعالیٰ کے دین کے سوا کسی اور کو تلاش کرتے ہیں؟'' اس آیت میں اس کی مذمت ہے جو اللہ تعالیٰ کا دین چھوڑ کر کوئی اور دین ڈھونڈھے۔ اللہ تعالیٰ کا دین توحید ہے اور اللہ تعالیٰ شرک سے بیزار ہے۔ (السراج المنیر: 236/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)﴿وَلَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا﴾ ''حالانکہ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز خوشی یا ناخوشی سے اس کی فرماں برداری کرتی ہے'' اس کائنات کی زندہ اور غیر جان دار اشیاء اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکی ہوئی ہیں۔ ہر ایک اللہ تعالیٰ کے قانون میں بندھا ہوا ہے۔ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ﴾ ''اور آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوق خوشی سے یا ناخوشی سے اللہ تعالیٰ ہی کے لیے سجدہ کرتی ہے اور صبح وشام اُن کے سائے بھی۔'' (الرعد:15)

(3) مومن خوشی سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں جب کہ کچھ مجبوراً اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار ہیں، اس میں باقی تمام مخلوقات شامل ہیں۔ (4) کافر بھی اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر کو تسلیم کرنے پر مجبور ہیں، اس سے نکل نہیں سکتے۔

(5) ''حالانکہ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز خوشی یا ناخوشی سے اس کی فرماں برداری کرتی ہے'' اس سے انسان کو اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ ساری کائنات رب کے آگے جھکی ہوئی ہے اور تمہاری فطرت بھی یہی چاہتی ہے کہ تم رب کے آگے جھک جاؤ تو اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار بن جاؤ۔

(6) انسان کو اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ اگر اسلام کے خلاف راستہ اختیار کرو گے تو فطرت کے خلاف راستہ اختیار کرو گے، اپنی طبیعت اور مزاج کے خلاف راستہ اختیار کرو گے۔ اس لیے اپنے خلاف نہ چلو۔ اگر اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور دین اختیار کیا تو تباہ ہو جاؤ گے، راستہ گم کر بیٹھو گے اور اپنی شخصیت ہی گم کر بیٹھو گے۔ اگر اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور دین اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ کی پہچان گم کر دو گے جس کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

(7)﴿وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ﴾ ''اور اسی کی طرف وہ لوٹائے جائیں گے'' اس سے دو چیزیں سامنے آتی ہیں:

(i) عمومی۔ سب نے اس کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔

(ii) خصوصی۔ انسانیت نے لوٹ کر اللہ تعالیٰ کے نظام کی طرف ہی جانا ہے۔

(iii) تمام مخلوق اسی کے پاس لوٹ کر جائے گی وہ سب کے درمیان فیصلہ کرے گا اور انہیں جزا وسزا دے گا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کے دین اور غیر اللہ کے نظامات میں کیا بنیادی فرق ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کے دین اور غیر اللہ کے نظامات میں بنیادی فرق ہے۔ اسلام اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا نظام ہے اور غیر اللہ کے نظامات خود ساختہ ہیں۔

(2) اسلام دین فطرت ہے جو انسانی فطرت کے عین مطابق ہے اور غیر اللہ کے نظامات فطری خلا پیدا کرتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3) اسلام فرد کی ذات، اجتماعی نظام، نظام زندگی اور کائنات کے ساتھ ہم آہنگی پیدا کرتا ہے اور غیر اللہ کے دیے ہوئے نظریات میں کہیں فرد کی ذات کو دبایا گیا تو کہیں اجتماعی نظام کو حاوی کیا گیا۔ غیر اللہ کے دیے ہوئے نظریات میں کائنات اور انسان کے نفس کے اندر جاری قوانین کی مخالفت ہے۔

(4) اسلامی نظام زندگی سے انسان کو راحت اور اطمینان ملتا ہے، غیر اللہ کے دیے ہوئے نظریات سے انسان بے چین اور پریشان رہتا ہے۔ وہ ذوق یقین سے محروم ہو جاتا ہے۔ اس کی زندگی برباد ہو جاتی ہے۔

(5) اللہ تعالیٰ کے دین کے سوا کسی اور دین کو تلاش کرنے کی خواہش نہ درست ہے نہ مناسب اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے دین سے بہتر کوئی دین نہیں۔

﴿قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ

"آپ کہہ دو کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس پر بھی جو ہمارے اوپر نازل کیا گیا اور اس پر بھی جو ابراہیم پر اور اسماعیل پر اور اسحاق

وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ

پر اور یعقوب پر اور ان کی اولاد پر نازل کیا گیا اور اس پر بھی جو موسیٰ کو، عیسیٰ کو اور تمام انبیاء کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۡ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ﴾

ہم ان میں سے کسی ایک کے درمیان بھی فرق نہیں کرتے اور ہم اسی کی اطاعت کرنے والے ہیں" (84)

سوال: رسول اللہ ﷺ اور مومنوں کو ایمان کا اعتراف کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿قُلْ... مُسْلِمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ﴾ "آپ کہہ دو کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے" اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد ﷺ! آپ اور جو مومن آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور الوہیت پر ایمان لائے ہیں کہہ دیں کہ ہم اپنے رب سبحانہ وتعالیٰ کی ربوبیت اور اس کے اسماء وصفات کا اعتراف کرتے ہیں۔ (تفسیر السعدی: 78/1)

(2) ﴿وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا﴾ "اور اس پر بھی جو ہمارے اوپر نازل کیا گیا" یعنی قرآن مجید پر ایمان لائے۔

(3) ﴿وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ﴾ "اور اس پر بھی جو ابراہیم پر اور اسماعیل پر اور اسحاق پر اور یعقوب پر نازل کیا گیا" جو تمام انبیاء کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا۔

(4) ﴿وَالْاَسْبَاطِ﴾ "اور ان کی اولاد پر" یعنی یعقوب اور ان کے بیٹوں اور پوتوں پر نازل کیا گیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5)﴿وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ﴾ ''اور اس پر بھی جو موسیٰ کو، عیسیٰ کو اور تمام انبیاء کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا'' یعنی تورات، زبور، انجیل اور جو تمام انبیاء پر رب کی طرف سے نازل کیا گیا۔

(6) پہلے یہ حکم دیا گیا کہ محمد ﷺ پر ایمان لائیں اور ان کی مدد کریں۔ یہاں یہ حکم دیا گیا کہ سب انبیاء پر، کتابوں پر اور اسلام پر ایمان لائیں جو سب انبیاء کا دین تھا۔

(7)﴿لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ﴾ ''ہم ان میں سے کسی ایک کے درمیان بھی فرق نہیں کرتے'' (i) انبیاء کے درمیان تفریق کرنے سے مراد ایک نبی کو ماننا اور باقیوں کو نہ ماننا ہے۔

(ii) انبیاء کے درمیان تفریق کرنے سے مراد ایک کی فضیلت ثابت کرنا اور باقیوں کو کم درجے کا ثابت کرنا ہے۔

(iii) انبیاء کے درمیان تفریق کرنے سے مراد کسی نبی کو سچا اور کسی کو جھوٹا سمجھنا ہے۔

(8) ''ہم ان میں سے کسی ایک کے درمیان بھی فرق نہیں کرتے'' ہم ان میں سے کسی ایک کے درمیان بھی تصدیق اور تکذیب کے اعتبار سے فرق نہیں کرتے۔ (تفسیر منیر: 309/2)

(9)﴿وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ﴾ ''اور ہم اسی کی اطاعت کرنے والے ہیں'' ہم اللہ تعالیٰ کے آگے سر تسلیم خم کرنے والے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پیروی کرتے ہیں۔ ہم اس کی مخلصانہ عبادت کرتے ہیں۔

﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾

''اور جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے گا تو اس سے وہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا'' (85)

سوال: اسلام کے علاوہ کوئی دین قابل قبول نہیں، اس حقیقت کی وضاحت ﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ ... مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ﴾ ''اور جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے گا تو اس سے وہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا'' اسلام کے علاوہ کوئی دین قابل قبول نہیں۔ جو شخص شہادتوں کے اقرار کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ہدایت اخذ نہیں کرتا، اس نظام کو قبول نہیں کرتا جو نبی ﷺ لے کر آئے ہیں، ان کی لائی ہوئی شریعت کو اپنی زندگی میں نافذ نہیں کرتا، اپنے سارے فیصلے اس کتاب کے مطابق نہیں کرتا اس کا پھر کوئی اور طریقہ قابل قبول نہیں ہوگا۔

(2) اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیے دین اسلام پسند کیا ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے اس پسندیدہ دین کے علاوہ کسی اور دین پر چلے گا اس کا عمل نا قابل قبول ہوگا کیونکہ دین اسلام میں اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت قبول کرنا اور رسولوں کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرماں برداری کرنا شامل ہے۔ جب تک یہ کام نہ کرے اس وقت تک اس نے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات دینے والا اور اللہ تعالیٰ کے ثواب کا باعث بننے والا عمل نہیں کیا اور اسلام کے سوا ہر مذہب باطل ہے۔ (تفسیر سعدی:388/1)

(3) ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص ایسا کام کرے جس کے لیے ہمارا حکم نہ ہو (یعنی دین میں ایسا عمل نکالے) تو وہ مردود ہے۔'' (مسلم:1718)

(4) اسلام صرف عبادات اور بندگی کے طریقوں تک محدود نہیں، صرف ذکر، اذکار اور مراقبے تک بھی محدود نہیں۔ محض روحانی اور اخلاقی اصلاح کے کسی نظام تک بھی محدود نہیں بلکہ اسلام ایک منظم نظام حیات ہے۔

(i) جس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی تعلیمات پر ہے۔

(ii) جس میں دل اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتا ہے۔

(iii) جس میں عبادات اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہیں۔

(iv) جس میں ذکر بھی اللہ تعالیٰ کے لیے ہو۔

(v) جس میں اللہ تعالیٰ کے خوف کے تحت دلوں کی اصلاح ہو۔

(vi) جس میں معاشرت کے طور طریقے بھی اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے اخذ کیے گئے ہوں۔

(vii) جس میں قانونی فیصلے بھی اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق ہوں۔

(5) ﴿وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ ''اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا'' ﴿الْخٰسِرِيْنَ﴾ سے مراد ہلاک ہونے والے ہیں کیونکہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ رہیں گے۔ خسارہ اٹھانے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہر چیز میں خسارہ اٹھایا حتیٰ کہ اپنی جانوں کو بھی خسارے میں ڈال دیا۔

﴿كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ

''اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو کیسے ہدایت دے گا جنہوں نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا؟ حالانکہ انہوں نے گواہی دی کہ یقیناً رسول سچا ہے

وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾

اور ان کے پاس واضح دلیلیں بھی آچکی تھیں اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' (86)

سوال: اللہ تعالیٰ کس کو ہدایت کا راستہ نہیں دکھاتے، اس کی وضاحت ﴿كَيْفَ ... الظّٰلِمِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو کیسے ہدایت دے گا جنہوں نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا؟'' اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت کا راستہ نہیں دکھاتے جو اسلام کی نعمت پا کر کفر کا رویہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اختیار کرے اور جو ظلم کا رویہ اختیار کرے۔

(2) سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انصار میں سے ایک شخص مسلمان ہونے کے بعد مرتد ہو گیا اور اس نے پھر شرک شروع کر دیا، پھر وہ نادم ہوا، اس نے اپنی قوم کے پاس کسی کو بھیجا (اس پیغام کے ساتھ) کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کریں کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں (آل عمران:86-89) (نسائی کبریٰ:11065)

(3) ﴿وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ﴾ ''حالانکہ انہوں نے گواہی دی کہ یقیناً رسول سچا ہے'' انہوں نے گواہی دی کہ یقیناً محمد ﷺ سچے ہیں۔

(4) ﴿وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ﴾ ''اور ان کے پاس واضح دلیلیں بھی آ چکی تھیں'' ان کے پاس نبی ﷺ جو کچھ دین حق میں سے لے کر آئے اس کی صحت کی دلیلیں اور نبی ﷺ کی صداقت کی دلیلیں آ چکی تھیں۔ (5) یعنی نبی ﷺ کی ذات، آپ ﷺ کی تعلیمات کے بارے میں گواہی آ چکی تھی کہ وہی تعلیم لائے ہیں جو پچھلے انبیاء لاتے رہے۔

(6) ﴿وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' انہوں نے ظلم کیا اور حق کو پہچان کر اس کو ترک کیا۔ انہوں نے ظلم اور خواہش نفس کی پیروی کرتے ہوئے باطل کو اختیار کر لیا حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ وہ باطل ہے اس لیے انہیں ہدایت کی توفیق نہیں ملتی۔

(7) ہدایت کی امید اس کے لیے کی جا سکتی ہے جو حق کو نہ پہچانے لیکن اسے حق کی تلاش ہو۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہدایت کے اسباب میسر فرما دے اور گمراہی سے بچا لے۔

﴿اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ﴾

''یہ لوگ، یہی سزا ہے ان کی کہ یقیناً ان پر اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی اور سارے انسانوں کی لعنت ہے'' (87)

سوال 1: ایمان لا کر کفر کرنے والوں کو کیا وعید دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿اُولٰٓئِكَ... اَجْمَعِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ایمان لا کر کفر کرنے والوں کو یہ وعید دی گئی ہے کہ: ﴿اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ﴾ ''یہ لوگ، یہی سزا ہے ان کی کہ یقیناً ان پر اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی اور سارے انسانوں کی لعنت ہے'' اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر خیر اور بھلائی سے محروم کر دیا ہے۔

(2) لعنت سے مراد اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محرومی ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور انسانوں کی لعنت کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور انسانوں کی لعنت کا مومن پر یہ اثر مرتب ہوتا ہے کہ اگر دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہو تو وہ کانپ اٹھتا ہے۔ مومن اسلام کے سوا کسی اور دین کی طرف دیکھنا بھی نہیں چاہتا۔

﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ﴾

''اس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں ان سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا اور نہ وہ مہلت دیئے جائیں گے'' (88)

سوال: ﴿خٰلِدِيْنَ ... يُنْظَرُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَا﴾ ''اس میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں'' اس سے مراد یہ ہے کہ لعنت، عقوبت اور آگ میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ایک بار کی رحمت سے محرومی ہمیشہ کی محرومی ہوگی۔

(2) ابوالعالیہ کہتے ہیں: ﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَا﴾ سے مراد ہے کہ وہ آگ میں یعنی لعنت میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ رب العزت نے فرمایا: ﴿هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ (35) وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ﴾ ''یہ دن ہے جس میں وہ کچھ نہ بولیں گے۔ اور نہ ہی انہیں اجازت دی جائے گی کہ وہ معذرت پیش کریں۔'' (المرسلات: 36,35)

(3) ﴿لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ﴾ ''ان سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا'' یعنی ان کا عذاب نہ تو ختم کیا جائے گا نہ ہلکا کیا جائے گا۔

(4) ﴿وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ﴾ ''اور نہ وہ مہلت دیئے جائیں گے'' کیونکہ مہلت کا دور ختم ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اتنی عمر دے دی جس میں نصیحت حاصل کرنے والا نصیحت حاصل کر سکتا ہے۔ انہیں اگر دوبارہ دنیا میں آنے کا موقع دیا جائے تو پھر وہی کام کریں گے جس سے انہیں روکا گیا تھا۔

﴿اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۗ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

''مگر جن لوگوں نے اس کے بعد توبہ کی اور اپنی اصلاح کی تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (89)

سوال 1: پر خلوص توبہ کرنے والوں سے کیا وعدہ کیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ ... غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا﴾ ''مگر جن لوگوں نے اس کے بعد توبہ کی اور اپنی اصلاح کی'' یعنی جن لوگوں نے کفر اور ظلم کے بعد پر خلوص توبہ کی اور اپنی اصلاح کی تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ان کو بخش دیا جائے گا۔

(2) ﴿وَاَصْلَحُوْا﴾ ''اور اپنی اصلاح کی'' جن لوگوں نے ایمان اور صالح اعمال کے ساتھ اپنے نفوس کی اصلاح کی۔

(3) توبہ دراصل تزکیہ، تطہیر اور اصلاح ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا (9) وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا (10)﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''یقیناً کامیاب ہوگیا وہ جس نے اسے پاک کیا۔ اور یقیناً نامراد ہوا وہ جس نے اس کو دبا دیا۔'' (الشمس:9،10)

(4) ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ ان کے گناہوں کو بخش دے گا اور اپنی رحمت سے انہیں جنت میں داخل کرے گا۔ (ایسر التفاسیر:188)

(5) اللہ تعالیٰ نے توبہ اور اصلاح کا عزم رکھنے والوں کی دلی کیفیت سے اپنی رحمت کا یقین دلایا ہے۔ اگر انسان توبہ پر آمادہ ہو سکتا ہے تو رب اس سے بڑھ کر اس کے گناہ معاف کر کے، اس کی مغفرت کر کے اس پر رحمت کر سکتا ہے۔

(6) اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ اس وقت تک قبول کرتا ہے جب تک کہ جان حلق میں نہ آجائے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ قبول کرتا ہے جب تک کہ جان حلق میں نہ آجائے۔'' (ابن ماجہ:4253)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے سورج کے مغرب سے طلوع ہونے سے پہلے پہلے توبہ کر لی تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کر لیں گے۔'' (صحیح مسلم:6861)

سوال 2: کفر اور گمراہی کے باوجود اللہ تعالیٰ اسلام کے دروازے کھولے رکھتا ہے۔ اسلام کا دروازہ کیسے کھلتا ہے؟

جواب: (1) کفر اور گمراہی کے باوجود اللہ تعالیٰ اسلام کے دروازے کھولے رکھتا ہے، واپسی کے دروازے بند نہیں کرتا یوں توبہ کا دروازہ ہمیشہ کھلا رکھتا ہے۔

(2) اسلام بندے اور رب کے درمیان کسی اور ہستی کو حائل نہیں رہنے دیتا۔ جب بھی بندہ سچے دل سے اپنے گناہوں پر پشیمان ہو، وہ زمین کے کسی گوشے میں ہو، اپنے رب کے سامنے اپنے گناہوں کا اعتراف کر کے آئندہ کبھی نہ کرنے کا عہد کر کے اپنے گناہوں پر توبہ کر سکتا ہے۔

(3) اسلام یہ چاہتا ہے کہ ہدایت کا دروازہ کھولنے کے لیے انسان خود دستک دے۔

(4) اسلام یہ چاہتا ہے کہ انسان توبہ کے بعد عمل صالح شروع کر دے۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ

''یقیناً جن لوگوں نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا، پھر کفر میں بڑھتے ہی گئے، ان کی توبہ ہرگز قبول نہ کی جائے گی

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ﴾

اور وہی لوگ گمراہ ہیں'' (90)

سوال: کن لوگوں کی توبہ کبھی قبول نہیں کی جائے گی، اس کی وضاحت ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ ... الضَّآلُّوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا'' اللہ تعالیٰ وعید اور خوف دلاتے ہوئے فرماتا ہے کہ جو لوگ ایمان کے بعد کفر کو اختیار کر لیں، پھر کفر میں اور بڑھ جائیں حتیٰ کہ اپنی موت تک کافر ہی رہیں تو بوقت موت ان کی توبہ ہرگز قبول نہ کی جائے گی۔ رب العزت کا فرمان ہے:﴿وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾ ''اور توبہ ایسے لوگوں کے لیے نہیں ہے جو برے کام کرتے جاتے ہیں حتیٰ کہ جب اُن میں سے کسی کے پاس موت آجاتی ہے وہ کہتا ہے کہ بلاشبہ اب میں نے توبہ کی اور نہ ہی ان کی توبہ ہے جو اس حال میں مرتے ہیں کہ وہ کافر ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے ہم نے بہت دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

(النساء:18)(المصباح المنیر:1/650،651)

(2) قتادہ رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دشمن یہود ہیں جنہوں نے انجیل کا اور عیسیٰ علیہ السلام کا کفر کیا پھر اپنے کفر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کا انکار کر کے بڑھ گئے۔ (جامع البیان:3/369)

(3) ابوالعالیہ اس آیت کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دشمن یہود اور عیسائی ہیں جنہوں نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا پھر اپنے گناہوں کی وجہ سے کفر میں اور بڑھ گئے پھر اپنے کفر میں ہی اپنے گناہوں کی بخشش مانگی۔ اگر وہ اس سے پہلے ہدایت پر ہوتے تو ان کی توبہ قبول ہوتی لیکن وہ اپنی گمراہی پر رہے۔ (الدر المنثور:2/88)

(4)﴿ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا﴾ ''پھر کفر میں بڑھتے ہی گئے'' توبہ نہ کر کے، اپنے رویے کی اصلاح نہ کر کے اور کافرانہ رویے پر اصرار کر کے کفر میں آگے بڑھا جاتا ہے۔

(5) لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روک کر، بدگمانیاں پھیلا کر، شبہات پیدا کر کے، دلوں میں وسوسے ڈال کر، بدترین سازشیں اور ریشہ دوانیاں کر کے تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن کامیاب نہ ہونے پائے، کفر میں آگے بڑھا جاتا ہے۔

(6)﴿لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ﴾ ''ان کی توبہ ہرگز قبول نہ کی جائے گی'' جسے توبہ کی توفیق نہیں ملتی اس کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔ (7) ''ان کی توبہ ہرگز قبول نہ کی جائے گی'' اس لیے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید پر ایمان نہیں لائے تھے۔ جب انہوں نے کفر پر اصرار کیا تو اس کے ساتھ ان کی توبہ کیسے قبول کی جائے!

(8) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ﴾ ''اور ہم ان کے دلوں کو اور ان کی نگاہوں کو پھیر دیں گے جیسے پہلی بار وہ اس پر ایمان نہیں لائے تھے۔'' (الانعام:110)﴿فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ﴾ ''پھر جب وہ ٹیڑھے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔'' (الصف:5)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(9)﴿وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ﴾ ''اور وہی لوگ گمراہ ہیں'' اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں خبر دی ہے کہ وہی لوگ گمراہ ہیں۔ جو اس حال میں ہو اس کی توبہ کبھی قبول نہیں ہوتی۔ اس سے بڑی گمراہی کیا ہو سکتی ہے کہ انسان آنکھوں سے دیکھ کر سیدھی راہ کو ترک کر دے۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا

''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور مر گئے اس حال میں کہ کافر تھے تو ان میں سے کسی ایک سے زمین بھر سونا بھی ہرگز قبول نہ کیا جائے گا

9 ع 11 17 وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ۭ اُولٰٓئِكَ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَھُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ﴾

اور اگرچہ وہ اس کو فدیے میں دے، یہی لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے اور ان کے لیے کوئی مددگار نہ ہوگا'' (91)

سوال: قیامت کے دن کافروں سے فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا، اس کی وضاحت ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ ۔۔ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور مر گئے اس حال میں کہ کافر تھے'' اس سے مراد سارے کافر ہیں جنہوں نے کفر کی حالت میں جان دی۔

(2)﴿فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ﴾ ''تو ان میں سے کسی ایک سے زمین بھر سونا بھی ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور اگرچہ وہ اس کو فدیے میں دے'' یعنی جو کفر پر مر گئے اگر وہ بفرض محال قیامت کے دن اپنی جانیں چھڑانے کے لیے زمین بھر کر بھی سونا دینا چاہیں تو وہ بھی رد کر دیا جائے گا۔ ایسوں کی کوئی نیکی قبول نہ ہوگی۔

(السراج المنیر :238/1)

(3) قیامت کے دن انسان چاہے گا اپنے بدلے میں کچھ دے کر اپنی جان بچا لے۔ اس تمنا کو پورا کرنے کے لیے اس دن اس کے پاس کوئی مال نہیں ہوگا اور اگر ہو بھی تو ان میں سے کسی ایک سے زمین بھر سونا بھی ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور اگرچہ وہ اس کو فدیے میں دے۔

(4) جو انسان زندگی میں اللہ تعالیٰ کے اصولوں کے خلاف خرچ کرتا رہے اس کے صدقہ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ دار العمل کے ختم ہونے کے بعد زمین بھر کر بھی صدقہ کرنے کا ارادہ ہو تو قبول نہیں ہوگا۔

(5) ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یا رسول اللہ! جدعان کا بیٹا جاہلیت کے زمانہ میں رشتے جوڑتا تھا (یعنی رشتے داروں کے ساتھ سلوک کرتا تھا) اور مسکینوں کو کھانا کھلاتا تھا کیا یہ کام اس کو (قیامت کے دن) فائدہ دیں گے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''کچھ فائدہ نہ دیں گے، اس نے کبھی نہ کہا کہ اے پروردگار! قیامت کے دن میرے گناہوں کو بخش دے۔'' (مسلم:214)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6)﴿اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے'' انہیں آگ سے ہرگز نہیں نکالا جائے گا بلکہ ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا، جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

(7)﴿وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ﴾ ''اور ان کے لیے کوئی مددگار نہ ہوگا'' وہ دن ہوگا جس میں مال اور بیٹے نفع نہیں دیں گے مگر جو اپنے رب کے پاس قلب سلیم لے کر آیا، جو شک، شرک اور سارے گناہوں سے پاک ہوگا وہ آگ سے نجات پائے گا اور جنت میں داخل ہوگا۔ (ایسر التفاسیر:189)

(8) رب العزت کا فرمان ہے:﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اگر واقعتاً ان کے پاس وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اتنا ہی اور بھی اس کے ساتھ ہوتا کہ وہ اس کو قیامت کے دن کے عذاب سے فدیے میں دے دیں تو ان سے وہ قبول نہیں کیا جائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔'' (المائدہ:36)

(9) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص سے فرمائے گا جس کو جہنم میں سب سے ہلکا عذاب ہوگا: اگر دنیا اور جو کچھ اس میں ہے تیرے لیے ہو تو کیا تو اس عذاب سے نجات حاصل کرنے کے لیے وہ دے دے گا؟'' وہ کہے گا: ''جی ہاں!'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''میں نے تجھ سے اس سے بھی کم ترین چیز کا مطالبہ اس وقت کیا تھا جب تو آدم کی پشت میں تھا کہ تو (مجھ سے) شرک نہ کرنا۔'' (صحیح مسلم:7083)

(10) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اہل جنت میں سے ایک شخص کو لایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: اے ابن آدم تو نے اپنے گھر کو کیسا پایا؟ وہ عرض کرے گا: اے میرے پروردگار! میرا گھر بہت اچھا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کچھ مانگ اور کوئی تمنا کر۔ وہ عرض کرے گا: یا اللہ تعالیٰ میری کوئی اور خواہش اور تمنا نہیں ہے البتہ یہ ضرور چاہتا ہوں کہ تو مجھے دنیا میں بھیج دے تاکہ میں تیرے راستے میں دس بار شہید کیا جاؤں۔ وہ یہ تمنا شہادت کی فضیلت دیکھ کر کرے گا۔ اس طرح اہل جہنم میں سے بھی ایک شخص کو لایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: کیا تو اس جگہ سے نجات حاصل کرنے کے لیے زمین کے بھراؤ کے برابر سونا بطور فدیہ دینے کو تیار ہے؟ وہ عرض کرے گا: ہاں یا اللہ! تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو جھوٹ بولتا ہے، میں نے تو تجھ سے اس سے بہت کم اور بہت آسان چیز کا مطالبہ کیا تھا مگر تو نے اسے پورا نہیں کیا پھر اسے دوبارہ جہنم رسید کر دیا جائے گا۔'' (مسند احمد:13167)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

ALNOOR-PUBLICATIONS

النور پبلیکیشنز